فاران سے کربلا

بلال زبیری

(تیسرا ایڈیشن)

فاران سے کربلا تک

قیمت : ۱۰/۵ روپے

جھنگ ادبی اکیڈمی
فون ۳۴۳۱
جھنگ صدر

نام کتاب ——— فاران سے کربلا تک
مولف ——— بلال زبیری
ضخامت ——— ۲۰۸ صفحات
ٹائیٹل ڈیزائن ——— عبدالوحید انصاری
اشاعت اوّل ——— دسمبر ۱۹۶۹ء
اشاعت دوم ——— جولائی ۱۹۷۲ء
اشاعت سوم ——— دسمبر ۱۹۷۶ء
قیمت ——— بارہ روپے
مطبع ——— اکیکور نفیس پرنٹنگ پریس لائلپور
طابع ——— مظفر حسین ظفر
——— ملنے کا پتہ ———

جھنگ ادبی اکیڈمی

اعوان منزل جھنگ صدر

فون: ۳۴۳۱

ماخذ

اس کتاب کی ترتیب میں ان قدیم تاریخی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے
صواعق محرقہ، تاریخ خلفا سیوطی، تفسیر مظہری، مکتوبات مجدد الف ثانی، نقش حیات مولانا حسین احمد مدنی۔ مکتوبات حسین احمد مدنی، روض الجنان اشرف علی تھانوی۔ حریت اسلام مولانا آزاد۔ اسد الغابہ، تاریخ الخلفاء خلافت معاویہ ویزید، تاریخ اسلام۔ تاریخ التواریخ، مقتل ابومخنف، بلاذری، طبقات ابن سعد، عقد الفرید، البدایہ والنہایہ، طبری۔ ابن خلدون۔ کامل ابن اثیر، معاویہ، روضۃ الشہداء، شہید انسانیت۔ بحار الانوار، شہید اعظم ذبح عظیم۔ جلاء العیون۔ امام احمد حنبل، سیرۃ الشہادتین۔

آقائے کائینات
رحمت العالمین
خاتم النبین

سیدنا
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اہل بیت عظام و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

کے نام

22-50

جن سے محبت وسیلہ نجات ہے

بلال زبیری

اس کتاب کے بارے میں

"فاران سے کربلا تک" کا پہلا ایڈیشن ایک سال سے کم مدت میں ختم ہو گیا تھا۔ پھر دوسرا ایڈیشن شائع کیا مگر وہ بھی مانگ کے مقابلہ میں ناکافی رہا۔ ادھر میں نے اپنی تمام کوششیں نئی کتاب "فرقے اور مسالک" پر مرکوز کر رکھی تھیں۔ الحمدللہ کہ وہ کتاب اب مارکیٹ میں آچکی ہے اور احباب و قارئین کے تقاضوں کے تحت "فاران سے کربلا تک" کا تیسرا ایڈیشن پیش خدمت ہے۔

جیسا کہ اشاعت اول کے دیباچہ میں میں نے کتاب کی ضرورت کے تحت یہ عرض کیا تھا کہ تاریخ اسلام پر بے شمار ضخیم کتب موجود ہیں اور بیشتر اردو زبان میں منتقل ہو چکی ہیں ہر مورخ اور محقق کا انداز فکر اور اسلوب نگارش مختلف ہے اور مختلف نظریات رکھنے والے اصحاب ان کتب کا مطالعہ فرماتے رہے ہیں ان ضخیم کتابوں کی موجودگی میں اس مختصر کتاب کی ضرورت محض اس لئے محسوس کی گئی کہ موجودہ دور میں جبکہ انسانی زندگی محض مشین بن کر رہ گئی ہے جس کی وجہ سے اولاً تو بیشتر اصحاب ذوق مطالعہ سے عاری ہو چکے ہیں ثانیاً اگر کچھ لوگوں میں یہ جذبہ موجود بھی ہے تو ان کی نظر انتخاب دینیات۔ اسلامیات اور تاریخ کے بجائے ناول و افسانہ کی طرف مرتکز رہتی ہے اور بجا طور پر اس بات کا خدشہ ہے کہ رفتہ رفتہ ہماری قوم کے افراد اپنی تاریخ کو فراموش کر بیٹھیں گے اور جو قوم اپنے ماضی کو بھول جاتے اس کا مستقبل کبھی خوشگوار نہیں ہو سکتا۔

موجودہ عہد کی الجھنوں۔ معاشی مصروفیات۔ غلط قسم کے لٹریچر کی بھرمار معاشرتی و سماجی دائروں میں بڑھتی ہوئی بے راہروی کی وجہ سے صحیح قسم کا ذوق مطالعہ مفقود ہونے سے ایک خلا پیدا ہوتا چلا جا رہا ہے اس خلا کو پاٹنے کا ایک ذریعہ میری نگاہ میں یہ بھی ہے کہ تاریخ اور اسلامیات کے موضوع پر مختصر جامع اور آسان و رواں زبان میں کتابیں شائع کی جائیں

چنانچہ میں اس مقصد میں کامیاب ہوا " فاران سے کربلا تک " کا پہلا اور دوسرا ایڈیشن مختصر مدت میں ختم ہو گیا اگر یہ کتاب ضخیم ہوتی اور اس کی زبان آسان و سادہ نہ ہوتی تو یقیناً لوگ اس قدر استفادہ نہ کر سکتے۔ جہاں تک موضوع کا تعلق ہے یہ بھی اختلافی نوعیت اختیار کر سکتا تھا کیونکہ ہماری اس مملکت خداداد میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے

حضرت علیؓ کی خلافت برحق کو ابھی تک تسلیم نہیں کیا۔

امیر معاویہؓ کو حضرت علیؓ کے مقابلہ میں مبنی برحق سمجھتے ہیں۔

سیدنا امام حسینؓ کی شہادت کو اتفاقی واقعہ قرار دیتے ہیں۔

سانحہ کربلا کی مختلف کڑیوں کو کہانی اور قصے سمجھتے ہیں محض الف لیلیٰ کی داستان سے تشبیہ دیتے ہیں اور یزید کی عظمت و بزرگی تسلیم کرانے کے لئے دور از کار تاویلوں کا جال پھیلا کر سادہ لوح مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے میں مصروف ہیں۔ دوسری طرف نام نہاد شیعان حیدر کرار" غم حسین" کی اجارہ داری قائم کر کے قابل صد احترام صحابہ رسول پر سب و شتم کی مشق فرما رہے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ ان نام نہاد شیعان حیدر کرار کے طرز فکر نے ہی یزیدیت" کو جنم دیا اور اب یہ ایک منظم گروہ کی حیثیت سے آگے بڑھ رہا ہے اور" نوکر شاہی" اس کی محض اس لئے اعلیٰ سطح پر پشت پناہی کر رہی ہے کہ وہ خود کو اس صورت میں محفوظ سمجھتے ہیں اور یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ سیدنا امام حسینؓ نے یزید کے خلاف جو علم جہاد بلند کیا تھا وہ غلط تھا۔ حاکم یزید ہو یا مردان بہر طور حاکم ہوتا ہے اور حاکم کی اطاعت بہر حال افضل شمار ہوتی ہے۔ یہی وہ اصل بنیاد ہے جس پر" یزیدیت" فروغ پذیر ہو رہی ہے اور امت مسلمہ کے عقائد کو تار پید و کرنے کے لئے آئے دن یزید اور اس کے ہم کردار لوگوں کے فضائل و مناقب پر مشتمل لٹریچر شائع کیا جا رہا ہے اس لئے اس کتاب میں یزیدیت کے عقائد پر مشتمل ایک باب کا اضافہ کیا گیا ہے تاکہ عام مسلمان یزیدیت کے پس منظر سے واقف ہو سکیں" یزیدیت کے اس آتشیں طوفان میں" فاران سے کربلا تک" کی وہی حیثیت ہے جو آگ نمرود بجھانے کے لئے چڑیا کی پانی بھری چونچ کی تھی۔

زیرِ نظر کتاب میں میرا موضوع اسلام کے ابتدائی دور کی عمومی تاریخ اور واقعہ کربلا کا خون آشام باب ہے جس کی حسرت آمیزی اور المناکی میں تیرہ صدیاں بیت جانے کے باوصف کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ اتنے طویل عرصہ میں کربلا کے واقعہ ہائلہ پر دنیا کی مختلف زبانوں میں اس قدر کتابیں لکھی جا چکی ہیں کہ شاید ہی کسی موضوع پر اتنی گرانقدر تصانیف موجود ہوں۔ اہلِ اسلام سے قطع نظر غیر مسلم اور لا مذہبوں نے بھی حادثۂ کربلا اور خاندانِ نبوت کے بارے میں مکمل معلومات جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور بین الاقوامی طور پر شاید ہی کوئی واقعہ اہلِ عالم کے لئے اتنا جاذبِ نظر بنا ہو۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ شہیدِ انسانیت امام حسینؑ کا کردار اور ان کے اعوان انصار کی فقید المثال قربانیاں انسانی تاریخ میں سدا بہار اور تابندہ رہیں گی۔ اختلافِ عقائد و نظریات کے باوجود کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہوگا جسے حادثۂ کربلا اور اس کی المناکیوں نے کم یا زیادہ متاثر نہ کیا ہو۔ دنیا بھر میں کوئی خطہ یا گوشہ ایسا نہیں جہاں خاندانِ نبوت سے عقیدت و محبت رکھنے والے نہ بستے ہوں یہ بات الگ ہے کہ کہیں ان کی تعداد کم ہے کہیں زیادہ ۔

صاحبِ دلوں کے لئے محرم کا چاند ۶۱ ھ کے اندوہناک واقعات کی یاد تازہ کر دیتا ہے اور ان کی آنکھیں پُرنم ہوئے بغیر نہیں رہتیں۔ گزشتہ تیرہ صدیوں میں انسانی آنکھوں نے شہدائے کربلا کے غم میں ہر سال اتنے آنسو بہائے ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ہزاروں فرات ان کے سامنے ماند پڑ جائیں یہ صرف جذبات کا اظہار نہیں بلکہ مسلمہ حقیقت ہے۔

جب میں نے منزلِ شعور میں قدم رکھا اور کتابیں میرے ذوقِ مطالعہ کا سامانِ نشاط آور بنیں ایک چیز اسی وقت سے میرے ذہن پر مسلسل دستک دیتی رہی، جیسے جیسے میرے مطالعہ میں وسعت اور تنوع پیدا ہوتا گیا میری نگاہ بار بار ایک ہی نقطہ پر جمی رہی۔ اس تمام ذخیرۂ کتب اور مجموعۂ رنگ رنگ میں ایک ہی بات مشترک تھی، یعنی

خاندانِ نبوت کی عدیم المثال قربانی اور اس کے مقابلہ میں ان کے مخالفین کا جبر و تشدد — اگر مجھے کسی مرحلہ پر اس بات سے اختلاف ہوتا تو میرے لئے ایک کتاب کے اضافے کا جواز تھا لیکن میں افق تاریخ کے اس پار ایک خلا کو گھور رہا تھا۔ اختلاف بالاتفاق میرا گوہر مقصود نہ تھا اپنی کم علمی کے باوجود مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ متقدین سے لے کر متاخرین تک ہمارے عالموں اور تاریخ نویسوں نے ہماری مذہبی تاریخ سے انصاف نہیں کیا۔ ہماری ضخیم دینی کتابیں، عصر جدید کے رسائل و صحائف اور متفرق تحریرات صرف امام حسینؑ کی سیرت و شخصیت کا احاطہ کرتی ہیں ان کے اعوان و انصار کے سوانح کم و بیش ہر عالم و مصنف نے قلم انداز کر دیئے تھے حالانکہ بنو ہاشم کی برتری و بزرگی کو تسلیم کرانا کوئی مقصد نہیں تھا یہ ایک متفق علیہ بات تھی اس خاندان کا شرف قدرت کا عطیہ تھا جسے نہ کوئی چھین سکتا تھا اور نہ اب ایسا کرنے کی جسارت کر سکتا ہے۔ محمد عربی کا کلمہ گو خاندان نبوت سے عقیدت و ارادت کا رشتہ استوار کئے بغیر اپنے ایمان کی صحت و سلامتی کا مدعی نہیں ہو سکتا، حق تو یہ ہے کہ جس مسلمان کا دل اہل بیت عظام کی مودت سے خالی ہے اس کا اسلام بھی محل نظر ہے اور نقص ایمان میں تو کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ دین اسلام جس کی عظمت و برتری پر خود اللہ جل شانہ نے مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے اقرار توحید اعتراف رسالت اور محبت اہل بیت و صحابہ کرام پر ہی منحصر ہے۔ قرآن مجید خدا کا کلام ہے جو حضور خاتم النبیینؐ پر بطور وحی نازل ہوا۔ اور حضورؐ کے افراد خاندان اور صحابہؓ ہی اس کے اولین شارح اور عامل ہیں اگر کوئی مسلمان ان سے صرف نظر کرنا بھی چاہے تو بھی ان اکابر کی عظمت اور شان اپنا اعتراف خود کرا لیتی ہے یہ بات دوسری ہے کہ بعض یزید ذہنیت کے مالک دنیاوی اقتدار و جاہ طلبی کے لالچ میں ان بزرگوں کی عظمت مسلمہ پر حرف گیری کی بے سود کوشش کرتے رہتے ہیں ایسے لوگوں کا انجام تاریخ میں ہمیشہ عبرتناک رہا ہے جس کے شواہد زبان زد عام ہیں۔

زیر نظر کتاب ابتدا میں صرف ان واقعات پر مشتمل تھی جو عشرہ محرم کے دوران مختلف

ممالک میں تقریبات محرم کے بطور ہر سال دہرائے جاتے ہیں۔ میری خواہش تھی کہ میں مصر، فلسطین۔ عراق۔ ایران۔ لیبیا اور ربع مسکون کے دوسرے حصوں میں منائی جانے والی تقریبات کا آنکھوں دیکھا حال کتابی صورت میں قلمبند کروں تاکہ اردو دان طبقہ انکی تفصیلات سے کماحقہٗ متعارف ہوجائے اور اہل اسلام کے دو بڑے فرقوں میں اختلاف کی جھیل کو پاٹا جا سکے اور ایسی سازگار فضا وجود میں آئے جہاں انسانیت کو مذہب کی قربان گاہ میں تختہ دار پر کھینچنے والے سازشیوں کے خطرناک عزائم اکارت ہوجائیں۔ علمی نقطہ نظر سے ایسی کتاب کی مدت سے ضرورت تھی کیونکہ دنیا کی کسی زبان میں اس موضوع پر اب تک کوئی مبسوط رسالہ یا جامع تصنیف منصۂ شہود پر نہیں آئی یا کم از کم میری نظروں سے نہیں گزری اندریں صورت یہ کتاب ایک بہت بڑے تاریخی خلا کو پُر کرنے کی حقیر سی کوشش ہے جو تلافی مافات کا حق تو شاید ادا نہ کر سکے لیکن ایک سمت کی نشاندہی ضرور کرتی ہے جب یہ کتاب کئی سال کی محنت و شاقہ کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچی اور اس کی طباعت و اشاعت کا مرحلہ آیا مجھے ایک امر کا شدت سے احساس ہونے لگا کہ اردو زبان میں ایسی کوئی کتاب موجود نہیں جو شہدائے کربلا کے شخصی حالات۔ کردار۔ خاندان۔ علمی وجاہت اور دینی خدمات کا مکمل احاطہ کرتی ہو۔ اکثر کتب میں افراد بنو ہاشم کا تذکرہ ملتا ہے لیکن ان کے معاذین کے بارے میں خموشی اختیار کی گئی ہے کیا ہوا اگر کہیں چند مقتولین کے اسمار گرامی تفصیلات کربلا کے ضمن میں دستیاب ہو گئے ان میں بھی ہزار پہلو اختلاف کے موجود ہیں کہیں صرف نام ہیں کہیں فقط خاندان اور کہیں علمی بزرگی کے کوائف، حتیٰ کہ شہدائے کربلا کی تعداد کا صحیح تعین بھی آسان کام نہیں ان کی کم سے کم تعداد ۶۸، اور زیادہ سے زیادہ ۱۹۶ بیان کی گئی ہے ایسی صورت میں میرے لئے اپنی تحقیق کا جاری رکھنا دشوار ہو گیا۔ اکثر مورخین نے ایک دوسرے کے تتبع میں ایک ہی غلطی کا بار بار اعادہ کیا ہے جو مورخ شہدا کی اصل تعداد ۱۹۶ بتاتا ہے وہ بھی ابتدائے سفر سے آخر تک اپنی تصنیف میں "۷۲، انسانوں کا مختصر قافلہ" ایسے جملے متعدد بار استعمال کرتا ہے اور اپنے سابقہ بیان کی روشنی میں کہیں ترمیم کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ قاسم بن حسنؑ کی

کربلا میں آمد سے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ اسی طرح جناب شہر بانو کی کربلا میں موجودگی بھی متنازعہ فیہ ہے
علامہ مجلسیؒ نے زیارت ناحیہ مقدسہ میں جن شہداء کا ذکر کیا ہے وہ تعداد کے لحاظ سے بہتر ۸۲ اسی
بنتے ہیں، مختصراً یہ کہ میں نے ان ہی کتابوں سے بصد احتیاط تمام کوائف جمع کئے ہیں اور
امر واقعہ بھی یہی ہے کہ شہدائے کربلا میں نہ صرف مدینہ سے آغاز سفر کے وقت ساتھ چلنے
والے، مکہ سے شریک ہونے والے، بعد کی منزلوں میں آکر ملنے والے اور عین معرکہ قتال کے
وقت پہنچنے والے شامل ہیں بلکہ وہ تمام اصحاب بھی جو لشکر عمر بن سعد سے بغاوت کر کے
نصرت حق کے لئے عین آخری لمحات میں حسینؑ کے حامی و ناصر بنے اور جام شہادت نوش
کیا اکثر مورخین نے تعداد کے صحیح تعین میں اس وجہ سے غلطی کھائی کہ وہ آخر تک وہی تعداد
دہراتے گئے جو انہوں نے ابتدا میں مدینہ سے روانگی کے موقع پر دی تھی حالانکہ بعض کتب
میں صرف اہل کوفہ کی تعداد ۴۵، ۳۰ یا ۱۰ مذکور ہے۔

میں نے تمام کتب کا مطالعہ و موازنہ کرنے کے بعد شہدا کے وہ تمام اسماء و کوائف
درج کر دیئے ہیں جن کا تذکرہ کسی بھی قدیم کتاب میں موجود ہے اسی طرح شہدا کی ترتیب میں
بھی مورخین و علماء کے باہمی اختلاف کے پیش نظر حتی الامکان احتیاط برتی گئی ہے۔ کتاب ابتدا سے
اختتام تک تاریخ اسلام کے مختصر مگر جامع واقعات پر محیط ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ تمام
اہم واقعات سال بہ سال اسی ترتیب سے درج کئے جائیں۔ واقعات کے اختصار سے
ممکن ہے بعض تفصیلات یا جزویات قلمزد ہو گئی ہوں لیکن ضخامت کے پیش نظر ایسا
کرنا پڑا۔ تمام واقعات کتب قدیم سے بڑی احتیاط کے ساتھ نقل و اخذ کئے گئے ہیں
اس کی ضرورت اس لئے بھی تھی کہ تاریخ اسلام پر مختصر کتاب مارکیٹ میں آجائے تاکہ
تاریخ اور اسلامیات کے طلبا ضخیم کتابوں کے بوجھ سے محفوظ رہ سکیں۔

بلال زبیری دسمبر ۱۹۷۳ء

فہر بن مالک جدّ اعلیٰ قریش
غالب
محارب (اولاد بنی محارب)
لویٰ
تیم (اولاد بنو تیم)
حرث (اولاد بنی حرث)
عامر (اولاد بنی عامر)
عوف (اولاد بنی عوف)
کعب
عدی (اولاد عمر بن خطاب)
سہم
جمح
ہصیص (اولاد ابوبکر صدیق)
مرہ
کلاب
قصی
زہرہ (اولاد بنی زہرہ)
عبدمناف
عبدالدار
عبدالعزیٰ
عبدالشمس
ہاشم
مطلب
امیہ
حرب
ابوسفیان
معاویہ
یزید
خالد
معاویہ
عبدالمطلب
ابوطالب
حمزہ
عباس
عبداللہ
ابولہب
حارث
زبیر
عبداللہ
الفضل
طالب
عقیل
جعفر
علی
حضرت محمد الرسول اللہ
حسن
حسین
محسن
ابوبکر
عمر
عثمان
سعد
طالب
ابراہیم
عقیل
زید
عباس
زبیر
محمد حنفیہ
عون
عبیداللہ
فہر
غالب
لویٰ
کعب
مرہ
کلاب
قصی
عبدمناف
ہاشم
عبدالمطلب
عبداللہ
محمد الرسول اللہ

طوفانِ نوحؑ سے عہدِ نبویؐ تک

پس منظر

طوفان نوح کے بعد حجاز و نجد پر ان کے بیٹے سام کا تسلط قائم ہوا۔ ان کی اولاد میں عمالقہ، طلسم، جدیس، امیم، جرہم، حضرموت، عبد ضخم وغیرہ قبائل جو عاد، ثمود اور عبیل کی نسلوں سے تھے آباد رہے۔ اب سے ساڑھے پانچ ہزار برس قبل حضرت ابراہیم خلیل اللہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کو ساتھ لے کر فلسطین سے حجاز تشریف لائے اور خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی۔ حضرت اسماعیل نے یثرب (جس کا موجودہ نام مدینہ ہے) کے قبیلہ جرہم کے ایک شخص مضاض بن عمرو کی لڑکی سیدہ سے نکاح کیا۔ حضرت اسماعیل نے ۱۳۷ سال کی عمر میں وفات پائی اس وقت ان کے بارہ بیٹے زندہ موجود تھے جن سے ان کی نسل حجاز میں پھیلی۔ ان ہی کی اولاد میں ایک شخص قیدار تھا جس کی پشت سے عدنان تھے جو قریش عرب کے جد اعلیٰ تصور ہوتے ہیں۔ عدنان کی نسل سے مختلف قبیلے بنے ان میں ربیعہ اور مضر زیادہ مشہور ہوئے۔ مضر قبیلہ کی ایک شاخ کنانہ میں فہر بن مالک ایک شخص گزرے ہیں جن کا عرف عام قریش تھا ان کی اولاد کو قریشی کہا جاتا ہے فہر کی نسل میں بنی سہم، بنی مخزوم، بنی جمح، بنی عدی، بنی تیم، بنی عبدالدار، بنی زہرہ اور بنی عبدالمناف زیادہ مشہور ہیں۔ قصی بن کلاب اس خاندان کے مشہور صاحب شجاعت و لیاقت بزرگ گزرے ہیں۔ یہ سنہ ۴۸۰ء میں وفات پا گئے تو ان کے بیٹوں اور پوتوں میں حاکمیت اور کعبہ کی تولیت کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ دو بڑے فریق سامنے آئے لیکن دیگر قبیلوں کے سرداروں نے باہمی مشورہ کر کے ان کے بیٹے عبدالدار کو ان کی جگہ پر مکہ کا حاکم تسلیم کر لیا اور معاملہ سلجھ گیا لیکن عبدالدار کی وفات کے بعد ان کے حقیقی بھائی عبدالمناف اور ان کی اولاد کے درمیان پھر اقتدار کی کشاکش شروع ہو گئی دونوں بھائیوں کی اولاد میں جھگڑے نے جب طول

پکڑا اور فساد تک نوبت پہنچی تو دیگر قبائل نے بیچ بچاؤ کر کے یہ فیصلہ کرا دیا کہ عبدمناف کے بیٹے عبد الشمس کو آب رسانی، ٹیکس کی وصولی اور حاجیوں کی میزبانی سپرد کر دی گئی اور عبدالدار کی اولاد کو کعبہ کی حفاظت اور فوجی انتظام حوالے کیا گیا۔ اس سے دونوں فریق مطمئن ہو گئے۔ چند سال کے بعد عبد الشمس اپنے چھوٹے بھائی عمرو عرف ہاشم کے حق میں دستبردار ہو گئے اور مکہ کی حکومت ہاشم کے سپرد ہوئی۔ ہاشم بہت مالدار اور تاجر تھے ان کا نام عمرو تھا لیکن مکہ کی قحط سالی کے دوران انہوں نے غریبوں کو دو وقت کا کھانا دینے کا اپنی گرہ سے انتظام کیا تھا اور کھانے میں سالن بھی ہوتا تھا۔ سالن میں بھیگے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو ہشم کہا جاتا ہے اس وجہ سے ان کا نام بھی ہاشم مشہور ہو گیا۔ عبدمناف کے چار بیٹے تھے ان میں عبد الشمس اور ہاشم جڑواں پیدا ہوئے تھے ان کے جسم کے مشترکہ حصوں کو تلوار سے کاٹ کر علیحدہ کیا گیا تھا۔ دوسرے دو بھائی نوفل اور مطلب تھے۔ ہاشم نے اپنی حکومت کے دوران مدینہ کی ایک عورت سے شادی کی۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا شیبہ پیدا ہوا شیبہ اور اس کی والدہ مدینہ میں تھے کہ ہاشم کا انتقال ہو گیا اور ان کی جگہ ان کا بھائی مطلب مکہ کا حاکم بنا۔ مطلب کو اپنی حکومت کے دوران معلوم ہوا کہ اس کا بھتیجا شیبہ مدینہ میں جوان ہو چکا ہے اور اس کی والدہ اس دنیا سے رخصت ہو گئی ہے تو مدینہ جا کر اپنے بھتیجے کو ساتھ لیا جب مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے یہ سمجھا کہ مطلب مدینہ سے کوئی غلام خرید لایا ہے اس شبہ کی بنا پر اس لڑکے کو عبد المطلب پکارنے لگے اور بعد میں شیبہ کا مستقل طور پر یہی نام مشہور ہو گیا۔ مطلب کی وفات کے بعد عبد المطلب مکہ کے حاکم تسلیم کئے گئے۔

نسلی تعصب کی ابتدا

عبد المطلب کی حکمرانی کو عبد الشمس کی اولاد نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ امیہ اور حرب نے تلواریں کھینچ لیں جس سے دو خاندانوں میں رنجش و کشاکش شروع ہو گئی۔ اس کشمکش سے

فائدہ اٹھاتے ہوئے یمن کے حاکم ابرہہ نے مکہ پر حملہ کر دیا اس حملہ میں ہاتھی بھی شامل تھے۔ اہل حجاز نے ہاتھیوں کو پہلی بار دیکھا تھا قدرت نے ان ہاتھیوں کو ابابیلوں کے ذریعہ فنا کرا دیا جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ فیل میں موجود ہے۔ ابرہہ کے حملے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس نے یمن میں جس پر شاہ حبش نے زبردستی قبضہ کیا تھا ایک عبادت خانہ تعمیر کرایا اور اہل یمن و حجاز کو مجبور کیا کہ اس عبادت خانے کا احترام کریں۔ کسی حجازی نے اس میں داخل ہو کر پاخانہ کر دیا جس سے ابرہہ برافروختہ ہو گیا اور قریش کی باہمی کشمکش سے فائدہ اٹھا کر مکہ پر چڑھائی کر دی۔

حضرت عبدالمطلب ولادت ۴۹۷ء

ان کے بارہ بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ زبیر عمران (ابی طالب) عبداللہ۔ ابولہب جحتوم مغیرہ۔ حمزہ۔ ضرار۔ عباس۔ مصعب۔ عزاق وغیرہ۔ لڑکیوں میں اُم حکیم۔ بیضا۔ برہ۔ عاتکہ۔ اروی۔ صفیہ۔ ان کے دو بیٹے کم سنی میں وفات پا گئے تھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ کی شادی مدینہ کی باعظمت خاتون حضرت آمنہ بنت وہب سے ۵۷۰ء میں ہوئی ان کی شادی کے صرف دو ماہ بعد ابرہہ نے مکہ پر حملہ کیا۔ ابرہہ کی شکست کے بعد جناب عبدالمطلب دیگر عمائدین قریش کو ساتھ لیکر یمن گئے جہاں یمن کے اصل حکمران سیف بن ذی یزن کو ابرہہ کی موت پر حق حکومت دوبارہ حاصل ہوئے تھے قریش نے اسے مبارکباد پیش کی۔ اس وقت حاکم یمن نے جناب عبدالمطلب سے کہا کہ قریش کے خاندان سے عنقریب نبی آخرالزماں ہونے والا ہے جس کی دنیا منتظر ہے اس کی پیش گوئی سن کر قریش بہت خوش ہوئے اور ہر شخص نے اپنے دل میں سوچا کہ وہ نبی ان میں سے ہونا چاہیے چنانچہ ابوسفیان بن حرب بن ابی صلت یہ پیش گوئی سن کر شام گئے اور وہاں مختلف کاہنوں اور راہبوں سے دریافت و تصدیق کرتے رہے کہ نبی آخرالزماں ہماری نسل سے ہوگا اور یہ نبوت ہمیں بھی مل سکتی

ہے لیکن سب کی طرف سے مایوس کن جواب سن کر واپس مکہ آگئے۔ اس وقت عرب تمام برائیوں کا مرکز تھا اور ہدایت کے لئے نبی کی شدت سے ضرورت تھی۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت

حضرت عبداللہ جناب آمنہؓ سے عقد کرنے کے بعد تجارتی قافلہ کے ساتھ اسی سال شام گئے لیکن واپسی پر ان کا انتقال ہوگیا اور مدینہ کے قبرستان نجار میں دفن ہوئے وفات کے وقت صرف پچیس۲۵ سال کی عمر تھی۔ حضرت عبداللہ کی وفات کے بعد ۲۰ اپریل ۵۷۱ء مطابق ۲۵ بیساکھ سمت ۶۲۸ بروز اتوار حضور نبی کریم دنیا میں تشریف لائے ابھی چھ سال کے تھے کہ سنہ ۵۷۶ء میں والدہ ماجدہ جناب آمنہؓ وفات پاگئیں۔ آٹھ سال کی عمر کو پہنچے تھے کہ حضرت عبدالمطلب ۵۷۹ء میں وفات پاگئے۔ یتیمی کی زندگی میں حضرت عم ابو طالب نے ان کو اپنی تحویل میں لے لیا اور پرورش کرتے رہے۔ حضورؐ کی زندگی بچپن، لڑکپن، شباب میں بھی ہر معیوب بات سے بالکل علیحدہ تھی اور مکہ کے لوگ ان کی سچائی دیانت اور اخلاق کے گرویدہ ہوچکے تھے۔

حضرت علیؓ کی ولادت

حضرت ابی طالب کے چار لڑکے طالب عقیل، جعفر اور علیؓ ہوئے حضرت علیؓ کی ولادت خانہ کعبہ میں ۱۳ رجب سنہ ۶۰۰ء میں ہوئی ان کے بڑے بھائی طالب بچپن ہی میں وفات پاگئے تھے لہذا انہی کے نام پر ان کے والد کی کنیت ابو طالب مشہور ہوئی

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ

اسلام کی خاتون اول سیدہ خدیجۃ الکبریٰ نے جن کے تجارتی قافلے شام تک کاروبار کرتے تھے اور بڑی مالدار تھیں حضور نبی کریم کی تعریف سن کر ان کو اپنے کاروبار میں شریک

لہ امیوں کی بنو ہاشم پر فضیلت ثابت کرنے والے یزید پرستوں نے حضرت ابو طالب کی حالت کفر میں موت ثابت کرنے کے ساتھ اب حضورؐ کی کفالت کے واقعات مسخ کرکے ابو طالب کے بجائے زبیر بن عبدالمطلب کو کفیل ثابت کرنے کے لئے دور کی کوڑیاں لارہے ہیں۔

کرلیا یہ شراکت زندگی کی شراکت میں تبدیل ہو گئی۔ حضورؐ نے ۵۹۶ء میں جب کہ حضورؐ کی عمر ۲۵ سال اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کی ۴۰ سال تھی عقد فرمایا۔ حضرت خدیجہ قبل ازیں ابو ہالہ بن نباش کے عقد میں تھیں وہ فوت ہوئے تو عتیق ابن عائذ سے نکاح کیا ان کے انتقال کے بعد حضورؐ کے حرم میں آئیں عقد کے قریباً پندرہ سال بعد حضورؐ نے اعلان نبوت فرمایا

اعلان نبوت ۱۰ اپریل ۶۱۰ء

حضورؐ کا طریق عبادت یہ تھا کہ غار حرا میں چلے جاتے اور خدائے ذوالجلال کے ذکر میں مصروف رہتے چنانچہ ۱۰ اپریل کو وہ مبارک دن طلوع ہوا جب آپ پر نبوت اتاری گئی اور آپ نبی آخرالزماں ہوتے آپ نے مکہ میں آکر نبوت کا اعلان فرمایا اس اعلان کی سب سے پہلے حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ نے تصدیق کی۔ مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اور بچوں میں حضرت علیؓ نے تصدیق فرمائی اسی سال نبی آخر زماں کی پیش گوئی کرنے والوں عثمان بن حریث عبید۔ زید بن عمرو۔ ورقہ بن نوفل نے تصدیق کی۔ زید بن عمرو حضرت عمرؓ بن الخطاب کے حقیقی چچا تھے۔

پہلی وحی

حضورؐ پر قرآن مجید کی پہلی آیت اقرا باسمہ ۱۷ رمضان المبارک مطابق ۱۰ اپریل ۶۱۰ء کو غار حرا میں نازل ہوئی اور آپ گھر تشریف لائے جناب خدیجۃ الکبریٰ سے حالات وحی بیان فرمائے۔ اسی سال حضرت جبرائیل نے وضو کا طریقہ حضورؐ کو بتایا اور نماز فجر و عصر فرض ہوئیں۔ نبوت کے سال اول میں حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ زید بن حارثؓ۔ حضرت بلالؓ۔ عمرو بن عتبہؓ۔ عمارؓ اور ان کے والدین۔ خالد بن عاص حضرت عثمان غنیؓ۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ طلحہؓ بن عبداللہ۔ سعدؓ بن ابی وقاص۔ ابو عبیدہؓ بن جراح، عبدالاسد بن ہلال۔ عثمانؓ بن مظعون۔ ابو حذیفہ۔ سائب۔ حضرت علیؓ اور خواتین میں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے بعد ام الفضلؓ زوجہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اسماءؓ بنت ابی بکر۔ اسماءؓ بنت عمیس۔ فاطمہؓ ہمشیرہ فاروق اعظمؓ نے اسلام قبول کیا اس مختصر سی جماعت نے اسلام کی تبلیغ کا آغاز کیا اور مشرکین مکہ نے ان مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوششیں شروع کر دیں۔

نبوّت کا دوسرا سال (۶۱۱ء)

کفار مکہ کی پے در پے دل آزاریوں کی وجہ سے حضورؐ نے کچھ مسلمانوں کو حبشہ کی طرف بھجوا دیا

اسلام کے نئے مسلمانوں نے پہلی دفعہ اپنا وطن چھوڑا۔ قرآن مجید میں اسلام قبول کرنے والوں میں سبقت حاصل کرنے اور اسلام کی خاطر ترک وطن کرنے والے ان ہی بزرگوں کا ذکر ہے ان میں عمارؓ ابن یاسر۔ حضرت عثمانؓ غنی اور ان کی زوجہ رقیہؓ۔ حذیفہؓ۔ عثمانؓ بن مظعون۔ عبداللہؓ بن مسعود۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ زبیرؓ بن عوام۔ مصعبؓ بن عمیر۔ عامر بنؓ ربیعہ۔ سہیلؓ بن بیضا اور جعفرؓ بن ابی طالب وغیرہم شامل تھے یہ ہجرت ماہ رجب میں ہوئی۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ بنت رسول اللہ کی ولادت اور سیدہ عائشہؓ صدیقہ کی ولادت بھی اسی سال ہوئی۔

نبوّت کا تیسرا سال (۶۱۲ء)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ جاری رکھی اور کفار و مشرکین کے گھروں پر جا کر اسلام کی

حقانیت واضح فرمائی۔ اس سال حضرت بلالؓ۔ ابوبکرؓ صدیق۔ عثمانؓ غنی مصعبؓ۔ یاسرؓ عمار کو زبردست ایذائیں دی گئیں۔ حضرت عثمانؓ غنی کو ان کے چچا حکم بن العاص چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیتے تھے اور انگاروں پر سلاتے تھے اسی وجہ سے حضورؐ نے حکم اور اس کی اولاد کو ناپسند قرار دے دیا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ حکم بن العاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نقلیں اتارتا تھا۔

نبوّت کا چوتھا سال (۶۱۳ء)

اس سال بھی مسلمانوں کے لئے مصائب امتحان کا سلسلہ جاری رہا حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت بلالؓ

کو سخت اذیتوں سے گزرنا پڑا۔ حضرت عمارؓ ابن یاسر کی والدہ سمیہؓ کو ابو جہل نے پہلے تو بری طرح زخمی کیا مگر وہ اسلام پر پختہ رہیں تو ابو جہل نے ان کی اندام نہانی میں نیزہ مار کر ان کو شہید کر دیا۔ اسلام میں سب سے اول شہادت کا درجہ ان ہی کو ملا۔

نبوّت کا پانچواں سال (۶۱۴ء)

حضرت عمر فاروقؓ کو مشرکین نے سردار بنا کر حضور نبی کریم کو قتل کرنے پر مامور کیا اور اس خدمت

کے عوض ایک سو اونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی دینے کی پیشکش کی۔ اسی سال مشرکین مکہ نے عمرو بن العاصؓ جو ابوجہل کے بھانجے تھے، کی سفارت میں ایک وفد شاہ حبش کی خدمت میں مسلمانوں کے خلاف بھیجا جس نے شاہ حبش کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے اور ان کو ملک سے باہر نکال دینے کی کوشش کی لیکن شاہ حبش نے ان کی کوئی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

نبوت کا چھٹا سال (۶۱۵ء)

حضرت عمرؓ فاروق ہتھیار بند ہو کر حضورؐ پر حملہ کرنے کے لئے آرہے تھے کہ راستہ میں حضرت سعدؓ نے ٹوکا انہوں نے مقصد بتایا تو حضرت سعدؓ نے فرمایا "پہلے اپنے گھر کی خبر لو جہاں قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے" چنانچہ گھر آئے تو دیکھا ان کی ہمشیرہ تلاوت فرما رہی تھیں انہوں نے سختی کے ساتھ منع کیا بلکہ مارا لیکن چند لمحوں کے بعد ہی ارادہ بدل گیا اور قرآن مجید کے الفاظ سن کر ایسے متاثر ہوئے کہ سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اسلام قبول کیا اس وقت یہ ۲۴ سال کے تھے اسی سال حضورؐ کے چچا حمزہؓ جو حضورؐ کے رضاعی بھائی بھی تھے مسلمان ہوئے ان کے مسلمان ہونے کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ ابوجہل حضورؐ پر زیادتی کر رہا تھا کہ ان سے برداشت نہ ہو سکا فوراً پہنچے اور حضورؐ کو بچایا۔ ابوجہل نے حمزہؓ سے کہا کہ تم بھی آج سے اس گروہ میں شامل ہو تو انہوں نے فرمایا بے شک میں آج سے مسلمان ہوں۔

نبوت کا ساتواں سال (۶۱۶ء)

یہ سال خاندان بنو ہاشم کیلئے انتہائی سختی کا تھا۔ مشرکین مکہ کے تمام قبائل نے مشترکہ طور پر فیصلہ کیا کہ اگر محمدؐ اپنے عقائد سے توبہ نہ کریں تو ان کا سماجی مقاطعہ کر دیا جائے اور ان کے خاندان سے بھی یہی سلوک کیا جائے چنانچہ مشرکین نے یہ عہد نامہ لکھ کر کعبہ کی دیوار پر لٹکا دیا جس سے خاندان بنو ہاشم کے افراد شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ حضرت ابی طالب نے مشرکین کے اصرار اور دباؤ کے باوجود قید کی بھوک پیاس برداشت کی لیکن حضورؐ کا دامن نہ چھوڑا۔ یہ محاصرہ ۹/۸ اپریل ۶۱۶ء کو شروع ہوا اور یکم مارچ ۶۱۹ء تک قائم رہا تین سال کا طویل عرصہ بنو ہاشم کے افراد بھوک اور پیاس سے

بلکتے تڑپتے رہے مگر مشرکین کی طرف سے عائد کی جانے والی پابندیوں کو قبول نہ کیا اس محاصرہ کے آخری دنوں میں مشرکین کے عہد نامہ کے الفاظ ضائع ہو گئے جس کی حضورؐ کو غائبانہ طور پر خبر مل گئی حضورؐ نے اپنے چچا ابی طالبؑ سے ذکر کیا چنانچہ انہوں نے آدمی بھیج کر اس کی تصدیق کرائی واقعی عہد نامہ کے الفاظ قدرتی طور پر حذف ہو چکے تھے چنانچہ تمام محصورین جن میں کوئی غیر ہاشمی نہ تھا باہر آ گئے اور مکہ میں اسلام کی تبلیغ زور و شور سے شروع کر دی۔

معراج نبوت اور نمازوں کی فرضیت

نبوت کے دسویں سال میں ۲۷ رجب مطابق ۱۵ مارچ ۶۱۹ء کو حضورؐ معراج پر تشریف لے گئے معراج کی رات ہی پانچ نمازیں فرض ہوئیں ان کے اوقات مقرر ہوئے اور نمازوں کی ترتیب اختیار کی گئی۔ فجر اور عصر کی نمازیں تو پہلے ہی فرض ہو چکی تھیں اب باقی تین کا اضافہ ہو گیا۔ معراج کی تصدیق اول بہ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؑ۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ نے فرمائی۔

وفات حضرت ابی طالبؑ اور خدیجۃ الکبریٰ

حضورؐ کے شفیق چچا حضرت ابی طالبؑ نے اسی سال ۱۱ رجب کو ۸۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضورؐ کیلئے اپنے چچا کی وفات کا صدمہ ہی قابل برداشت نہ تھا کہ ۱۲ رمضان کو جناب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کا انتقال ہو گیا حضورؐ کو ان دونوں کی موت کا بے حد ملال تھا اسی لئے حضورؐ نے اس سال کو حزن و ملال کا سال قرار دیا۔ وفات کے وقت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کی عمر ۶۵ سال تھی اور آپ ۲۵ سال حضورؐ کے حرم میں رہیں۔

سفر طائف

بعض مورخین کا بیان ہے کہ حضورؐ نے وفات حضرت ابی طالبؑ سے قبل طائف کا سفر اختیار کیا لیکن لیکن اکثر کا خیال ہے کہ رمضان کا مہینہ مکہ میں گزار کر آپ طائف تشریف لے گئے جو مکہ سے چالیس میل کے فاصلے پر ہے جہاں آپ کو شدید جسمانی اور ذہنی اذیتوں اور مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ شہر یہودیوں کی اکثریت پر مشتمل تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

پہلے سفر میں ہی تین اصحاب نے اسلام قبول کر لیا۔

نبوّت کا گیارھواں سال ۶۲۰ء

اس سال حضورؐ نے جناب عائشہ صدیقہؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ماہ شوال المکرم میں نکاح کیا جبکہ ان کی عمر نو سال تھی اور اسی سال کے ابتدا میں آپ نے سودہؓ بنت زمعہ سے عقد فرمایا۔ بعض مورخین[1] کا بیان ہے کہ جناب سودہؓ سے نبوت کے دسویں سال عقد کیا اور معراج نبوت کے گیارھویں سال ہوا۔ اسی سال حضرت ابوذر غفاریؓ نے اسلام قبول کیا اور مدینہ کے دو قبیلوں اوس اور خزاج کے درمیان زبردست جنگ ہوئی اس جنگ کے دوران مدینہ کے چھ اصحاب جو قبیلہ خزرج تھے مکہ آئے اور اسلام قبول کیا۔ ابو امالہ اسعد پہلے مدنی مسلمان ہوتے ان کے ساتھ رافعؓ بن مالک قطبہؓ بن عامر۔ جابرؓ بن عبداللہ۔ عقبہؓ عامر بھی تھے۔ حضورؐ نے ان لوگوں کو اس وقت تک نازل شدہ قرآن مجید لکھ کر دیا تاکہ مدینہ جا کر سنائیں۔ چنانچہ ان ہی بزرگوں نے مدینہ میں اسلام کی ابتدائی تبلیغ کی۔

نبوّت کا بارھواں سال ۶۲۱ء

مدینہ جس کا نام یثرب تھا اور حضور نبی کریم کی وجہ سے مدینہ مشہور ہوا۔ اسلام کی خوشبو سے معطر ہونے لگا اس سال مسلمانوں کی تعداد ایک سو کے قریب ہو گئی اس میں قبیلہ اوس اور خزرج کے لوگ شامل ہوئے بہت سے لوگ مکہ آئے اور حضورؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے اسی سال بیعت عقبہ اولیٰ ہوئی اور پھر بیعت عقبہ ثانی ہوئی (مشرکین خفیہ طور پر آ کر اسلام قبول کرتے رہے۔

نبوّت کا تیرھواں سال ۶۲۲ء

حضورؐ نے حکم خداوندی کے تحت مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے کی تیاری شروع کر دی تاکہ مدینہ میں جو کہ حضورؐ کا ننھیالی شہر تھا بیٹھ کر اسلام کا پیغام دوسروں تک پہنچا سکیں۔

---

[1] لیکن میری تحقیق کے مطابق یہ صحیح ہے جو ابتدائی سطور میں درج ہے۔ ن

نبوت کا چودھواں سال ۶۲۳ء

مکہ کے مسلمانوں نے ہجرت شروع کردی۔ دو دو چار چار کی صورت میں مکہ سے نکلتے اور صحرائی راستہ طے کرکے مدینہ پہنچ جاتے۔ ان لوگوں نے مدینہ میں حضورؐ کی تشریف آوری کی اطلاع دے دی تھی اور مدینہ کے لوگ روزانہ سواروں کے منتظر رہتے تھے۔ حضورؐ نے یکم ربیع الاول کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ سفر اختیار کیا اور مکہ سے نکل کر سات میل دور غار ثور میں تشریف لائے۔ یہ غار جنوب پہاڑی میں واقع ہے اور اس کی بلندی پانچ فٹ کے قریب ہے۔ حضورؐ مکہ میں اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو سلا آئے تھے۔ جب مشرکین مکہ کو آپ کے بارے میں معلوم ہوا تو سخت گھبرا گئے۔ ادھر ادھر تلاش کیا مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ غار کے منہ پر مکڑی کا جالا اور کبوتر کے انڈے دیکھ کر واپس لوٹ گئے۔ حضورؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ تین روز تک غار میں رہے۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر کھانا پکا کر لاتیں اور عبداللہ بن ابوبکر خبر گیری کرتے۔ عبداللہ بن ارقیط بھیڑ بکریوں کا ریوڑ لاتے تاکہ نقش پا ضائع ہو جائیں۔ تیسرے دن حضورؐ غار سے باہر آئے اور مدینہ کو روانہ ہوئے۔ آپ مدینہ میں ۸ ربیع الاول ۱۰ اکتوبر ۶۲۳ء کو داخل ہوئے۔ جمعرات کا روز تھا حضورؐ نے مدینہ کے باہر کچھ فاصلہ پر قیام فرمایا اور دوسرے روز اسی جگہ پر پہلی نماز جمعہ ادا فرمائی۔ اس نماز میں مدینہ کے ایک سو اصحاب شامل تھے اور اسی جگہ حضورؐ نے خود پتھر ڈھو کر مسجد تعمیر کی جس کا نام مسجد قبا ہے اور مدینہ سے ۳ میل باہر مکہ کی جانب واقع ہے۔ حضرت علیؓ حضورؐ کے داخل مدینہ ہونے سے چار روز بعد مکہ سے تشریف لائے۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر ۲۲ سال ہو چکی تھی۔

سن ہجری کا آغاز

چونکہ اسلامی سن ہجرت نبوی سے شروع ہوتا ہے۔ یہ ہجرت چودھویں سال نبوت ماہ ربیع الاول میں ہوئی تھی۔ یہ سال اسی ماہ پر ختم کر دیا گیا اور ہجری سال اسی ماہ سے شروع ہوا۔ اس طرح پہلا ہجری سال ۱۰ ماہ کا شمار کیا جاتا ہے۔ بعض روایات کے مطابق حضرت عمرؓ نے اس کا آغاز کیا۔

ہجرت کا پہلا سال

اس سال ماہ ربیع الثانی میں نماز ظہر اور عشار کی رکعتوں میں اضافہ ہوا۔ اذان[1] کا حکم نازل ہوا اور اذان کی ترتیب مقرر کی گئی اس سال حضورؐ نے مختلف قبائل سے معاہدات امن کئے حضرت سلمان فارسیؓ نے اسلام قبول کیا حضورؐ نے مختلف سرداروں کے پاس اسلام کا پیغام بھیجا۔

ہجرت کا دوسرا سال

اس سال ۱۸ رجب کو زکوٰۃ فرض ہوئی ۱۵ شعبان کو تحویل کعبہ کا حکم نازل ہوا۔ اب تک مسلمان قبلہ اول بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن اس سال کعبہ مکرمہ کو قبلہ نماز قرار دیا گیا ۱۲ ار فروری ۶۲۴ء مطابق ۳۰ شعبان کو رمضان کے روزے فرض ہوتے حضورؐ نے اس خدائی حکم کا اعلان فرمایا تمام مسلمانوں نے روزہ رکھا۔

جہاد کی فرضیت

اسی سال ماہ شعبان میں جہاد کی فرضیت کا حکم نازل ہوا اور حضورؐ نے مسلمانوں کو اسلام کی کی خاطر جہاد کے لئے تیار رہنے کی تاکید فرمائی۔

جنگ بدر ۱۲ مارچ ۶۲۴ء

ان ہی دنوں مکہ کے ایک شخص کرز بن جابر نے مدینہ کے نواح میں مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے لوٹ مار کی۔ جب مدینہ کے مسلمانوں کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے اس کا تعاقب کیا مگر وہ شخص مکہ فرار ہو چکا تھا مسلمانوں کو خبر ملی کہ ابوسفیان تجارتی قافلہ لے کر شام کی طرف گیا ہوا تھا اور اب واپس آنے والا ہے مکہ کے اس شخص کے جرم کے بدلہ میں ابوسفیان کے قافلہ کو روک لیا جائے یہ اطلاع ابوجہل کو بھی مل گئی اس نے مکہ میں تیاری کا حکم دے دیا اور ایک ہزار افراد کا لشکر لے کر مدینہ کی طرف بڑھا۔ ابوسفیان مدینہ کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ سے

---

[1] روایت ہے کہ اذان کی تجویز حضرت عمرؓ نے پیش کی تھی۔

مکہ پہنچا۔ مسلمانوں نے اس کے قافلہ سے کوئی تعرض نہ کیا۔ مکہ پہنچ کر ابوسفیان کو ابوجہل کے بارے میں خبر ملی تو اس نے ابوجہل کو کہلا بھیجا کہ واپس آجاؤ میں بہ امن و امان مکہ آگیا ہوں۔ ابوجہل نے پیغام سن کر کہا "اب لڑے بغیر نہیں جاؤں گا"۔ چنانچہ اس نے بدر کے مقام پر لشکر کو بٹھا دیا یہ جگہ مدینہ سے صرف پچاس میل کے فاصلہ پہ ہے۔ دوسری طرف حضورؐ نے بھی مسلمانوں کو دفاع کے لئے حکم دیا۔ ۳۱۲ صحابہ کرام نے ابوجہل کے حملہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا یہ معرکہ کفر و اسلام ۱۷ ر رمضان المبارک مطابق ۳ مارچ ۶۲۴ء کو ہوا۔ اس میں ۷۰ کفار ہلاک اور ۹۰ گرفتار ہوئے۔ مسلمانوں کی طرف سے ۶ مہاجر اور ۸ انصار شہید ہوئے۔ کفار کا باقی لشکر پسپا ہو کر بھاگ گیا۔ حضورؐ نے بنو ہاشم کے ان افراد کی عام معافی کا اعلان فرمایا۔ جو ابوجہل کے ہمراہ بدر میں شامل ہوئے تھے ان میں حضورؐ کے چچا عباس بن عبدالمطلب بھی تھے اسی معرکہ میں اسلام کے بدترین دشمن ابوجہل کو ایک نوعمر صحابی معاذ بن عمرو نے قتل کر دیا۔ بدر میں کفار کی عبرتناک شکست اور اسلام کی فتح اول کا مکہ کے لوگوں پر گہرا اثر پڑا۔ عمرو بن العاص اور خالد بن ولید جو مشرکین مکہ کی طرف سے لڑنے آئے تھے مایوس ہو کر بھاگ نکلے۔ معرکہ بدر میں حضرت عثمانؓ شامل نہیں تھے۔ روایت ہے کہ ان کی زوجہ رقیہ بیمار تھیں حضورؐ نے ان کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تھا۔ معرکہ بدر کے دوسرے روز مروان بن حکم پیدا ہوا اور آٹھویں روز حضورؐ کے چچا ابولہب کی ہلاکت ہوئی جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

دختر رسولؐ کا وصال

حضورؐ معرکہ بدر میں مصروف تھے کہ جناب رقیہؓ دختر رسولؐ اللہ زوجہ حضرت عثمانؓ غنی کا وصال ہوا۔ حضورؐ ۲۲ ر رمضان کو مدینہ واپس آئے (حضورؐ کی صاحبزادیاں رقیہؓ اور ام کلثومؓ ابی لہب کے لڑکوں عتبہ و عتیبہ کی بیویاں تھیں انہوں نے طلاق دے دی تو بالترتیب حضرت عثمانؓ کے عقد میں آئیں)

سیدہ فاطمہؓ کا عقد

معرکہ بدر سے مدینہ واپس آنے پر حضورؐ نے اپنی دختر سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کا عقد حضرت علیؓ

سے فرمایا اور دوسری دختر حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کیا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ ذی النورین کہلائے حضورؐ کو حضرت علیؓ سے بھی بے پناہ محبت تھی اور ہمیشہ ان کے جذبات و احساسات کا احترام فرماتے تھے سیدہ فاطمہؓ کا ان سے نکاح اسی محبت اور شیفتگی کا مظہر تھا۔

حضورؐ کے قتل کی سازش

بدر میں شکست کھانے کے بعد مکہ کے مشرکین نے انتقام لینے کے لئے عمیر بن وہب کو مدینہ بھیجا کہ وہ حضورؐ کو قتل کر دے لیکن یہ شخص مدینہ آ کر حضورؐ سے ملا اور مسلمان ہو گیا پھر اسلام کی تعلیم حاصل کر کے مکہ پہنچا اور اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔

صدقہ و عید الفطر

۶۲۵ء ۲۷ رمضان المبارک کو سیدہ فاطمہؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح ہوا۔ اسی روز عید الفطر[1] کا حکم نازل ہوا، اور صدقہ و فطرہ عید کے احکام دیئے گئے حضورؐ نے فطرہ کی شرح مقرر کی اور سب سے پہلا فطرہ حضورؐ نے ۲۸ رمضان کو ادا فرمایا اسی لئے قبل عید فطرہ کی ادائیگی افضل ہے

ہجرت کا تیسرا سال

کفار مکہ نے ابوجہل کے قتل کے بعد ابوسفیان کو اپنا امیر مقرر کر لیا اور بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔ ابوسفیان نے گزشتہ سال شام کی تجارت میں پچاس ہزار مثقال سونا (تقریباً ۷ من ۱۲ سیر) منافع حاصل کیا تھا اس منافع میں ۲۵ دوسرے حصہ دار شامل تھے لیکن منافع کی رقم اس نے حصہ داروں کو ادا نہ کی اور مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ کے اخراجات کے لئے مخصوص کر لی۔

جنگ احد ۶۲۵ء

یہ جنگ احد نامی پہاڑ کے دامن میں لڑی گئی جو مدینہ سے تین میل دور واقع ہے۔ کفار کا لشکر ۶۲۵ء ۷ شوال کو مکہ سے چلا اس میں وہ عورتیں نمایاں تھیں جن کے بھائی۔

---

[1] بعض علماء کے مطابق معرکہ بدر کی خوشی کے طور پر عید الفطر منانے کا حکم نازل ہوا

باپ شوہر یا بیٹے بدر میں قتل ہو گئے تھے ان عورتوں کی سالار ہندہ تھی ابوسفیان کی بیوی اور حضرت امیر معاویہ کی والدہ۔

مسلمانوں نے کفار کو مدینہ سے دور رکھنے کیلئے ایک ہزار افراد پر مشتمل فوج تیار کی۔ اس میں جنگ بدر کے تمام غازی شامل تھے حضورؐ ۱۴ شوال کو نماز جمعہ پڑھ کر مدینہ سے روانہ ہوئے اور مدینہ میں ام کلثوم کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ مغرب کے وقت مسلمان دامن احد میں خیمہ زن ہوئے اور ۱۵ شوال کی صبح جنگ کا آغاز ہوا۔ حضورؐ نے اپنی فوج میں سے تین صد کم عمر بچوں کو علیحدہ کر کے خیموں میں بھجوا دیا۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت حمزہؓ۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابو دجانہؓ نے بہادری کے جوہر دکھائے اور کفار کا لشکر دوپہر تک شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ کفار کی پسپائی کے بعد فتح کی خوشی میں مسلمانوں نے احد کی وہ گھاٹی جو تیر اندازی کے لئے موزوں تھی چھوڑ دی چنانچہ خالد بن ولید جو اس وقت لشکر کفار کے نائب سالار تھے ایک میل کا چکر کاٹ کر واپس احد کی گھاٹی پر آ گئے اور قبضہ کر کے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا مسلمان اس اچانک حملہ سے پریشان ہو گئے حضورؐ پر دشمنوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی لیکن صحابہ کرام نے آپ کے گرد گھیرا ڈال لیا اور دشمن کے تیروں کو اپنے جسم پر روکنے لگے تاہم حضورؐ زخمی ہو گئے لوگوں میں شور بلند ہوا کہ نعوذ باللہ حضور شہید ہو چکے ہیں حالانکہ حضرت مصعبؓ بن عمیر جو حضور کے قریباً ہمشکل تھے شہید ہو چکے تھے۔ حضورؐ کے بارے میں غلط افواہ مدینہ تک پہنچ گئی اور مدینہ کی عورتیں جن میں سیدہ فاطمہؓ اور جناب عائشہؓ بھی شامل تھیں لاٹھیاں لے کر احد کی طرف دوڑیں۔ لیکن مسلمانوں نے بھرپور حملہ کر کے کفار کو شکست دے دی اس جنگ میں مسلمانوں کی طرف سے ۶۵ انصار اور ۴ مہاجر شہید ہوئے حضورؐ کے چچا حضرت حمزہ نے شہادت پائی۔

ہندہ کی کلیجہ خوری

ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے میدان جنگ میں حضرت حمزہؓ کی لاش کی بے حرمتی کی اور جسم کے اعضا کاٹ دیئے۔ پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکال کر چبایا اور ناک کاٹ کر ساتھ لے گئی

ہندہ نے حضرت حمزہؓ کی لاش کے ساتھ جو سلوک کیا حضورؐ پر گراں گزرا اور زندگی بھر افسوس کرتے رہے مدینہ واپس آکر خواتین مدینہ سے فرمائش کی کہ وہ حمزہؓ کی لاش پر بھی روئیں کیوں کہ مدینہ میں ان کی موت پر چند بنی ہاشم کے علاوہ کوئی رونے والا نہ تھا۔

امام حسنؓ کی ولادت

اسی سال حضرت علیؓ کے صاحبزادے، حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ کے بطن سے امام حسنؓ کی ولادت ۱۵ رمضان کو ہوئی۔ حضورؐ فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے نومولود کو اٹھا کر سینے سے لگایا پوچھا نام کیا تجویز ہوا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا شبر، حضورؐ نے جواباً فرمایا حسنؓ۔ شبر عبرانی نام تھا۔ حضورؐ نے شبر کے معنی میں عربی نام تجویز فرمایا اس قسم کے نام حجاز میں پہلے نہیں رکھے جاتے تھے۔ شبر، شبیر اور مبشر حضرت ہارون کے لڑکوں کے نام تھے حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بمنزلہ ہارون فرمایا تھا اس لئے انکی اولاد کے نام بھی انہی معنوں میں حسن حسین اور محسن تجویز کئے اسی سال حضرت عبداللہؓ بن زبیر کی ولادت ہوئی

حضرت حفصہؓ سے عقد

حضورؐ نے اسی سال شعبان کے مہینہ میں حضرت عمر فاروقؓ کی بیٹی جناب حفصہؓ سے نکاح فرمایا اس وقت جناب حفصہؓ کی عمر ۲۲ سال تھی اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہؓ سے حضورؐ نے ماہ رمضان میں عقد فرمایا ان کی عمر ۳۰ سال کے قریب تھی آپ صرف ۲ ماہ زندہ رہیں۔

شراب اور خنزیر کی ممانعت

اسی سال ماہ ذوالحجہ میں اللہ تعالیٰ نے شراب اور خنزیر کی ممانعت فرمائی۔ حضورؐ نے یہ حکم منادی کے ذریعہ لوگوں تک پہنچایا جس مسلمان نے منادی سنی فوراً گھر جا کر شراب کے مٹکے توڑ دیئے اور اس دن یہ عالم تھا کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب ہی شراب نالیوں میں بہتی نظر آتی تھی

ہجرت کا چوتھا سال

ماہ محرم میں قطن کے مقام پر مشرکین کی بغاوت اور حملہ کو مسلمانوں نے فرو کیا۔ اس سے اگلے

ؔ ان کے پہلے خاوند عبداللہؓ بن جحش جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔

ماہ صفر میں نجد کے بعض قبیلوں نے مسلمانوں کو قتل کرنے اور لوٹ مار کی کوشش کی لیکن قدرت نے ان سب کو مرض طاعون میں مبتلا کر دیا اور وہ موت سے ہمکنار ہوئے یا بھاگ گئے اس موقع پر حضورؐ کو یقین ہوگیا کہ مدینہ میں کچھ یہودی ایسے ہیں جنہوں نے مسلمانوں سے امن کے معاہدات توڑ رکھے ہیں لیکن وہ قریش مکہ کے لئے جاسوسی کرتے ہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔ سویق کے مقام پر ماہ رجب میں مختصر سی جنگ ہوئی جو مسلمانوں نے جیت لی۔ اور کفار پھر شکست کھا گئے۔

بدر صغریٰ

ماہ شعبان میں کفار مکہ نے پھر مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے لشکر فراہم کیا اور بدر کے مقام پر خیمہ زن ہوئے حضورؐ نے مسلمانوں کی قیادت کرتے ہوئے ان کو شکست دی۔ کفار بھاگ نکلے اور مسلمانوں نے مال غنیمت حاصل کیا۔

امام حسینؓ کی ولادت

شعبان کی ۳ تاریخ کو سیدہ فاطمہؓ کے بطن سے حضرت علیؓ کے دوسرے صاحبزادے کی ولادت ہوئی۔ حضورؐ نے ان کا نام حسینؓ تجویز کیا حضرت علیؓ نے ان کا نام شبیر تجویز کیا تھا۔

اسی سال ماہ رمضان میں حضرت علیؓ کی والدہ محترمہ فاطمہؓ بنت اسد نے وفات پائی اور حضرت عثمان غنیؓ کے صاحبزادے عبداللہ کا انتقال ہوا۔

حضرت ام سلمہؓ

حضورؐ نے اسی سال ماہ ذیقعدہ میں ان سے عقد فرمایا جبکہ ان کی عمر ۲۶ سال تھی۔ یہ ہجرت حبشہ میں اپنے خاوند عبداللہ[1] کے ساتھ شامل تھیں پھر میاں بیوی مکہ آگئے جب مدینہ کو ہجرت شروع شروع ہوئی تو اہل مکہ نے ان کے لڑکے اور خاوند کو روک لیا یہ اکیلی مدینہ آئیں ایک سال بعد ان کا خاوند اور لڑکا بھی مدینہ آگئے ان کے خاوند جنگ احد میں زخمی ہو کر جاں بحق ہو گئے تھے۔

---

[1] حضرت عبداللہ عرف ابوسلمہ حضورؐ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔

پردے کا حکم

حضورؐ کے ام سلمہؓ سے نکاح کے دوسرے روز اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے پردے کا حکم نازل فرمایا اس کا اعلان بھی بذریعہ منادی مدینہ کے لوگوں تک پہنچایا گیا اور مسلمان عورتوں نے پردہ اختیار کیا یہ روایت بھی ہے کہ پردہ کی تجویز حضرت عمرؓ نے پیش کی تھی جس پر حکم ربانی نازل ہوا۔

ہجرت کا پانچواں سال

سال کے آغاز میں حضورؐ شام کے سرحدی علاقوں میں تبلیغ کی خاطر اور سرکش قبیلوں پر دبدبہ بٹھانے کے لئے دومۃ الجندل جو مدینہ سے دس منزل شام کی طرف واقع ہے تشریف لے گئے اور مدینہ میں سباع بن عرفہ غفاریؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ شام کی سرحد پر آباد مختلف قبائل سے معاہدے کئے اور آخر ماہ ربیع الاول میں مدینہ تشریف لائے۔

غزوہ بنو مصطلق

شعبان میں بنو مصطلق سے جنگ ہوئی۔ اس مرتبہ حضورؐ کے ہمراہ جناب عائشہ صدیقہ بھی تھیں غزوہ کے بعد جب حضورؐ واپس آئے تو اسی قافلہ میں جناب عائشہ صدیقہ پیچھے رہ گئیں۔ جس کی وجہ سے منافقین کو مختلف نوع کی باتیں کرنے کا موقعہ ملا۔ جناب عائشہ صدیقہ واپسی پر ڈیڑھ ماہ تک اپنے والد کے گھر میں رہیں اور وحی الہٰی آنے کے بعد حضورؐ کے ہاں تشریف لائیں قرآن مجید کی سورۃ نور ام المومنین ہی کی صفائی میں نازل ہوئی۔

غزوہ خندق

کفار و مشرکین مکہ نے مدینہ کے آس پاس کے ان یہودی قبائل کو جن کے مسلمانوں کے ساتھ معاہدے تھے، اکسایا اور مشترکہ طور پر مسلمانوں کو شکست دینے کے لئے لشکر لے آئے۔ اس موقع پر حضرت سلمانؓ فارسی نے حضورؐ سے کہا کہ مدینہ سے باہر نکل کر جنگ لڑی جائے بلکہ مدینہ کے گرد خندقیں کھود کر دشمن کو روکا جائے۔ چنانچہ مدینہ کے گرد خندقیں کھودی گئیں۔ مخالف لشکر نے محاصرہ شروع کر دیا یہ محاصرہ ایک ماہ تک جاری رہا۔ جب محاصرہ کی شدت میں اضافہ ہوا تو

حضورؐ نے صحابہ میں آکر فرمایا کہ کوئی ہے جو محاصرہ کرنے والوں کی خبر لائے تو حضرت زبیرؓ بن عوام میدان میں نکلے حضورؐ نے ان کو حواری کا خطاب دیا حضرت زبیرؓ دشمن کی صفوں میں چلے گئے اور تمام حالات حاصل کر کے واپس آئے کہ دشمن حملہ کرنے والے ہیں۔

کفار کے لشکر سے عمرو بن عبدود نے خندق عبور کر لی۔ حضرت علیؓ نے اسے قتل کر دیا۔ کفار اور یہودیوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ ابوسفیان اچانک اور شدید حملہ کرنا چاہتا تھا اس کا گمان تھا کہ یہودی تاخیر کر کے مسلمانوں سے مل جائیں گے اور اہل مکہ کو شکست ہو گی لیکن دوسرے اس تجویز کے مخالف تھے چنانچہ دشمن کا یہ لشکر رسد اور کمک کی کمی کی وجہ سے شکست کھا گیا۔ آخری رات اس زور کی آندھی آئی کہ مخالف لشکر جس کی تعداد ۲۴ ہزار تھی اپنا سامان چھوڑ کر منتشر ہو گیا لیکن جاتے ہوئے ایک قلعہ پر جو بنی قریظہ کا تھا اور اس میں مسلمان بچے عورتیں پناہ گزین تھے حملہ کر دیا مگر حضرت زبیرؓ کی والدہ صفیہ بنت عبدالمطلب قلعہ سے باہر آگئیں خواتین نے بے جگری سے مقابلہ کیا اور دشمن کو بھگا دیا اس جنگ میں صرف ایک مسلمان شہید ہوا۔

ہجرت کا چھٹا سال

حضورؐ نے ایک خواب دیکھا جس کے مطابق آپ اپنے صحابہؓ کے ہمراہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے چنانچہ آپ نے اس سال عمرہ ادا کرنے کا اعلان کیا اور صحابہ کرامؓ کو تیار ہونے کا حکم دیا۔ ماہ ذیقعد کی ۱۰ تاریخ کو حضورؐ ۱۴۰۰ (ایک ہزار چار سو صحابہ کرامؓ) کی جماعت لے کر مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے مکہ کے قریب کراع الغنیم مقام پر خیمہ زن ہوئے۔ مسلمانوں کی آمد کی اطلاع سن کر مشرکین مکہ نے یہ سمجھا کہ مسلمان حملہ کی نیت سے آئے ہیں انہوں نے خالد بن ولید کے زیر کمان ایک فوج مزاحمت کے لئے روانہ کی۔ الغنیم کے پاس خالد بن ولید مسلمانوں کے نرغے میں پھنس گئے مسلمان چونکہ جنگ کے ارادے سے نہیں آئے تھے اس لئے انہوں نے خالد بن ولید کو چھوڑ دیا اور اہل مکہ کے پاس حضورؐ نے پیغام بھجوا دیا کہ ہم صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں۔ عمرہ کے بعد واپس چلے جائیں گے لیکن اہل مکہ نے اس پیغام کا کوئی جواب نہ دیا۔

سفارت

حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ آپ مکہ جاکر میرا پیغام اہل مکہ کو پہنچائیں اور ان کا جواب لائیں لیکن حضرت عمرؓ نے معذرت کا اظہار کیا چنانچہ حضورؐ نے حضرت عثمانؓ غنی کو سفارت پر مامور کیا جن کا خاندان مکہ میں موجود تھا حضرت عثمانؓ مکہ گئے، ابوسفیان اور دیگر سرداران مکہ سے بات چیت کی ابھی یہ گفتگو کسی نتیجہ پر نہ پہنچی تھی کہ مسلمانوں کو خبر ملی کہ حضرت عثمانؓ کو اہل مکہ نے شہید کر دیا ہے جس سے حضورؐ کو سخت صدمہ پہنچا۔ حضورؐ نے یہ خبر سن کر مسلمانوں کو ایک درخت کے نیچے جمع کیا اور ان سے بیعت لی کہ جب تک خونِ عثمانؓ کا بدلہ اہل مکہ سے نہیں لیا جائے گا مسلمان جہاد میں مصروف رہیں گے۔ یہ خبر اہل مکہ کو ملی تو وہ خوف زدہ ہو گئے اس دوران حضرت عثمانؓ واپس آئے اور حضورؐ کو صورت حال سے باخبر کیا دونوں فریقوں نے اپنے سفیر گفتگو کے لئے مقرر کئے۔

صلح حدیبیہ

چنانچہ حدیبیہ کے مقام پر دونوں فریقین نے ایک معاہدہ تحریر کیا جس کے مطابق اس سال مسلمان عمرہ نہ کریں گے آئندہ سال صرف تین دن کے لئے مکہ میں رہ سکیں گے اگر مکہ کا کوئی شخص مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تو مسلمان اسے آزاد کر دیں گے اور مسلمان اگر اہل مکہ کے قابو میں آگیا تو وہ آزاد نہیں کریں گے وغیرہ، اکثر صحابہ کرام کو معاہدہ کی شرائط منظور نہ تھیں لیکن حضورؐ نے مصلحت خداوندی اور حکمت کے تحت دستخط کر دیئے، بلکہ محمد الرسول اللہ کے الفاظ جو معاہدہ پر حضرت علیؓ نے رقم فرمائے تھے اپنے ہاتھ سے کاٹ کر محمد ابن عبداللہ تحریر فرمایا۔ اور عمرہ ادا کئے بغیر واپس مدینہ آ گئے۔

حضورؐ نے اسی سال گھوڑوں اور اونٹوں کو جنگی نکتہ نگاہ سے دوڑانے اور ان سے کام لینے کے قواعد نافذ کئے۔

اسی سال حضرت ابوہریرہؓ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حاشیہ: قرآن مجید میں بیعت رضوان کا یہی واقعہ بیان ہوا۔

حضرت اُم حبیبہؓ

آپ ابوسفیان کی بیٹی اور حضرت معاویہؓ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں اپنے خاوند عبیداللہ بن جحش کے ہمراہ ہجرت کر کے حبش چلی گئی تھیں جہاں ان کے شوہر نے اسلام ترک کر کے عیسائیت اختیار کر لی اور ان کو طلاق دے دی جس پر حضرت اُم حبیبہ نے حضورؐ سے نکاح کی خواہش ظاہر کی آپ نے قبول فرمائی ان کا حق مہر ۴۰۰ دینار شاہ حبش نے مقرر کیا جبکہ دیگر ازواج محترمات کے مہر ۵۰۰ درہم یعنی ۱۲۵ روپے اور حضرت خدیجہؓ کا مہر ۱۰۰ اونٹ مقرر تھے۔

ہجرت کا ساتواں سال

خیبر کے یہودیوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا تھا۔ حضورؐ کی ذاتی چراگاہ سے آپ کی چند اونٹنیاں لے کر فرار ہو گئے لیکن ایک مسلمان نے تعاقب کر کے اونٹنیاں واپس لے لیں۔ خیبر کا علاقہ یہودیوں کی ریشہ دوانیوں کا مرکز تھا اس میں سات اہم قلعے تھے اور قریباً بیس ہزار مسلح یہودی ان میں موجود رہتے تھے۔ حضورؐ نے پہلے تو مختلف وفود کو بھیج کر معاملہ کو گفتگو کے ذریعے سلجھانے کی کوشش کی لیکن یہودی امن پسندی سے منحرف ہو چکے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے معاہدوں کی خلاف ورزی پر آمادہ تھے اس لئے حضورؐ نے ان کی سرکوبی کا فیصلہ فرمایا اور سولہ سو صحابہ کی جماعت لیکر ۷ محرم کو مدینہ سے خیبر روانہ ہوئے اور مدینہ میں سباعؓ بن عرفہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔

جنگِ خیبر

مسلمانوں کے لشکر نے خیبر کے چھ قلعے فتح کر لئے ساتواں ابھی باقی تھا اس قلعہ میں مرحب نامی مشہور یہودی پہلوان موجود تھا جس کی بہادری کا سکہ جاری تھا۔ حضورؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور دیگر بزرگوں کو پرچم دے کر بھیجا لیکن فتح نہ ہوئی۔ آخری روز حضورؐ نے فرمایا کہ آج جس شخص کو میں پرچم دوں گا اسی کے ہاتھ سے فتح ہو گی چنانچہ پرچم حضرت علیؓ کے سپرد کیا گیا حالانکہ حضرت علیؓ آنکھوں کی بیماری میں مبتلا تھے لیکن انہوں نے مرحب کو قتل کر

کے قلعہ فتح کر لیا اس جنگ میں مسلمانوں کی طرف سے گیارہ انصار اور چار مہاجر شہید ہوئے اور ۹۳ یہودی مارے گئے۔ سارا علاقہ فتح ہو گیا۔ عہد نبوی میں یہ پہلی جنگ تھی جس میں مدینہ کی بیس عورتوں کو زخمیوں کی امداد کیلئے ساتھ رکھا گیا یہ جنگ مدینہ سے ۸۰ میل دور ۶۲۸ء میں ہوئی

فدک

حضورؐ خیبر سے مدینہ واپس آنے کے لئے فدک نامی قصبہ میں قیام پذیر ہوئے یہاں کے یہودیوں نے از خود ہتھیار ڈال کر اطاعت قبول کر لی اور حضورؐ کو ایک باغ پیش کیا جسے حضورؐ نے اپنے مہمانوں کے اخراجات کے لئے مخصوص فرمایا یہی وہ باغ ہے جس کی وراثت پر مسلمانوں کے موجودہ دو گروہوں میں اب تک بحث جاری ہے۔

متعہ کی ممانعت

اکثر مورخین کا بیان ہے کہ اس سفر کے دوران وحی الٰہی کے تحت حضورؐ نے متعہ کی ممانعت کا حکم دیا اور اسی جگہ ہجرت حبشہ کے اصحاب واپس حضورؐ سے آکر ملے ان کے قائد حضرت جعفر بن ابی طالب تھے۔ شیعہ علمائے کرام کا موقف ہے کہ حضرت عمرؓ نے متعہ کی مخالفت کی تھی۔

بادشاہوں کے نام خطوط

واپس مدینہ آکر حضورؐ نے ماہ رجب میں مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کو خطوط لکھے اور اسلام کی دعوت دی۔ ہرقل روم کا خط وحیہؓ کلبی۔ مقوقس شاہ مصر کا خط حاطبؓ بن ابی عقبہ۔ شاہ بحرین منذر بن سادہ کا خط علاؓ بن الطفری۔ عمان کے شاہ یمامہ کا خط عمروؓ بن العاص شاہ دمشق کا خط حضرت شیلا۔ شاہ یمن کا خط شجاعؓ بن وہب۔ شاہ فارس کا خط مہاجرؓ بن سعد اور شاہ بصرہ کا خط حارثؓ بن عمیر ازدی کے ہاتھ روانہ کئے۔ شاہ حبش اسی سال مسلمان ہو گئے ایران۔ افغانستان اور چین کے بادشاہوں کے نام خطوط عبداللہؓ بن خذافہ لے گئے تھے۔

عمرہ اوّل

اسی سال حضورؐ دو ہزار صحابہ کے ہمراہ ماہ ذی قعدہ میں عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے اور مدینہ میں حضرت ابوذرؓ غفاری کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ حضورؐ معاہدے کے مطابق مکہ پہنچے اور تین روز قیام کیا۔ اس دوران

حضرت میمونہؓ بنت حارث سے عقد فرمایا اور واپسی پر حضرت حمزہؓ کی صاحبزادی عمارہؓ کو ساتھ لے کر مدینہ تشریف لائے۔

خالد بن ولید کا قبول اسلام

حضرت عمروؓ بن العاص کچھ عرصہ پہلے مسلمان ہو گئے تھے ان دنوں میں خالد بن ولید اور عثمانؓ بن طلحہ نے اسلام قبول کیا یہ تینوں اصحاب مدینہ آکر آباد ہو گئے۔ اسی سال ماہ جمادی الثانی میں حضرت صفیہؓ نے ۷۱ سال کی عمر میں حضورؐ سے نکاح کیا۔

ہجرت کا آٹھواں سال

جنگ موتہ

حضورؐ نے حاکم بصریٰ کے نام جو خط حارثؓ بن عمیر کے ہاتھ روانہ کیا تھا۔ موتہ کے گورنر نے سرحد شام کے پاس اس قاصد کو گرفتار کر کے شہید کر دیا۔ اس کی اطلاع حضورؐ کو ماہ ربیع الاول میں ملی۔ چنانچہ آپ نے محاسبہ کے ارادے سے تین ہزار صحابہ کا لشکر جمع کر کے زید بن حارث کو سالار مقرر فرمایا۔ یہ لشکر ربیع الثانی میں مدینہ سے روانہ ہوا جب لشکر اسلام موتہ کے مقام پر پہنچا تو یہاں کے گورنر شرجیل بن عمرو نے ایک لاکھ فوج کے ساتھ مقابلہ کی ٹھانی۔ دونوں فوجیں جنگ آزما ہوئیں۔ سالار لشکر حضرت زیدؓ شہید ہو گئے تو ان کی جگہ جناب جعفرؓ بن ابی طالب سالار مقرر ہوئے یہ بھی شہید ہو گئے ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تھے مگر پرچم سینہ سے لگا کر اس وقت تک بلند رکھا جب تک کہ تیسرے سالار عبداللہ بن رواحہ نہیں پہنچے تھے جناب عبداللہؓ بھی شہید ہو گئے تو پرچم ثابتؓ بن اقرم نے سنبھال لیا اور اس قوت سے لڑے کہ ایک لاکھ کا لشکر جرار پندرہ ہزار لاشیں چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

حضرت خالدؓ بن ولید اسلام قبول کرنے کے بعد جہاد میں پہلی بار شامل ہوئے تھے ان کی جنگی صلاحیتوں کا سکہ بیٹھ گیا اور مسلمان فتح کے پرچم لہراتے ہوئے واپس مدینہ آئے

یہ جنگ ۸ جمادی الاول میں ہوئی اور مسلمان و عیسائیوں کے درمیان پہلی باقاعدہ جنگ تھی عیسائیوں پر اس کا شدید اثر پڑا۔ حضورؐ نے خالدؓ بن ولید کو سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا

فتح مکہ

ماہ شعبان میں حضورؐ کو اطلاع ملی کہ اہل مکہ نے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قبیلہ خزاعہ کو تنگ کرنا شروع کر دیا ہے۔ خزاعہ نے حضورؐ سے امداد کی درخواست کی۔ آپ نے مدینہ میں اعلان جہاد فرمایا اور مکہ پر حملہ کی تیاری شروع کر دی اس دوران اہل مکہ کو بھی خبر مل گئی کہ مسلمان معاہدہ کی خلاف ورزی پر مکہ والوں کا محاسبہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ مکہ کے سرداروں نے مشورہ کر کے ابوسفیان کو سفیر بنا کر مدینہ روانہ کیا کہ وہ مسلمانوں سے تجدید عہد کر آئے۔ ابوسفیان جب مدینہ پہنچا تو اس نے مختلف صحابہ سے علیحدہ علیحدہ بات کرنے کی کوشش کی مگر کسی نے بھی اس کی بات نہ سنی۔ ابوسفیان حضورؐ کا سامنا کرنے سے گھبراتا تھا۔ البتہ اپنی بیٹی ام حبیبہؓ سے ملنے کے لئے حرم میں آیا اور حضورؐ کے پلنگ پر بیٹھنے لگا تو جناب ام حبیبہؓ نے بستر نیچے سے کھینچ لیا اس نے وجہ پوچھی تو ام المومنین نے جواب دیا کہ تم میرے والد ضرور ہو مگر حضورؐ کے بستر پر کوئی مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان یہ بات سن کر کھسیانہ ہو گیا اور باہر چلا آیا اس دوران راستے میں حضرت علیؓ سے ملاقات ہو گئی اس نے ان سے اپنا مدعا بیان کیا تو حضرت علیؓ نے ازراہ مذاق اس سے کہا کہ آپ علیحدہ علیحدہ کیوں بات کرتے ہیں مسجد نبوی میں نماز کے وقت سب جمع ہوں گے اس وقت اپنی طرف سے تجدید کا اعلان کر دینا سب سن لیں گے ابوسفیان نے اسے غنیمت سمجھا اور مسجد نبوی کے صحن میں آ کر اہل مکہ کا پیغام سنایا اور جواب کا انتظار کئے بغیر مدینہ سے چلا گیا۔

جب اہل مکہ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے سخت سرزنش کی کہ بوڑھا ہو کر بچوں ایسی حرکت کر آیا اس طرح بھی کہیں معاہدے ہوتے ہیں؟ کئی روز تک اہل مکہ نے ان کا مذاق اڑائے رکھا۔

سفرِ مکہ

حضورؐ ۱۰ رمضان کو دس ہزار صحابہ کا لشکر لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے ابھی راستہ میں تھے کہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ملے ان کے ہمراہ بنو ہاشم کے اور افراد بھی تھے حضورؐ نے دیگر افراد کو بحفاظت مدینہ بھجوا دیا اور حضرت عباسؓ کو جو حضورؐ کی نبوت پر ایمان لا چکے تھے لشکر میں شامل کر کے مکہ سے چار میل دور ایک قصبہ "مرالظہران" کے پاس خیمہ زن ہوگئے اہل مکہ کو مسلمانوں کے لشکر کی اطلاع ملی تو وہ سخت پریشان ہوئے۔ ابوسفیان جو کہ مکہ کا سردار تھا خود اپنے غلاموں کے ہمراہ حالات کا جائزہ لینے کے لئے اس وادی میں آیا۔ مسلمانوں کے لشکر میں روشنی دیکھ کر اس نے اندازہ لگا لیا کہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کرنا مشکل ہے ابوسفیان اپنے غلام سے باتیں کر رہا تھا کہ حضرت عباسؓ نے آواز پہچان لی اور اسے اندر بلا کر سمجھایا کہ اب بہتر یہی ہے۔ کہ اسلام قبول کر کے اہل مکہ پر احسان کرو۔ ابوسفیان سوچ میں پڑ گیا حضرت عباسؓ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور اپنے خچر پر بٹھا کر حضورؐ کے پاس لے آئے۔ جب حضرت عمرؓ موجود تھے انہوں نے ابوسفیان کو دیکھتے ہی تلوار کھینچ لی اور اسے قتل کرنا چاہتے تھے کہ حضورؐ نے روک دیا آپؐ نے ابوسفیان سے فرمایا میں ایک رات کی مہلت دیتا ہوں سوچ لو۔ چنانچہ حضرت عباسؓ کی تحریک اور پیش آنے والے حالات کا جائزہ لے کر اس نے دوسری صبح مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اس کے بیٹے حضرت معاویہؓ چند روز قبل مسلمان ہو چکے تھے۔ اہل مکہ نے جب دیکھا کہ ان کا سردار ہتھیار پھینک چکا ہے جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور اہل مکہ کو اسلام سے دور رکھنے میں سخت تھا مسلمان ہو چکا ہے تو جنگ بیکار ہے مکہ کے لوگوں نے اس موقع پر کوئی جنگ نہیں کی اور نہ ہی ارادہ ظاہر کیا۔

حضورؐ نے اعلان عام کر دیا کہ جو شخص ابوسفیانؓ کے خیمہ میں آ کر پناہ لے اسے معاف کر دیا جائیگا جو اسلام قبول کر لے اس کو بھی مسلمانوں کی پناہ حاصل ہوگی۔ ماہ شوال میں اہل مکہ نے اسلام قبول کیا۔ خانہ کعبہ کو بتوں سے صاف کر دیا گیا اور حضورؐ نے کعبہ میں پہلی بار نماز باجماعت ادا فرمائی۔

جنگِ حنین

ابھی حضورؐ مکہ میں قیام فرما تھے کہ طائف اور مکہ کے درمیان آباد بنی ہوازن اور بنی ثقیف کی جنگی تیاریوں کی خبر ملی چنانچہ آپ نے لشکر تیار کیا اس میں دس ہزار اہل مدینہ اور بارہ ہزار اہل مکہ شامل تھے۔ حنین کی طرف روانہ ہوئے اس لشکر کے سالار حضورؐ خود تھے جنگ کی ابتدا میں دو ہزار کے قریب افراد جو اہل مکہ تھے جان بوجھ کر پسپا ہونے لگے جب حضورؐ کو علم ہوا تو خود میدان جنگ میں تشریف لائے آپ خچر پر سوار تھے اور حضرت عباسؓ نے خچر کی لگام پکڑ رکھی تھی مسلمان جوش و خروش سے لڑے اور فتح پائی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو چھ ہزار مشرک قیدی۔ چوالیس ہزار اونٹ، پانچ ہزار بھیڑیں اور بکریاں۔ چار ہزار اوقیہ چاندی اور دیگر قیمتی سامانِ غنیمت حاصل ہوا۔ صرف چار صحابی شہید ہوئے یہ جنگ ۲۷ رجب سنہ ۹ ھ ۶۳۰ء کو ہوئی۔

فتحِ طائف

یہ قبائل حنین میں شکست اٹھانے کے بعد طائف چلے گئے اور اس شہر کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا لیا۔ حضورؐ نے طائف کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا اس محاصرہ کے دوران اکثر قبائل نے اسلام قبول کر لیا اور کچھ قبائل نے سیاسی پناہ مانگی جو حضورؐ نے عطا فرمائی۔ طائف کی فتح کے بعد آپ مکہ تشریف لے آئے اور عتابؓ بن اسید کو حاکم مقرر فرمایا۔ یہ عہد نبوی کے پہلے با تنخواہ حاکم تھے۔ ان کا معاوضہ ایک درہم روزانہ (قریباً بیس پیسہ) مقرر ہوا۔

حضورؐ مکہ سے چل کر ۲۴ ذی قعدہ کو مدینہ پہنچے۔

دیگر اہم واقعات

اسی سال حضورؐ کے صاحبزادے ابراہیم اور صاحبزادی زینب کا انتقال ہوا۔ ابراہیم ماریہؓ کے بطن سے تھے۔ ماریہ اور اس کی دو بہنیں سیرین، ثقفین شاہ حبش نے بطور تحفہ حضورؐ کو پیش کی تھیں سیرین کاتب وحی دحیہ کلبی کی زوجہ بنیں اور ثقفین عبیدؓ کی لونڈی رہیں۔ طائف کے مشہور سردار عروہ بن مسعود اسی سال مسلمان ہوئے مگر اپنی قوم کے ہاتھوں شہید ہو گئے اسی سال مسجد نبوی میں لکڑی کا ممبر بنا۔

بحرین میں اسلام

یہ سال اسلامی فتوحات کے لحاظ سے اہم تھا۔ بحرین کے حاکم منذر بن ساری نے حضورؐ کے خط پر اسلام قبول کیا اور اس طرح ریاست کی آبادی بھی مسلمان ہوگئی اور آس پاس کی ریاستوں کے سردار بھی رفتہ رفتہ اسلام کی تعلیمات سے آگاہ ہوکر مسلمان ہوتے گئے۔

ہجرت کا نواں سال

جنگ تبوک

جنگ موتہ میں عیسائیوں کو شکست فاش ہوئی تھی اس کا داغ مٹانے کے لئے ہرقل حاکم شام نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے لشکر جرار فراہم کیا۔ حضورؐ کو اس کی خبر ملی تو تیس ہزار فوج تیار کر کے سرحد شام کی طرف روانہ ہوئے اور مدینہ میں محمدؓ بن مسلمہ انصاری کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ مسلمانوں کا یہ لشکر ۱۵ر رجب کو مدینہ سے روانہ ہوا۔ اس میں حضرت علیؓ شامل نہیں تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت علیؓ کو حضورؐ نے شامل لشکر کرنے کی بجائے مدینہ میں گھر کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا۔ حضورؐ لشکر کے ہمراہ تبوک کے مقام پر پہنچے جو شام کی سرحد پر واقع ہے۔ کفار نے جنگ کی بجائے سیاسی معاہدہ کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ حضورؐ نے شرائط طے کرکے ان سے معاہدہ کیا اور تبوک سے طائف آئے جہاں دیگر عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔

اسی جنگ کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تمام گھر کا سامان مالیتی چار ہزار درہم، حضرت عمرؓ فاروق نے نصف جائیداد مالیتی ۱۲ ہزار درہم اور حضرت عثمانؓ نے دس ہزار دینار اور ۳۰۰ اونٹ حضورؐ کی خدمت میں پیش کئے مگر جنگ نہ ہوئی حضورؐ نے تمام سامان و نقدی بیت المال میں جمع کرادی۔

حج کی فرضیت

اسی سال اللہ تعالیٰ نے حج فرض قرار دیا۔ حضورؐ نے حکم خداوندی کا اعلان فرماتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو پہلا امیر حج مقرر کرکے ۳ ہزار صحابہ کی جماعت حج کے لئے روانہ کردی۔ چند روز

کے بعد حضرت علیؓ کو بھی مکہ روانہ کیا تاکہ وہ یوم حج کے موقع پر سورۃ برأت کی چالیس آیات جو اس وقت تک نازل ہوئی تھیں سنائیں۔ اس حج کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مکہ میں منادی کرائی کہ اس شہر میں جو مشرک آباد ہیں ان کو مزید چار ماہ کی مہلت ہے اس دوران وہ اسلام قبول کر لیں یا مکہ سے چلے جائیں یہ اعلان سن کر تمام مشرک مسلمان ہو گئے۔

اسی سال حضورؐ کی صاحبزادی حضرت کلثومؓ کی وفات ہوئی۔ حضرت عثمان غنیؓ کے حرم میں حضورؐ کی دو صاحبزادیاں تھیں لیکن ان کے بطن سے کوئی نسل نہیں چلی۔

ہجرت کا دسواں سال

یمن کے لوگوں تک اسلام کی تعلیمات کا چرچا پھیل چکا تھا اور کچھ اصحاب نے اسلام بھی قبول کر لیا تھا۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو باقاعدہ تبلیغی مشن کے طور پر یمن بھیجا۔ حضرت علیؓ نے اہل یمن کو اسلام سے واقف کرایا یمن کا علاقہ بغیر کسی جنگ کے حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ حضرت علیؓ نے یہاں کے لوگوں سے زکوٰۃ و صدقات وصول کئے اور پھر حج کی نیت سے مکہ اس وقت تشریف لائے جب حضورؐ بھی حج کے ارادہ سے مکہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔

حضورؐ کا آخری حج

حضورؐ ۲۶ ذی قعدہ کو مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے اصحاب و احباب کی کثیر تعداد آپ کے ہمراہ تھی۔ ۴ ذوالحج کو آپ مکہ پہنچے یہ اتوار کا دن تھا۔ چنانچہ مناسک حج ادا کرنے کے بعد آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا جسے تاریخ میں "حجۃ الوداع" کہا جاتا ہے اس سال ایک لاکھ مسلمانوں نے حج کیا۔

خطبہ حجۃ الوداع

حضورؐ نے اس خطبہ میں ارشاد فرمایا...... کہ "اسلام دین کے اعتبار سے مکمل ہو چکا ہے۔ آج سے کسی عربی کو عجمی پر، کسی گورے کو کالے پر کوئی تفوق و امتیاز حاصل نہ ہو گا۔ تمام مسلمان برابر ہیں ان میں امتیاز صرف تقویٰ ہو گا۔ ایک مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کا خون جائز نہ ہو گا"۔ اسی موقع پر آپ نے ہر قسم کے سود کو حرام قرار دیا اور جس شخص کے ذمہ سود تھا اس کو

معافی دی گئی۔ حضورؐ نے اپنے خاندان کا واجب الاداسود جو کئی لاکھ دینار تھا خود معاف فرمایا اور لوگوں سے کہا کہ تمہارے لئے قرآن مجید اور میرا عمل کافی ہے۔ اسی موقعہ پر حضورؐ نے خون بہا کی معافی کا عام اعلان کیا۔

غدیر خم

حج سے فارغ ہونے کے بعد ۲۶ ذوالحجہ کو حضورؐ مدینہ آتے ہوئے غدیر کے مقام پر قیام پذیر ہوئے اس جگہ کنواں یا چشمہ موجود تھا۔ حضورؐ نے صحابہ کرام کو جمع کیا اور حضرت علیؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ علیؓ کا مقام وہی ہے جو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ کا تھا۔ ہارونؑ نبی تھے مگر میرے بعد نبوت ختم ہے جو علیؓ کا دوست ہوگا وہ میرا دوست ہوگا اور جو علیؓ کا دشمن ہوگا وہ میرا بھی دشمن ہوگا میں شہر کا علم ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔

حضورؐ کا ارشاد سن کر سب سے پہلے حضرت عمرؓ فاروق نے حضرت علیؓ کو مبارکباد پیش کی۔

مباہلہ

اسی سال حضورؐ پر آیت مباہلہ نازل ہوئی اور حضورؐ نے اپنے خاندان کے افراد میں سے جناب علیؓ۔ فاطمہؓ اور حسنینؓ کو ساتھ لے کر مباہلہ کی شرط پوری کر کے منکرین اسلام پر حجت تمام کی (حضورؐ کی دیگر اولاد وفات پا چکی تھی اور نواسی سیدہ امامہ مدینہ سے باہر تھیں)

مسیلمہ کذاب

مسیلمہ کذاب جھوٹا مدعی نبوت مدینہ آیا حضورؐ سے ملاقات کی۔ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی لیکن واپسی پر مرتد ہوگیا اور خود نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا اسے ابوبکرؓ صدیق نے اپنے عہد خلافت میں قتل کیا اس کی بیوی سجاح معاویہؓ کے عہد میں مسلمان ہوئی۔

ہجرت کا گیارہواں سال

اس سال ماہ محرم میں حضورؐ بخار میں مبتلا ہوگئے جس کی وجہ سے آپ کمزور ہوگئے۔ صفر کی ۲۶ تاریخ کو بدھ کے روز آپ کی صحت بحال ہوگئی اور آپ نے غسل صحت فرمایا

مسلمانوں میں آپ کی بیماری کی وجہ سے جو تشویش پیدا ہوئی تھی اس میں کمی واقع ہوئی۔

جھوٹے مدعیان نبوت

ان ہی دنوں جبکہ آپ بیمار تھے۔ مسیلمہ، طلحہ خویلد۔ اسود عنسی اور ایک عورت سجاح بنت حارث نے دعویٰ نبوت کئے اور اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں مگر مدینہ سے ایک شخص فروز نے اسود عنسی کو قتل کر دیا جس سے دوسرے مدعیان نبوت خوفزدہ ہو گئے اور اپنی سرگرمیوں کو پوشیدہ کر لیا بلکہ کچھ مدینہ سے بہت دور چلے گئے۔

مرض کا دوسرا حملہ

ابھی حضورؐ کی صحت پوری طرح نہیں سنبھلی تھی کہ بخار نے پھر حملہ کر دیا۔ آپ بیمار ہو گئے۔ اسی بیماری کے دوران آپ نے حضرت اسامہؓ بن زید کو سپہ سالار مقرر کر کے شام کی طرف لشکر روانہ فرمایا۔ مگر آپ کی سخت بیماری کی وجہ سے پھر رک گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کی امامت

بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کو نماز کی امامت کے لئے مقرر فرمایا حضورؐ کی زندگی میں حضرت ابوبکرؓ امام صلوٰۃ مقرر ہوئے اور انہوں نے ۱۷ نمازیں پڑھائیں۔

انہی دنوں حضورؐ نے وصیت کیلئے قلم اور کاغذ طلب کیا اس سلسلہ میں علماؔ و مورخین میں سخت اختلاف ہے کچھ کا موقف یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے قلم و کاغذ حضورؐ کو پیش کرنے کی اجازت ہی نہ دی اور بعض کا بیان ہے کہ قلم و کاغذ حضورؐ کے سامنے لایا گیا حضورؐ نے چند حروف لکھے یا لکھوائے مگر آپ پر غشی طاری ہو گئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضورؐ کو مزید زحمت نہ دو۔ ہمارے لئے قرآن اور سنت رسول کافی ہے۔ اس سلسلہ میں بعض علماؔ نے قلم و قرطاس کے واقعہ کا سرے سے وجود ہی تسلیم نہیں کیا بہر حال امت میں اس مسئلہ پر دو فکری گروہ موجود ہیں جن کا مسلک ایک دوسرے سے متضاد ہے کچھ کہتے ہیں کہ حضورؐ حضرت علیؓ کے حق میں وصیت کرنا چاہتے تھے اور کچھ کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ صدیق کے حق میں۔

اسی موقع پر حضرت عبداللہؓ بن عباس نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ آئندہ کے لئے حضورؐ سے دریافت کر لیں کہ خلافت کس کا حق ہے تو حضرت علیؓ نے جواب دیا اگر حضورؐ نے ہمارے حق میں نہ کردی تو قیامت تک ہمیں خلافت نہیں مل سکے گی۔

وصال

۱۲ ربیع الاول مطابق ۸ جون ۶۳۲ء اتوار، آفتاب طلوع ہوا تو حضورؐ نے اس دنیا سے وصال فرمایا۔ وصال کے وقت آپ حضرت عائشہؓ صدیقہ کے حجرے میں تھے۔ حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ حضرت اسامہؓ، حضرت فضلؓ بن عباس نے غسل دیا۔ دوسرے روز تک آپ کا جسم مبارک حجرہ میں رکھا رہا اور لوگ باری باری آتے رہے اور عصر کے وقت اسی حجرہ میں دفن ہوئے۔

اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت عمرؓ موجود نہ تھے کیونکہ وہ ثقیفہ بنو ساعدہ چلے گئے تھے جہاں انتخاب خلافت کا مسئلہ پیدا ہو چکا تھا

غزوات نبوی

حضورؐ کی زندگی میں بعثت کے بعد نو بڑی جنگیں ہوئیں اور ۷۳ چھوٹی۔ ان کل ۸۲ جنگوں میں ۲۸۷ مسلمان شہید، ۱۲۷ زخمی اور ایک قید ہوا۔ کفار میں سے ۷۲۳ قتل ۶۵۶۴ قیدی ہوئے ان قیدیوں میں سے صرف دو قتل ہوئے باقی تمام آزاد کر دیئے گئے اور ماسوا چھ اشخاص کے باقی نے اسلام قبول کیا۔

رسول اللہؐ کے مقرر کردہ گورنر

حضور نبی کریمؐ کے وصال تک اسلامی ریاست کی حدود بحرین۔ یمن۔ طائف۔ نجران تیما اور خیبر کے علاقوں تک مشتمل تھی۔ حضورؐ نے یمن میں حضرت علیؓ کو کچھ دنوں کیلئے حاکم مقرر کیا تھا اپنے وصال کے وقت انہیں مدینہ بلوالیا۔ دوسرے گورنر یہ تھے۔

ابو موسیٰؓ اشعری والی مارب۔ شہرؓ باذان والی صنعا۔ علاؓ بن الحضرمی والی بحرین۔ علیؓ ابن ابی طالب افسر خزانہ یمن۔ خالدؓ بن سعید یمن۔ مہاجرؓ بن ابی امیہ والی کندہ۔ عمروؓ بن العاص والی

عمان ۔ ابو سفیانؓ بن حرب والی نجران ۔ یزیدؓ ابن ابی سفیان والی تیما ۔ عتابؓ ابن اسید والی مکہ
معاذؓ بن جبل والی جند ۔ زیادؓ بن سبعید والی حضر موت ۔

کاتبانِ رسالت

حضور نبی کریم کے چالیس کاتبوں میں حضرت علیؓ
حضرت عثمانؓ حضرت زیدؓ بن ثابت ۔ ابیؓ ابن
کعب ۔ دحیہؓ کلبی کتابت وحی پر مامور تھے ان میں ایک ظلم عبداللہ ابن ابی سرح کا بھی تھا
جو بعد میں مرتد ہو گیا ۔ حضورؐ نے اس کے بارے میں حکم دیا تھا کہ جہاں ملے قتل کر دو خواہ وہ
غلاف کعبہ سے کیوں نہ چمٹا ہوا ہو ۔

خطوط نویسی کیلئے حضورؐ نے خالدؓ بن سید بن العاص ۔ معاویہؓ بن ابو سفیان کاتب وحی ۔ عبداللہ
بن ارقم ۔ عثلابن عقبہ کو مامور فرمایا ہوا تھا ۔ ان میں حضرت علیؓ ۔ حضرت عثمانؓ اور
وحیہؓ کلبی نے جو حضورؐ کے ہم زلف بھی تھے وحی الہٰی کی سب سے زیادہ کتابت کی ۔

ازواج و اولاد

حضورؐ نے اپنی حیات میں گیارہ عورتوں سے نکاح
کیا ۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ ۔ جناب عائشہ صدیقہؓ ۔
جناب حفصہؓ ۔ جناب زینبؓ بنت خزیمہ ۔ جناب ام سلمہؓ ۔ جناب زینبؓ بنت حجش ۔ جناب
جویریہؓ ۔ جناب ام حبیبہؓ ۔ جناب صفیہؓ ۔ جناب میمونہؓ

ان کے علاوہ ایک لونڈی جناب ماریہ قبطیہؓ بھی حضورؐ کے حرم میں رہیں ۔

بنات الرسولؐ

جناب خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے حضورؐ کی چار لڑکیاں
ہوئیں ۔ سیدہ زینبؓ پہلی صاحبزادی کی ولادت مکہ میں
ہوئی جبکہ حضورؐ کی عمر تیس سال تھی ان کا نکاح ابو العاص سے ہوا ۔ ابو العاص سیدہ خدیجۃ الکبریٰ
کی حقیقی ہمشیرہ خولیہ کے نواسے تھے ۔ ان ہی ابو العاصؓ کو جنگ بدر میں گرفتار کیا گیا تھا اور سیدہ
زینبؓ نے اپنی والدہ کا طلائی ہار بطور فدیہ حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا تھا ۔ حضورؐ نے
ابو العاص کو رہا کر دیا اور ہار بھی واپس کر دیا ۔ جناب زینبؓ نے مدینہ میں ۸ ہجری کو وفات پائی

ان کے ایک لڑکے کا نام علی تھا جو وفات پا گیا اور لڑکی کا نام امامہ تھا جن سے حضرت معاویہؓ نکاح کرنا چاہتے تھے مگر انہوں نے حضرت علیؓ سے نکاح قبول کیا۔

سیدہ رقیہؓ۔ یہ صاحبزادی بھی خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے تھیں ان کا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا تھا ہجرت حبشہ میں خاوند کے ساتھ تھیں ۲ ہجری میں جنگ بدر کے دوران مرض چیچک میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔ ان کے بطن سے ایک لڑکا عبداللہ ہوا جو چھ سال کی عمر میں وفات پا گیا

سیدہ ام کلثومؓ۔ حضورؐ کی تیسری صاحبزادی بھی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے تھیں ان کا نکاح ۳ ہجری میں حضرت عثمان غنیؓ سے ہوا۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ۹ ہجری میں وفات پائی

سیدۃ فاطمۃ الزہرہؓ۔ یہ بھی سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے تھیں ان کا نکاح حضرت علی المرتضےٰؓ سے ہوا۔ ان کے بطن سے امام حسنؓ۔ امام حسینؓ۔ محسنؓ۔ سیدہ زینبؓ اور ام کلثومؓ پیدا ہوئے محسن بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔

ابنائے رسولؐ

قاسم سیدۃ خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے ایک صاحبزادہ قاسم ہوا جس کی وجہ سے حضورؐ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ لیکن دو سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ دوسرے صاحبزادے کا نام عبداللہ تھا انہی کو طیب و طاہر بھی پکارا جاتا ہے ان کی وفات مکہ میں ہوئی۔

تیسرے صاحبزادے کا نام ابراہیم تھا جو جناب ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے تھے ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی۔

۱؎ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ للعالمین کے صفحہ ۱۱۴ جلد دوم پر لکھتے ہیں کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے سابقہ خاوندوں میں سے کوئی اولاد بقید حیات نہیں تھی جبکہ ان سے حضور نے نکاح کیا البتہ دیگر ازواج محترمات میں جناب ام سلمہؓ کی ۲ لڑکیاں درہؓ۔ زینبؓ۔ ام کلثومؓ اور حضرت ام حبیبہؓ کی ایک لڑکی پہلے خاوند سے تھیں انہوں نے خاندان نبوت میں تعلیم و تربیت پائی

منصب خلافت

(انصار مدینہ کی نظر میں)

حضور کے وصال کی خبر ملنے کے فوری بعد انصار مدینہ کا اجتماع ثقیفہ بنوساعدہ میں ہوا۔ انصار کے رہنما حضرت سعد بن عبادہ نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، اے گروہ انصار خدمت اسلام میں جو افضلیت تم کو حاصل ہے عرب کے کسی قبیلہ کو حاصل نہیں، رسول اللہ اپنی قوم کو برسوں خدائے واحد کی طرف بلاتے رہے لیکن چند لوگوں کے سوا کسی نے ان کی بات نہیں مانی۔ یہاں تک کہ ان کی قوم نے ایذا رسانی شروع کر دی اور ان کے ماننے والے ان کی حفاظت سے قاصر ہے یہ شرف اللہ تعالیٰ نے انصار کو دیا کہ وہ رسول اکرم کے حامی و مددگار رہے۔ دین حق کی تبلیغ کے لئے آگے بڑھے، پھر تلواروں سے عرب کو رسول اللہ کا مطیع کیا رسول اللہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت تم سے خوش ہو گئے تھے ان ہی خدمات کی وجہ سے خلافت کے صرف تم ہی حقدار ہو کیونکہ حضور نے فرمایا کہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی تفوق یا سوائے تقویٰ کے حاصل نہ ہوگا ———

انصار مدینہ نے اس استحقاق کے باوصف حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت کی جبکہ وہ ہمیشہ کیلئے خلافت سے محروم کر دیئے گئے تھے لیکن کسی مقام پر خروج یا بغاوت کا بعد میں پروگرام نہ بنایا اور نہ تلواریں سونت کر خلافت صدیق کے خلاف میدان میں نکلے۔ وصال نبوی کے بعد امت کے دو گروہوں میں یہ پہلا فکری اختلاف تھا۔

(الامامۃ والسیاستہ امام ابن قتیبہ)

خلافتِ صدیقیؓ سے عہدِ عثمانؓ تک

+++++

۱۰ جون سنہ ۶۳۲ء سے ۱۷ جون سنہ ۶۵۶ء تک

سقیفہ بنو ساعدہ

وصالِ نبوی کے بعد مسلمانوں پر رنج و ملال کا چھا جانا قدرتی بات تھی مسجدِ نبوی سوگواروں سے بھر چکی تھی تمام اجل صحابہ مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ عمر فاروقؓ۔ عثمان غنیؓ۔ اور حضرت علی مرتضیٰؓ غسل و دفن کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ ایک انصاری نے آکر حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کو اطلاع دی کہ انصار کی ایک جماعت بنو ساعدہ میں جمع ہے جو حضورؐ کے بعد اپنے میں سے کسی کو جانشین بنانا چاہتی ہے چنانچہ ہر دو اصحاب اسی وقت بنو ساعدہ چلے گئے جو مدینہ کا ہی ایک محلہ ہے اور مسجد نبوی سے دو تین فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔

جماعت انصار نے حضرت سعدؓ بن عبادہ کو خلیفہ مقرر کرنے پر غور شروع کر رکھا تھا حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے اس موقعہ پر پہنچ کر یہ موقف پیش کیا کہ حضورؐ کی جانشینی کا حق [illegible] یا میں اس شخص کو حاصل ہے جو حضورؐ کا قریبی ہو چنانچہ دونوں فریقوں کے درمیان زبردست بحث و تلخ کلامی ہوئی بلکہ بعض مورخوں کے بیان کے مطابق اس بحث و تکرار میں کچھ آدمی زخمی بھی ہوئے مہاجرین کے آنے سے انصار نے یہ موقف اختیار کیا کہ ایک خلیفہ انصار میں سے چنا جائے دوسرا مہاجرین میں سے اور دونوں باری باری اپنے فرائض انجام دیں۔ حضرت عمرؓ نے اس تجویز کو سختی سے رد کیا اور مجوز کو سرزنش کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس موقع پر خلیفہ کے لئے مہاجرین میں سے دو نام تجویز کئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح اور حضرت عمرؓ۔ لیکن حضرت عمرؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کا نام تجویز کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس اجتماع میں موجودہ مہاجرین اور کثیر تعداد انصار نے بھی بیعت کی لیکن سعدؓ بن عبادہ اور بعض دیگر انصاریوں نے انکار کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۹ جون ۶۳۲ء بروز پیر امت کے نئے خلیفہ اور رسول اللہ کے جانشین منتخب ہوئے۔

"یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے مفاد امت اور تبلیغ دین کیلئے جس قدر انفرادی یا اجتماعی فیصلے اور احکام نافذ کئے ان کا مرکز مسجد نبوی ہی رہا اور ماسوا اس واقعہ کے خلفاء کرام نے بھی مسجد نبوی ہی کو رکھا تا آنکہ حضرت علیؓ کوفہ منتقل ہوئے"

۲۲ ہزار صحابہ کی بیعت

۱۴ ربیع الاول مطابق ۱۰ جون ۶۳۲ء کو حضرت ابوبکر صدیقؓ مسجد نبوی میں تشریف لائے اس موقع پر ۲۲ ہزار افراد جن میں صحابہ رسول بھی شامل تھے آپ سے بیعت کی۔ اس موقع پر آپ نے پہلا خطبہ ارشاد فرمایا —— بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت مقدادؓ، حضرت عمارؓ، حضرت سعدؓ بن عبادہ، حضرت سلمانؓ فارسی، حضرت ابوسفیانؓ، حضرت خالدؓ بن سعید، حضرت سہیلؓ، حضرت ابوایوبؓ انصاری اور چند دوسرے اصحاب نے ان کی بیعت نہیں کی مگر بعد میں کر لی حضرت علیؓ نے ایک ہفتہ یا چالیس روز بعد بیعت کی اور امت نے متفقہ انتخاب کیا۔

ابوسفیانؓ بن حرب کی تجویز

ابوسفیانؓ نے حضرت علیؓ کو اس فیصلہ سے جا کر کہا کہ خلافت تمہارا حق تھا اگر کہو تو بنی امیہ کی تلواریں تمہاری حمایت کے لئے اٹھائی جائیں" علیؓ نے جواب دیا۔

"تم کیوں اسلام میں رخنہ ڈالنے کی سوچ کرتے ہو" (طبقات ابن سعد وغیرہ)

[illegible] نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کو اس بات کا ملال ضرور تھا کہ ان کو مشورہ میں شامل نہیں کیا گیا جبکہ وہ حضورؐ کے قریبی تھے۔

مسئلہ فدک

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں فدک کی وراثت کا مسئلہ پیدا ہوا جس سے امت میں دو گروہ ہو گئے۔ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ بنت رسول اللہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے وہ باغ فدک طلب کیا جو حضورؐ کو فتح خیبر کے بعد یہودیوں نے خیر سگالی کے

۱؎ سب اول امہات المومنین نے حضرت عائشہ کے ذریعہ رسولؐ کی وراثت کا مطالبہ کیا تھا جس پر حضرت ابوبکرؓ نے جواب [illegible]

طور پر دیا تھا لیکن حضرت ابوبکرؓ صدیق نے یہ باغ بطور وراثت سیدہ فاطمہؓ کو دینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ نبیؐ صلعم کی دنیاوی میراث کوئی نہیں جو کچھ بھی ہے وہ بیت المال کا حصہ ہے۔ سیدہ فاطمہؓ کا موقف یہ تھا کہ وہ اپنے والد کی جائیداد کی وارث ہیں۔ لیکن ان کو یہ باغ نہ دیا گیا اس مسئلہ پر بعد میں امت میں ایسا اختلاف ہوا کہ آج تک موجود ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کا موقف درست تھا؛ یا حضرت ابوبکرؓ صدیق کا۔

فاطمۃ الزہرہؓ کی وفات

بنت رسول اللہ اپنے والد کے وصال اور دیگر حالات سے ایسی رنجیدہ خاطر ہوئیں کہ حضورؐ کے وصال کے دو ماہ یا چالیس روز اور بعض روایات کے مطابق چھ ماہ بعد وفات پا گئیں رات کو انہیں غسل و کفن دیا گیا اور رات ہی کو جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ اہل مدینہ یا دیگر صحابہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو دوسرے روز آپ کی وفات کی خبر ملی اور وہ حضرت علیؓ کے مکان پر افسوس کیلئے گئے

جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف جہاد

مسیلمہ کذاب اور دیگر جھوٹے مدعیان نبوت مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کے خلاف حضرت صدیق اکبرؓ نے جہاد کیا۔ مورخین کا اتفاق ہے کہ اگر اس وقت حضرت ابوبکر صدیق ان کا محاسبہ نہ فرماتے تو امت خلفشار کا نشانہ بن جاتی۔

جو لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گئے تھے ان میں سے اکثر نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا اور جن لوگوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی بیت المال کو نہ کرنے اور مرکزیت توڑنے کی کوشش کی تھی ان کو راہ راست پر لایا گیا یہ تینوں اہم کام حضرت صدیق اکبر کے عہد خلافت کے سال اول میں طے ہوئے اور لشکر شام جو مدینہ سے کچھ فاصلہ پر جناب اسامہ بن زید کی قیادت میں رکا ہوا تھا شام کی طرف روانہ ہوا۔

خلافت صدیقی کا دوسرا سال ۱۲ھ

اس سال میں مسقط۔ عمان۔ حضرموت کے علاقے مسلم ریاست میں باقاعدہ شامل

ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جناب ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت خالد بن ولید کو امدادی لشکر دے کر شام کی طرف روانہ کیا۔ دونوں لشکر فتح حاصل کرتے ہوئے شام کی دیواروں تک جا پہنچے۔ یہ سال انہی جنگی سرگرمیوں میں صرف ہوا۔ اس لشکر میں ابوسفیان کے بیٹے حضرت معاویہؓ و یزید بھی شامل تھے۔

خلافت صدیقی کا تیسرا سال ۱۳ھ

اس سال کے آغاز میں ہی حضرت ابوبکرؓ نے عکرمہؓ بن ابی جہل کو فوج دے کر حضرت خالدؓ بن ولید کی امداد کے لئے شام کی سرحد پر روانہ کیا۔ دوسری طرف حضرت عمروؓ بن العاص کو فلسطین کی مہم پر اور یزید بن ابوسفیان کو دمشق، شرجیلؓ بن حسنہ کو اردن اور ابوعبیدہؓ بن جراح کو حمص کے علاقوں میں روانہ کیا ان کو ہدایت کی کہ یہ علاقے فتح کرنے کے بعد اپنی فوجیں شام لے جائیں جہاں عیسائی مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہیں چنانچہ جب یہ علاقے فتح ہو گئے تو تمام لشکر یک جا ہو کر یرموک پہنچے اور ایک حصہ نے بصرہ پر حملہ کر دیا۔ زبردست جنگ کے بعد مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

بصرہ و یرموک کی فتح

بصرہ فتح ہونے کے بعد اسلامی لشکر یرموک پہنچا۔ چنانچہ ۱۳ ربیع الاول کو یرموک فتح ہو گیا اس مہم میں عین جنگ کے وقت خالدؓ بن ولید کو متفقہ طور پر سپہ سالار مقرر کیا گیا جنہوں نے لشکر اسلام کو اس قوت و بہادری سے لڑایا کہ دشمن کثیر ہونے کے باوجود شکست کھا گیا اور حضرت خالد بن ولید و دیگر صحابہ نصرت کے پرچم لہراتے ہوئے ان علاقوں میں داخل ہوئے۔

علالت

۱۳ھ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بخار میں مبتلا ہوئے اور بیماری بتدریج بڑھتی چلی گئی جب حالت زیادہ بگڑنے لگی تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت طلحہؓ، حضرت عثمانؓ غنی اور حضرت علیؓ سے خلافت کے بارے میں علیحدہ علیحدہ مشورہ کیا اور حضرت عمرؓ کے بارے میں رائے طلب کی۔ حضرت عثمانؓ و علیؓ نے جواباً فرمایا کہ ان کا ظاہر و باطن یکساں ہے البتہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن

عوف نے ان کی سخت مزاجی کا عذر پیش کیا جس کے جواب میں حضرت ابوبکرؓ صدیق نے فرمایا "جب ان پر ذمہ داری آئے گی تو ان کی سختی نرمی میں تبدیل ہو جائے گی۔

حضرت عمرؓ کیلئے وصیت

ان اکابرین کی رائے سننے کے بعد حضرت صدیق اکبر نے حضرت عثمانؓ کو بلا کر ان سے وصیت تحریر کرائی" کہ میں اپنے بعد عمرؓ بن خطاب کو مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کرتا ہوں مسلمان ان کی اس وقت تک اطاعت کریں جب تک وہ قرآن و سنت پر عمل پیرا رہیں۔ وصیت مکمل ہوگئی تو اس کی اطلاع مدینہ کے لوگوں تک پہنچا دی گئی۔

وفات

دن کے وقت وصیت تحریر کرائی اور اسی شب ۲۲ جمادی الثانی بروز پیر مطابق ۲۲ ر اگست ۶۳۴ء کو انتقال فرما گئے۔ حضورؐ کے سچے رفیق۔ یار غار۔ نبوت کی پہلی تصدیق کرنے والے اسلام کے مرد مجاہد دنیا سے رخصت ہو گئے انتقال کے وقت ان کی عمر ۶۴ سال کے قریب تھی آپ نبی کریم سے ۲½ سال چھوٹے تھے آپ کی ولادت ۵۷۲ء میں ہوئی تھی۔

ازواج و اولاد

حضرت ابوبکرؓ نے دو سال تین ماہ دس دن بار خلافت اٹھایا انہوں نے زندگی میں چار عورتوں سے نکاح کیا۔ پہلی بیوی کا نام قتیلہ تھا ان کے بطن سے حضرت اسماء، زوجہ حضرت زبیرؓ بن عوام اور عبداللہؓ پیدا ہوئے۔ دوسری بیوی کا نام ام رومان تھا ان کے بطن سے عبدالرحمٰن اور حضرت عائشہ صدیقہ کی ولادت ہوئی۔ تیسری بیوی اسماء بنت عمیس تھیں ان کے بطن سے محمد بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے یہ حضرت جعفر بن ابی طالب کی بیوہ تھیں۔ سیدنا جعفرؓ کی وفات پر حضرت ابوبکرؓ نے ان سے نکاح کیا اور جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے عقد فرمایا۔ محمد بن ابی بکر نے حضرت علیؓ کے گھرانے میں تربیت و پرورش پائی۔ چوتھی بیوی حبیبہ بنت خارجہ انصاری تھیں اس کے بطن سے وفات ابی بکرؓ کے تین ماہ بعد ام کلثومؓ پیدا ہوئی۔

دربار خلافت سے وظیفہ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا سالانہ وظیفہ بیت المال سے چھ ہزار درہم مقرر تھا (موجودہ سکہ کی مالیت کے مطابق ایک سو دس روپے ماہانہ) وفات کے وقت دریافت فرمایا کہ وظیفہ میں سے کچھ رقم بچی پڑی ہے؟ جواب ملا چند درہم تو انہوں نے حکم دیا تقسیم کر دیئے جائیں چنانچہ تقسیم کر دیئے گئے۔ بیت المال سے سالانہ دو چادریں بھی ملتی تھیں ان میں دو چادریں بوسیدہ حالت میں گھر میں موجود پائی گئیں تو یہ بھی بیت المال کو واپس کر دیں۔

بیت المال کا نظام

انہوں نے بیت المال کے لئے مدینہ میں ایک مکان کرایہ پر لیا لیکن ان کی زندگی تک استعمال نہ ہو سکا کیونکہ جس قدر مال غنیمت آتا تھا مغرب تک سب تقسیم فرما دیتے۔ نہ کچھ بچتا ہی نہ تھا جسے مکان میں رکھا جاتا اپنی ساری زندگی میں کبھی اس قدر مال جمع نہ ہونے دیا جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی اسی لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ صاحب زکوٰۃ نہ تھے۔

صدیقی عمال

ان کی وفات تک مختلف علاقوں کے گورنر حسب ذیل تھے۔ مکہ میں عتاب ابن اسید۔ طائف میں حضرت عثمانؓ بن عفان۔ حضرموت میں زیاد بن لبید۔ خولان میں یعلیٰ بن امیہ۔ یمن میں ابوموسیٰ اشعری۔ جند میں معاذ بن جبل۔ نجران میں جریر بن عبداللہ اور بحرین میں علاء بن حضرمی[1]

خلافت فاروق کا آغاز

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق حضرت فاروق اعظمؓ مسلمانوں کے خلیفہ مقرر ہوئے ان کا سلسلہ نسب آٹھ پشتوں پر حضورؐ سے مل جاتا ہے آپ بڑے بہادر شجاع اور فن سپہ گری کے ماہر تھے ۴۴ سال کی عمر میں حلقہ بگوش اسلام

---

[1] ان کا انتقال اسی روز ہوا جس روز حضرت صدیق اکبرؓ نے وفات پائی۔

ہوئے اور حضورؐ کے ساتھ رہے آپ کا نام عمرؓ والد کا نام خطاب اور لقب فاروق تھا۔

۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ مطابق ۲۳ اگست ۶۳۴ء بروز بدھ آپ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی۔ تین روز تک مسلسل اہل مدینہ کی بیعت جاری رہی بعد میں دوسرے علاقوں کے وفود بیعت کیلئے آئے حضرت علیؓ نے بھی کچھ روز بعد بیعت کی۔

فتوحاتِ عراق

آپ نے پہلے روز ہی کسریٰ کی ریشہ دوانیوں کو ختم کرنے کے لئے عراق کی طرف ابو عبیدؓ بن حارث کی قیادت میں لشکر روانہ کیا تاکہ اہل فارس کی اسلام کے خلاف چلائی جانے والی تحریکوں کا سد باب کیا جا سکے مگر عراق کی فتح کا سہرا حضرت سعدؓ ابی وقاص کے سر رہا وہی فاتح اور پہلے گورنر ہوئے۔

خالدؓبن ولید کی معزولی

خلافت کے تیسرے روز ہی آپ نے حضرت خالدؓبن ولید سیف اللہ کو شام کے فاتح لشکر کی قیادت سے معزولی کا حکم جاری کیا۔ مورخین نے اس ضمن میں مختلف آراء کا اظہار کیا ہے ان میں ایک تو یہ ہے کہ جنگ یمامہ کے موقعہ پر انہوں نے بعض مسلمانوں کے خلاف تلوار چلائی، دوسرا یہ کہ مال غنیمت کا مکمل حصہ خلیفہ کو نہیں بھیجا، تیسرا یہ کہ فتوحات کا تمام تر انحصار لوگوں نے ان پر کر لیا تھا وعلیٰ ہذالقیاس

مصری مورخین نے اس کی اور بھی کئی وجوہات لکھی ہیں جن میں بعض سنگین نوعیت کی ہیں تاہم خالدبن ولید لشکر کی قیادت سے معزولی کے بعد کچھ عرصہ لشکر میں شامل رہ کر خدمات انجام دیتے رہے ان کی زندگی کے آخری دنوں کے بارے میں مورخین نے کوئی تفصیل نہیں دی۔

یمن سے عیسائیوں کی جلاوطنی

خلافت کے چوتھے روز آپ نے یعلیؓ بن امیہ کو فوج دے کر یمن روانہ کیا تاکہ وہاں کے باقی یہودیوں اور عیسائیوں کو اسلام کی دعوت دیں اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان کو جلاوطن کر دیا جائے چنانچہ کفار سے یمن پاک کر دیا گیا اور مسلمانوں کو اس جاسوس قوم سے نجات مل گئی۔

خلافت فاروقی کا دوسرا سال ۱۳ھ

دمشق کا محاصرہ

لشکر شام نے ماہ رجب میں دمشق کا محاصرہ کر لیا جو چھ ماہ تک جاری رہا بالآخر مسلمانوں نے دمشق فتح کر لیا اور دمشق کے پہلے گورنر یزید بن ابو سفیانؓ مقرر ہوئے یہ حضرت معاویہؓ کے حقیقی بڑے بھائی تھے بعض مورخ دمشق کی فتح ۲۶ رجب ۱۴ھ بیان کرتے ہیں۔

خلافت فاروقی کا تیسرا سال ۱۴ھ

اردن اور بیروت کی فتح

دمشق فتح ہونے پر لشکر شام کے کچھ حصہ کو عراق کی طرف منتقل کر دیا گیا اس سال بیروت اور اردن فتح ہوئے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی قیادت میں عراق کی طرف لشکر روانہ کیا گیا جس نے قادسیہ۔ مدائن۔ بابل وغیرہ فتح کئے اور اسلامی سلطنت کی حدود ایک طرف شام اور دوسری طرف یمن، عراق اور بحرین تک وسیع ہو گئیں۔

خلافت فاروقی کا چوتھا سال ۱۵ھ

اس سال فلسطین کا تمام علاقہ ما سوا بیت المقدس فتح ہو گیا۔ یروشلم کے باشندوں نے خواہش ظاہر کی کہ حضرت عمرؓ خود بیت المقدس تشریف لائیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے سفر اختیار کیا اور اپنا قائم مقام حضرت علیؓ کو بنایا۔

خلافت فاروقی کا پانچواں سال ۱۶ھ

حضرت فاروق اعظمؓ ماہ رجب میں بیت المقدس تشریف لے گئے یروشلم کے غیر مسلم شہریوں نے معاہدہ کے تحت بیت المقدس مسلمانوں کے سپرد کیا۔ اس معاہدے کی رو سے عیسائیوں اور یہودیوں کو اس مقدس جگہ پر عبادت کی آزادی دی گئی

اسی سال شام و عراق کے درمیان کا علاقہ جو جزیرہ کہلاتا تھا فتح کرنے کیلئے مہم روانہ کی گئی۔

خلافت فاروقی کا چھٹا سال ۱۷ھ

یہ سال عرب کے لئے سخت مصیبت اور پریشانی کا دور ثابت ہوا کیونکہ بروقت بارشیں نہ ہونے کے باعث غلہ پیدا نہ ہو سکا مزید ستم یہ کہ شام کے علاقوں میں طاعون پھیل گیا ہر شخص متفکر تھا خود حضرت عمرؓ کی حالت یہ تھی کہ ہر نماز میں اس قدر روتے کہ آنسوؤں سے ریش تر ہو جاتی۔ ساری ساری رات عبادت و استغفار میں گزار تے۔ بیت المال لوگوں کی امداد کے لئے وقف کر دیا گیا۔ ساٹھ ہزار انسانوں کو پختہ خوراک بیت المال سے ہی مہیا کی جاتی رہی۔ ہر اہم قصبہ و شہر میں کھانے کے لنگر قائم ہوئے آس پاس کے مفتوحہ علاقوں سے غلہ آیا۔ مرنے والوں کے کفن دفن کے تمام اخراجات بیت المال سے دیئے جاتے زکوٰۃ کی وصولی متاثرہ علاقوں میں ایک سال کے لئے ملتوی کر دی گئی۔ مورخین کا بیان ہے کہ نو ماہ میں ۲۵ ہزار آدمی لقمہ اجل ہوئے وسیع علاقہ متاثر ہوا حضرت عمرؓ نے خود متاثرہ علاقہ دیکھنے کا ارادہ کیا۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح کی وفات

اس سال مرض طاعون میں حضورؐ کے مقرب صحابی حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے وفات پائی اور ان کو دمشق کے اس قبرستان میں دفن کیا گیا جہاں انہوں نے ایک مسجد ایک سال قبل تعمیر کرائی تھی۔ حضرت عمرؓ کو ان کی موت کا سخت افسوس ہوا اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ فاروق اعظم اپنے بعد ان کو خلیفہ مقرر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

خلافت فاروقی کا ساتواں سال

حضرت فاروق اعظم شام کے متاثرہ علاقوں میں بعض اکابرین کے روکنے کے باوجود جن میں حضرت علیؓ۔ حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف شامل تھے۔ تشریف لے گئے واپسی پر مقام جابیہ میں قیام فرمایا اور یہاں ان کو ایک المناک سانحہ برداشت کرنا پڑا۔

حضرت بلالؓ کی وفات

موذن اسلام حضرت بلالؓ نے حضورؐ کے وصال کے بعد اذان کہنی بند کردی تھی لیکن صحابہ ان سے اصرار کرتے رہتے تھے چونکہ حضرت بلالؓ اس سفر میں حضرت عمرؓ کے ساتھ تھے۔ صحابہؓ نے نماز کا وقت ہونے پر حضرت بلالؓ سے اذان دینے کی فرمائش کی۔ حضرت عمرؓ نے بھی تائید کی چنانچہ حضرت بلالؓ نے اذان شروع کی اور جب اشہد ان محمد الرسول اللہ پر پہنچے تو غش کھاکر گرے اور بے ہوش ہو گئے روح پرواز کر گئی۔ چنانچہ ان کی نماز جنازہ حضرت عمرؓ نے پڑھائی اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح کے پہلو میں قبرستان دمشق میں دفن کئے گئے یہ واقعہ غالباً ۱۰ رمضان کو پیش آیا پھر حضرت عمرؓ جابیہ سے واپس مدینہ تشریف لے گئے۔

خلافت فاروقی کا آٹھواں سال ۱۹ھ

اس سال کا اہم واقعہ صرف شام کے گورنر یزید بن ابوسفیان کی موت ہے جب یہ خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی اس وقت ابوسفیان موجود تھے بیٹے کی وفات کی خبر سن کر رو دیئے اور حضرت عمرؓ سے پوچھا اب شام میں کس کو مقرر کرنے کا ارادہ ہے حضرت عمرؓ نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا معاویہؓ کو۔ چنانچہ ماہ ذوالحج میں حضرت معاویہؓ کو شام کا گورنر مقرر کیا گیا۔ حضرت معاویہؓ کی سیاست اور تدبر امارت ملنے کے بعد منظر عام پر آیا جب تک عمر فاروق زندہ رہے ان کو آزادی نہ مل سکی حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد ان کو جہانبانی اور سیاسی تدبیر کی خداداد صلاحیتوں سے کام لینے کا بھرپور موقع ملا۔

کوفہ کی فتح

حضرت سعد بن ابی وقاص نے عراقی علاقوں کو فتح کرنے کے بعد کوفہ میں حضرت عمرؓ کے حکم سے فوجی قیام گاہ بنائی تاکہ ایران کے دیگر علاقوں کی طرف پیش قدمی کی جاسکے۔

حضرت عمرؓ نے کوفہ کی آبادی میں اضافہ کیا چند نئے محلے آباد کرائے اور سڑکیں بنوائیں ۴۰ ہزار فوجیوں کے رکھنے کیلئے چھاؤنی تیار کرائی اور بصرہ شہر از سر نو آباد کرایا۔

خلافت فاروقی کا نواں سال ۲۰ھ

اردن کی فتح کے بعد یہاں شرجیل بن حسنہ عامل مقرر ہوئے تھے اس سال حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر کے یہ علاقہ بھی حضرت معاویہؓ کی تحویل میں دے دیا جس سے ان کے اختیارات وسیع ہو گئے حضرت عمرؓ نے اس سال فارس کے علاقوں کو فتح کرنے کے لئے چالیس ہزار کا لشکر کو روانہ کیا جہاں بارہ ہزار سپاہ پہلے موجود تھی۔ باون ہزار کا لشکر آذربائیجان، اصفہان، قومس، طبرستان، آرمینیا وغیرہ کی طرف بڑھنے لگا۔

خلافت فاروقی کا دسواں سال ۲۱ھ

ایران کے زیر اثر علاقوں پر مسلمانوں کی یلغار نے کسریٰ کو بے چین کر دیا۔ ڈیڑھ لاکھ کا ٹڈی دل ایرانی لشکر شکست پر شکست کھاتا ہوا پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ اس طرح عبداللہ بن عبداللہ نے اصفہان فتح کر لیا۔ حضرت نعیمؓ بن مقرن نے آذربائیجان پر قبضہ کر لیا۔ سویدؓ بن مقرن نے قومس کے علاقے فتح کئے اسی طرح جرجان اور طبرستان بھی مسلمانوں نے حاصل کر لئے۔ سال کے آخر تک آرمینیا۔ بیضا اور خزر کے روسی دور ایرانی علاقوں پر بھی اسلامی پرچم لہرا دیا گیا۔

حضرت خالد بن ولید کی وفات

اسی سال ماہ شوال میں حضرت خالد بن ولید کی وفات گمنامی کے عالم میں ہوئی کیونکہ معزولی کے بعد صرف چند سال فوج میں رہے۔ بعد میں گوشہ نشین ہو گئے ان کا مزار حمص میں موجود ہے ان کی اولاد بعد میں مستقل طور پر شام میں آباد ہو گئی

اسی سال حضرت عمارؓ بن یاسر کو گورنر کوفہ بنایا گیا مگر ایک سال بعد ان کو ہٹا دیا گیا۔ ان کی معزولی کی مورخین نے کوئی وجہ نہیں بتائی۔

خلافت فاروقی کا گیارھواں سال ۲۲ھ

نماز جنازہ کی تکبیروں پر اجماع

حضرت عمرؓ کے عہد تک نماز جنازہ کی تکبیروں کے بارے میں اختلاف موجود تھا۔ بعض صحابہ پانچ تکبیریں پڑھاتے اور بعض چار اور بعض سات۔ کیونکہ حضورؐ کے عمل سے ان لوگوں نے یہی اخذ کیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس معاملہ میں کوئی مداخلت نہ کی لیکن حضرت عمرؓ کے عہد میں وسیع تر علاقہ فتح ہو چکا تھا اس لئے انہوں نے ضروری سمجھا کہ تکبیروں کے اختلاف کو ختم کیا جائے چنانچہ جید صحابہ کرام کے مشورہ سے جنازہ کی چار تکبیریں مقرر کی گئیں بعد میں امت کے کثیر طبقہ نے اسی پر عمل کیا۔

نماز تراویح

حضورؐ کی زندگی میں نماز تراویح کی جماعت کی پابندی نہ تھی خود کبھی تنہا کبھی باجماعت اور کبھی مسجد میں ادا کرتے تھے۔ بعض علماء کے بیان کے مطابق کبھی ناغہ بھی فرماتے تھے تاکہ لوگ اسے نماز فرض کی حیثیت نہ دینے لگ جائیں۔ یہی سلسلہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد تک جاری رہا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں قرآن کے حفاظ کی اکثریت شہید ہو گئی تو انہوں نے نماز تراویح کی بیس رکعتیں مقرر کر کے باجماعت ادائیگی کا حکم دیا تاکہ قرآن مجید لوگوں تک محفوظ ذرائع سے پہنچتا رہے۔ تراویح کی رکعتوں کے بارے میں آج تک مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

خواجہ حسن بصریؒ کی ولادت

۲۲ھ میں ہی امام المشائخ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی ان کی والدہ کا نام خیرہ تھا اور یہ ام المومنین جناب ام سلمہؓ کی کنیز تھیں۔ مورخین نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کسی روز ان کی والدہ حجرہ نبوی سے باہر ہوتیں تو ام المومنین ان کو دودھ پلایا کرتی تھیں ان کے والد کا نام یسارؓ تھا جو حضرت زید بن ثابتؓ کے غلام تھے اور وہ خود بھی صحابہ میں شامل

تھے حضرت حسنؒ بصری نے حضرت معاویہؓ کی سیاسی حکمت عملی کو پسند نہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قیصر و کسریٰ کی روایات اسلام میں داخل کی جا رہی ہیں۔

تجارتی گھوڑوں پر زکوٰۃ

اسی سال حضرت عمرؓ نے تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ کا حکم نافذ کیا جبکہ حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں تجارت کے گھوڑے زکوٰۃ سے مستثنیٰ تھے اسی سال جیل خانے تعمیر ہوئے اور ڈاک کا انتظام کیا گیا۔ فوجی چھاؤنیاں قائم ہوئیں۔ بصرہ۔ کوفہ۔ جزیرہ کی آبادی میں اضافہ کیا گیا اور نئے شہر بسائے گئے۔ مال غنیمت کی فراوانی کے سبب غربا کے سابقہ وظائف میں اضافہ کیا گیا اور نئے وظائف جاری ہوئے ان میں غازیان بدر کو فضیلت دی گئی مگر اس کے ساتھ ہی جاگیروں کی منسوخی کا حکم نافذ ہوا۔ حضرت عمرؓ نے اسلامی سلطنت میں پیدا ہونے والے ہر مسلمان بچے کا وظیفہ مقرر کیا اور بہت سی دوسری معاشی اصلاحات نافذ کیں۔

خلافتِ فاروقی کا بارھواں سال

یہ سال فتوحات کے اعتبار سے بڑا کامیاب ثابت ہوا۔ عاصمؓ بن عمر کے ہاتھوں سیستان فتح ہوا۔ سہیلؓ بن عدی نے کرمان پر قبضہ کیا۔ حکمؓ بن عمرو تغلبی نے بلوچستان اور سندھ کے کچھ اضلاع کو تسخیر کیا۔ دوسری طرف احنفؓ بن قیس نے افغانستان کے علاقے ہرات۔ مرو۔ بلخ۔ خراسان وغیرہ فتح کئے۔ اسی سال حضرت عمروؓ بن العاص طرابلس میں داخل ہوئے۔

ہندوستان میں اسلام

یہی خوش نصیب سال تھا جس میں اسلام کا پیغام ہندوستان پہنچا۔ اسلامی لشکر کے پہلے قائد حکم بن عمرو نے بلوچستان کے راجہ راسل کو شکست دی اور بہت سا مال غنیمت مدینہ بھجوایا اس میں ہاتھی بھی تھے حضرت عمرؓ نے ان کو مزید فتوحات سے روک دیا تاکہ مفتوحہ علاقوں پر پوری طرح نظم و نسق قائم کیا جا سکے

ایرانی شہزادیوں کی گرفتاری[۵]

اکثر مورخین کا بیان ہے کہ اس سال ایران کے شاہ یزدگرد کے خاندان کے بہت سے افراد افغانستان

---

۵ بعض مورخین یہ واقع عہد عثمان غنیؓ کا بیان کرتے ہیں۔

کے علاقے سے گرفتار ہوئے ان میں یزدگرد کی تین نوجوان لڑکیاں بھی تھیں جب حضرت عمرؓ کے سامنے مال غنیمت کے ساتھ غلام اور کنیزیں پیش ہوئیں تو ان لڑکیوں کے بارے میں انہوں نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا یہ ایران کی شہزادیاں ہیں ان کو بڑے گھرانوں کے حوالے کیا جائے۔ چنانچہ شہر بانو امام حسینؓ کے سپرد کی گئی۔ مال غنیمت میں آنے والی عورتوں کو بغیر نکاح کے رکھنا جائز تھا تاہم ان شہزادیوں کا باقاعدہ نکاح ہوا۔

انتظامی ذمہ داریاں

اس سال تک اسلامی سلطنت کی حدود ۲۲ لاکھ مربع میل تک پھیل چکی تھی ان وسیع علاقوں کو انتظامی طور پر کنٹرول کرنے کے لئے از سرِ نو صوبے قائم کئے گئے حضرت عمرؓ نے مکہ مدینہ شام۔ جزیرہ۔ بصرہ۔ فلسطین خراسان۔ فارس۔ آذربائیجان کو صوبوں کا درجہ دے دیا اور ان پر گورنر مقرر کر دیئے۔ ہر گورنر کی مجلس مشاورت نامزد کر دی اور ان پر کڑی نگرانی کے لئے خفیہ پولیس کا محکمہ قائم کیا عام پولیس کا شعبہ بنایا اور ان کے وظائف مقرر کر دیئے ہر بڑے شہر میں پولیس تھانہ قائم کیا گیا۔ جزیہ۔ خراج۔ زکوٰۃ اور صدقات کی وصولی کے لئے محکمہ مال قائم ہوا۔ ہر شہر میں قاضی اور افسر خزانہ مقرر ہوئے۔

بیت المال سے دیئے جانے والے وظائف کی مالیت بڑھائی گئی اور قرآن مجید کے ہزاروں نسخے نقل کرا کے مفتوحہ علاقوں میں بھیجے گئے علم قرأت سکھانے کے لئے ہر شہر میں قاری مقرر ہوئے تاکہ نو مسلم لوگ صحیح طور پر قرآن پڑھ سکیں۔

مصر کی فتح

اسی سال مصر کا باقی ماندہ علاقہ فتح ہوا۔ فسطاط کا شہر جس کا موجودہ نام قاہرہ ہے دوبارہ بسایا گیا اور یہاں فوجی چھاؤنی قائم کی گئی۔ گورنروں کی جواب طلبیاں ہوئیں اور ان سے گزشتہ سالوں کا حساب کتاب لیا گیا اس سال حضرت عمرؓ نے گورنروں کو سختی سے ہدایت کی کہ وہ عام لوگوں سے خود کو بلند رکھنے اور ان سے اچھا لباس پہننے سے گریز کریں۔ مکانوں پر دربان نہ

رکھیں۔ عمدہ لباس نہ پہنیں اور ترکی گھوڑے کی سواری نہ کریں ظاہری کروفر نہ دکھائیں۔
حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت معاویہؓ کی ان ہی وجوہ پر جواب طلبی کی۔

واقعۂ شہادت

افسوس ہے کہ اس مردِ جری اسلام کے بہترین مدبر اور جرنیل کو موت نے مزید مہلت نہ دی ورنہ اسلام کا لشکر یورپ تک پھیل جاتا۔ ۲۶ ذوالحجہ کو منہ اندھیرے گھر سے نماز کی ادائیگی کیلئے مسجد نبوی کو روانہ ہوئے راستہ میں متعدد اصحاب سے ملاقات ہوئی اور باتیں کرتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے ابھی تکبیر شروع نہیں ہوئی تھی کہ مغیرہؓ بن شعبہ کے ایرانی غلام فیروز نے دشمنی کی بنا پر حملہ کر دیا۔ خنجر کا زخم زیر ناف لگا جو کافی گہرا تھا آپ فرش پر گرے اور بے ہوش ہو گئے ان کی بجائے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے نماز پڑھا لی۔ قاتل بھاگ گیا اس کے تعاقب میں بارہ آدمی بھاگے قاتل ان پر پے در پے وار کرنے لگا ان میں سے بعض روایت کے مطابق چھ یا نو اصحاب زخمی ہو کر جاں بحق ہو گئے۔ اور قاتل نے اپنے خنجر سے خودکشی کر لی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ عبیداللہؓ بن عمر نے اسے قتل کیا اور پھر وہ جس گھر میں مقیم تھا اس میں داخل ہو کر مزید دو آدمیوں کو قتل کر ڈالا مزید خون خرابہ کا ڈر تھا مگر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے جا کر پکڑ لیا اور مدینہ کے عارضی حاکم کے سپرد کر دیا جن کو حضرت عمرؓ نے مقرر کیا تھا۔
روایت ہے کہ قتل کی اس سازش میں کسریٰ ایران کے عہد کا گورنر فارس ہرمزان جو فتح ایران کے بعد مسلمان ہو کر مدینہ ہی میں مقیم تھا شامل تھا۔

خلافت کا مسئلہ

حضرت عمرؓ کی حالت نازک ہوتی گئی تو انہوں نے چھ صحابہ پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کر دی۔ ان میں عشرہ مبشرہ کے عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ حضرت عثمانؓ حضرت زبیرؓ بن عوام۔ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص شامل تھے کہ خلافت ان چھ اصحاب میں سے کسی ایک کو سونپ دی جائے۔ عبداللہؓ بن عمر کو بھی اس مجلس میں بطور مشیر شامل کیا گیا لیکن

ان کو امیدوار خلافت بنانے کی ممانعت کردی کہ باپ کے بعد بیٹے کو والی یا خلیفہ بنانا عجمیوں کی بدعت ہے اور اسلام میں موروثیت کی گنجائش نہیں۔

دفن

یکم محرم سنہ ۲۳ھ مطابق چھ نومبر سنہ ۶۴۰ء بروز ہفتہ آپ نے وفات پائی اور حضرت ام المومنین عائشہؓ صدیقہ کی اجازت سے حضور کے حجرہ میں دفن ہوئے اسی سال سعد بن ابی وقاص کا وہ صاحبزادہ پیدا ہوا جسے تاریخ میں عمر بن سعد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس کے ہاتھوں امام حسینؓ اور ان کے ساتھی کربلا میں شہید ہوئے

ازواج و اولاد

حضرت عمرؓ نے پہلی شادی اسلام سے قبل عثمان بن مظعون کی ہمشیرہ زینب سے کی ان کے بطن سے جناب ام المومنین حضرت حفصہؓ، حضرت عبداللہ اور عبدالرحمٰن پیدا ہوئے دوسرا نکاح ملیکہ بنت جندل سے قبل از اسلام کیا یہ بیوی مسلمان نہیں ہوئی تھی اس لئے سنہ ۶ھ میں اسے طلاق دے دی ان سے عبیداللہ پیدا ہوئے تیسرا نکاح قریبہ بنت ابی امیہ سے قبل اسلام کیا یہ بھی مسلمان نہیں ہوئی صلح حدیبیہ کے موقع پر اسے بھی طلاق دے دی۔ چوتھا نکاح ام حکیم بنت الحرث سے کیا ان کے بطن سے فاطمہ پیدا ہوئیں۔ پانچواں نکاح جمیلہ بنت عاصم انصاری سے کیا ان سے ایک لڑکا عاصم ہوا مگر اس بیوی کو بھی طلاق دے دی۔ چھٹا نکاح جو کہ بعض مورخین نے بتایا ہے کہ ام کلثومؓ بنت علی سے کیا اس وقت ان کی عمر ۵۵ سال اور ام کلثوم کی ۹ سال تھی ان کے بطن سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے اس نکاح کے بارے میں سنت کے علما اور مورخین کے درمیان اختلاف موجود ہے۔

حضرت عمرؓ کے حرم میں ان کے علاوہ عاتکہ بنت زید اور لکیہہ بھی رہیں۔ حضرت عمر ۵۹۳ء میں پیدا ہوئے اور ۶ نومبر سنہ ۶۴۰ء میں ۶۴ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

اصلاحات فاروقی

حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے اپنے دور خلافت میں بعض احکام ایسے نافذ کئے جو بظاہر سخت معلوم ہوتے تھے ان کی دور رس نگاہیں مستقبل کو بھانپ رہی تھیں کہ کیا ہونے والا ہے انہوں نے حضور

کے صحابہ کرام کو مدینہ طیبہ سے باہر جانے اور جائیداد وغیرہ خریدنے سے روک دیا تھا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ صحابہ کرامؓ کا مدینہ میں رہنا مفید ہے اسی طرح جاگیریں منسوخ کر دی تھیں۔ آب پاشی کے ذرائع اختیار کئے تھے زرعی اراضی کی پیداوار کے لحاظ سے پیمائش کرا کر اس پر ٹیکس عائد فرمائے جس شخص کے بارے میں ان کو معلوم ہوتا کہ ضرورت سے زائد روپیہ رکھتا ہے اس سے واپس لے لیتے۔ حضرت ابوہریرہ، مغیرہ بن شعبہ سے زائد مال واپس لے لیا گیا تھا اور اپنے گورنروں کا سخت محاسبہ کرتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص جیسے بزرگ کو بھی معزول کر دیا تھا سادہ زندگی بسر کرتے اور لوگوں کو سادہ رہنے پر مجبور کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ شام میں حضرت معاویہؓ کے کروفر کو دیکھ کر فرمایا کہ لوگ قیصر و کسریٰ کی باتیں کیوں یاد کرتے ہیں جبکہ ان میں معاویہؓ موجود ہیں۔

قرض کی ادائیگی

جب وقتِ وفات قریب آیا تو اپنی اولاد کو بلا کر کہا کہ مجھ پر مختلف لوگوں کا ۸۶ ہزار درہم قرض بقایا ہے اس کو ادا کرنے کے لئے میرا مکان فروخت کر دینا۔ چنانچہ بعد وفات یہ مکان عبداللہ بن عمر نے فروخت کیا اور امیر معاویہؓ نے ۹۰ ہزار درہم میں خریدا۔ یہ تمام رقم قرض خواہوں کو دے دی گئی حضرت عمرؓ نے اپنی اولاد کے لئے رہائش مکان تک بھی باقی نہ رکھا۔

مدینہ کیلئے عارضی حاکم کی تقرری

حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد چھ اصحابؓ کی مجلس مشاورت کے اجلاس شروع ہوئے لیکن انتخاب کا مسئلہ طول پکڑ گیا لہٰذا عارضی نظم و نسق چلانے کے لئے مدینہ میں حضرت صہیبؓ کو حاکم مقرر کیا گیا حضرت ابن عمر نے دوسری بار اصحاب مشاورت کو جمع کیا اس دوران جب کہ اجلاس شروع ہونے والا تھا عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ بھی شامل ہونے کے لئے آئے۔ دونوں بزرگ خلافت کے خواہشمند تھے لیکن ان کا نام چونکہ اس مجلس شوریٰ میں شامل نہ تھا۔ حضرت سعد بن وقاص نے ان دونوں کو حجرہ سے چلے جانے کا حکم دیا۔ حضرت طلحہؓ چونکہ مدینہ میں موجود نہ تھے وہ مشورہ میں دوسری بار بھی شامل نہ ہو سکے۔

البتہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنا نام واپس لے لیا ان کو دیکھ کر سعد ابن وقاص نے بھی دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ باقی صرف چار امیدوار حضرت علیؓ، عثمانؓ، طلحہؓ و زبیر رہ گئے اور چاروں خود کو مستحق خلافت سمجھتے تھے۔ حضرت طلحہؓ جب مدینہ سے واپس آئے تو انہوں نے حضرت زبیرؓ سے مشورہ کیا اور اپنے نام واپس لے لئے بعض مورخ واقعہ کی نوعیت مختلف بیان کرتے ہیں

انتخاب خلافت

حضرت طلحہؓ کے آنے پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے جو کہ پانچوں دیگر اصحاب کی طرف سے حاکم مقرر ہو گئے تھے ہر امیدوار سے علیحدہ علیحدہ بات چیت کی۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کا نام تجویز کیا حضرت سعدؓ نے حضرت عثمانؓ کے حق میں رائے دی مگر اس روز کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تیسرے دن ۴ محرم کی صبح مسجد نبوی میں عام اجتماع ہوا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کو خلافت کا مستحق سمجھا۔ عام اجتماع میں انہوں نے حضرت علیؓ کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ اگر آپ کو خلیفہ نامزد کیا جائے تو آپ کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ اور سیرت شیخین پر عمل کریں گے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا "کتاب سنت کے بعد میں صرف اپنی صوابدید کے مطابق عمل کروں گا۔" یہ جواب سن کر عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت عثمانؓ کو بلایا اور ان سے بھی یہی تین سوال دریافت کئے انہوں نے تینوں کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے سیرت شیخین پر عمل کرنے کا وعدہ کیا اسی وقت ان کے خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا گیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے خود بیعت کی پھر دوسرے صحابہؓ نے کی حضرت علیؓ دلبرداشتہ ہو کر مسجد سے چلے گئے بعض مورخین کا بیان ہے کہ وہ فوراً واپس آئے اور بیعت کی۔ بعض کا کہنا ہے کہ کئی روز بعد بیعت کی۔

اختلاف کا آغاز

یہ تو واقعات سے ہی ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ و خاندان بنو ہاشم کے دیگر اصحاب خود کو نیابت رسولؐ کا زیادہ مستحق سمجھتے تھے لیکن حالات و واقعات ایسے پیدا ہوتے کہ ان کو موقع نہ مل سکا۔

مثلاً ثقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب ہوا تو حضرت علیؓ اس مجلس مشاورت میں شامل نہ تھے اور نہ ہی اہل مشاورت نے اس موقع پر ان کی رائے ضروری سمجھی۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات سے قبل حضرت عمرؓ کے حق میں وصیت کر کے خلیفہ نامزد کر دیا اور امت نے بیعت کی۔ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل سات اصحاب کی مجلس مشاورت قائم کر دی جس میں چھ امیدوار تھے اور ان کے لئے حکم تھا کہ تین روز کے اندر فیصلہ کریں اور جب فیصلے کا وقت آیا تو کتاب و سنت کے بعد سیرت شیخین کے نکتہ پر حضرت علیؓ نے اختلاف کر کے تیسری شق کو اپنی صوابدید پر مخصوص کرنے کا اظہار کیا جو عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے لئے قابل تسلیم نہ ہوئی اور اس طرح حضرت عثمانؓ خلیفہ مقرر ہوئے اور امت میں دو فکری گروہ پیدا ہو گئے۔ حضرت علیؓ خلافت سے محروم کر دیے گئے اکابرین امت نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ چن لیا۔ آئندہ کے واقعات اسی نکتہ نگاہ سے ابھرے لیکن حضرت علیؓ کا کردار منفرد ثابت ہوا کہ وہ خلفا کے طریق انتخاب سے اختلاف رکھنے کے باوجود ان سے برابر تعاون کرتے رہے۔ حکومت کے مسائل میں شریک کار رہے اور خلیفہ کی مرکزیت کا ہمیشہ احساس رکھا بلکہ حضرت عثمانؓ کے ذاتی تقویٰ کی وجہ سے ان سے زیادہ تعاون کیا حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے ہمیشہ فقہی معاملات میں انکی رائے کو اولیت دی۔

خلافت عثمانی کا پہلا مقدمہ

حضرت عثمانؓ کے پاس خلیفہ بننے کے بعد پہلا مقدمہ جو پیش ہوا وہ انتہائی پیچیدہ اور سیاسی نوعیت کا تھا اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت عمرؓ پر جس شخص نے قاتلانہ حملہ کیا اس کا محاسبہ کرنے والوں میں عبیداللہ بن عمرؓ زیادہ مشتعل تھے انہوں نے نہ صرف اس قاتل کو قتل کیا بلکہ جن کے ہاں وہ قیام پذیر تھا ان کے دو افراد کو بھی قتل کر دیا ان میں ایک مسلمان تھا اور ایک ذمی۔ عبیداللہ بن عمرؓ اشتعال میں ان لوگوں کو قتل کر رہے تھے اس دوران حضرت سعدؓ بن وقاص اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف موقع پر پہنچے اور ان کو گرفتار کر کے

حاکم مدینہ حضرت صہیبؓ کے حوالے کر دیا انہوں نے ان کو قید میں ڈال دیا اور مقدمہ کی سماعت نئے خلیفہ تک ملتوی کر دی۔ حضرت عثمانؓ کے سامنے مسئلہ پیش ہوا تو وہ متفکر ہوئے کیونکہ ایک کے بدلہ میں صرف ایک کا خون بطور قصاص لیا جا سکتا ہے یہاں کئی قتل ہو چکے تھے۔ عبیداللہ بن عمر زائد قتل عمد کے مرتکب ہوئے تھے ان سے خون بہا لیا جانا چاہیئے۔ دوسری طرف یہ بھی خیال تھا کہ ان کے والد خلیفہ تھے اور وفات پا گئے ان کا خاندان ابھی صدمہ سے دوچار ہے انہوں نے مختلف بزرگوں سے مشورہ لیا۔ حضرت علیؓ نے رائے دی کہ شرعی طور پر قصاص خون لینا چاہیئے اگر حد جاری نہ کی گئی تو شریعت کی شرط پوری نہ ہو گی۔ حضرت عثمانؓ نے مقدمہ کا فیصلہ ملتوی کر دیا اور عبیداللہ بن عمر کو رہا کر دیا چھ ماہ کے بعد حضرت عمروؓ بن العاص کے مشورہ سے حضرت عثمانؓ نے یہ موقف اختیار کیا کہ چونکہ خلیفہ رعایا کا والی ہوتا ہے اس لحاظ سے وہ خود ہرمزان وغیرہ کے جو عبیداللہ بن عمر کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے والی ہیں لہٰذا ان کا قتل عبیداللہ بن عمر کو معاف کر دیا اور ہرمزان وغیرہ کے پسماندگان کو بیت المال سے بطور قصاص رقم ادا کی۔ بظاہر یہ فیصلہ کافی حد تک اس پیچیدہ مقدمہ کی تلخی کو ختم کر دیتا تھا لیکن اکابر صحابہ اس سے مطمئن نہ ہوئے غالباً تاریخ اسلام میں "محفوظ فیصلے" کی یہ پہلی مثال ہے نیز حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ ہرمزان کا قتل میرے خلیفہ بننے سے پہلے کا ہے۔

حکام کی تقرریاں

چونکہ حضرت عمرؓ نے وفات سے قبل فرمایا تھا کہ گورنروں کے تبادلے یا معزولیاں ایک سال کے اندر نہ کی جائیں لہٰذا حضرت عثمانؓ نے ماسوا کوفہ کے اس پر عمل کیا۔ کوفہ کے گورنر مغیرہؓ بن شعبہ کو معزول کر کے ان کی جگہ سعدؓ بن ابی وقاص کو مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ کے آخری وقت میں صوبوں کے گورنر یہ تھے جو خلافت عثمانی کے سال اول میں بھی قائم رہے۔

مکہ میں نافع بن حرث، طائف میں ثقیانؓ بن عبداللہ، یمن میں یعلیٰ بن امیہ، بصرہ میں ابو موسیٰ اشعری، عمان میں حذیفہ بن محص۔ دمشق میں حضرت معاویہ، مصر میں عمروؓ بن العاص، حمص میں

عمرانؓ بن سعد، اردن میں عمرؓ بن عتبہ، بحرین میں عثمانؓ بن العاص۔

خلافت عثمانی کا دوسرا سال ۲۵ھ

اس سال کے اہم ترین واقعات میں اسکندریہ کی فتح شامل ہے فاتح مصر عمروؓ بن العاص نے رومیوں کی طاقت ختم کرنے کیلئے اسکندریہ پر حملہ کر دیا اور اسے فتح کر کے قاہرہ کے ماتحت ایک ذیلی صوبہ بنا دیا۔ آرمینیا میں غیر مسلموں نے بغاوت کی جسے فرد کیا گیا اور آذربائیجان کی داخلی شورش سختی سے دبائی گئی۔ حضرت عثمانؓ نے جناب عبداللہؓ بن مسعود کو کوفہ کا افسر خزانہ مقرر کر دیا اور ان کو ہدایت کی کہ بیت المال کا سختی سے کنٹرول کریں جب انہوں نے کوفہ کے بیت المال کا جائزہ لیا تو لاکھوں درہم سعدؓ بن وقاص کے ذمہ نکلے جو انہوں نے بطور قرض لے رکھے تھے۔ اس مسئلہ پر دونوں بزرگوں میں سخت ناچاقی پیدا ہو گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عثمانؓ نے جناب سعدؓ بن ابی وقاص کو گورنری سے معزول کر دیا اور انکی جگہ ولید بن عقبہ کو حاکم مقرر کر دیا۔

خلافت عثمانی کا تیسرا سال ۲۶ھ

فاتح مصر جناب عمروؓ بن العاص کے خلاف بعض شکایات حضرت عثمانؓ کے علم میں لائی گئیں انہوں نے مصر کی گورنری سے ان کو ہٹا دیا اور ان کی جگہ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ ان کے بارے میں علماء مورخین نے یہ اختلاف بیان کیا ہے کہ وہ ابتدا میں ہی مسلمان ہوئے تھے چونکہ پڑھے لکھے تھے حضرت عثمانؓ کی وجہ سے حضورؐ کی قربت میں آ گئے حضورؐ نے ان کو وحی کی کتابت پر مامور فرمایا۔ ایک دن یہ حضورؐ کے پاس موجود تھے کہ حضورؐ پر وحی نازل ہوئی۔ قرآن مجید کی آیت کا یہ حصہ اترا "فتبارک اللہ" تو حضورؐ نے ان کو لکھوا دیا ـــ پھر حضورؐ خاموش ہو کر ۔۔ کا انتظار کرنے لگے اس دوران میں انہوں نے مزید کچھ اپنے آپ لکھا جس پر حضورؐ نے ان سے دریافت کیا کہ کیا لکھا ہے تو انہوں نے جواب دیا "فتبارک اللہ احسن الخالقین" یعنی احسن الخالقین کا اضافہ،، تو حضورؐ نے فرمایا وحی الٰہی میں بھی یہی الفاظ آئے ہیں۔ یہ سن کر ابن ابی سرح اٹھ بیٹھے اور مکہ میں شور مچا دیا کہ

محمد اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔ میں نے اپنے دماغ سے چند الفاظ لکھے تھے انہوں نے ان ہی کو وحی الٰہی قرار دے دیا اگر یہ ہی وحی ہے تو مجھ پر بھی نازل ہوتی ہے۔ اور پھر مرتد ہو گئے حضورؐ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ سزا کے خوف سے کئی سال روپوش رہے حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ کی زندگی میں سامنے آنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں مدینہ آ گئے مگر حضرت عمرؓ نے ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔ جب حضرت عثمانؓ نے بار خلافت سنبھالا تو ان کو بھی سیاسیات میں مداخلت کا موقع مل گیا۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو عمرو بن العاص کی جگہ مصر کا گورنر بنا دیا جب ابن ابی سرح مصر پہنچے تو مسلمانوں نے ان کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا بلکہ رومیوں نے اس کشمکش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مصر کے بعض مسلم مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ حضرت عثمانؓ کو جب ان واقعات کی اطلاع ملی تو انہوں نے ان کو گورنری سے معزول کر کے پھر عمرو بن العاص کو مصر پر مامور کر دیا جنہوں نے سیاسی حکمت عملی سے نہ صرف مسلمانوں کے ہیجان کو روکا بلکہ رومیوں سے علاقے بھی واپس لئے۔ جب مصر کے حالات معمول پر آ گئے تو حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاص کو پھر معزول کر کے ابن ابی سرح کو دوبارہ گورنر مصر بنا دیا۔ بعض مورخین کے نزدیک عمرو بن العاص اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کے مخالف ہو گئے۔

سوڈان پر حملہ

شکستیں کھا کر بسیط ہو گئے ... سے مزید آگے نہ بڑھ سکے جب ... تازہ دم فوج روانہ کی۔

تازہ دم مسلمان فوج

امام حسینؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ۔ عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکر اور دیگر نوجوان مختلف دستوں کے افسر مقرر ہوکر افریقہ روانہ ہوئے جونہی رومیوں کو مسلمانوں کے نئے لشکر کی اطلاع پہنچی تو وہ پیچھے ہٹنے لگے تازہ دم فوج نے طرابلس فتح کر لیا کئی کروڑ مالیت کا مال غنیمت ہاتھ لگا۔

مال غنیمت کی نیلامی اور مروان کی خرید

افریقہ کی فاتح مسلمان فوج جب مدینہ پہنچی تو حضرت عثمانؓ کے سامنے مال غنیمت ڈھیر کر دیا۔ اس میں سونا چاندی کے علاوہ جواہرات بھی تھے۔ مروان بن حکم جو حضرت عثمانؓ کا برادر نسبتی اور داماد بھی تھا، نے حضرت عثمانؓ سے کہہ کر یہ تمام مال ۵ لاکھ کے عوض خرید لیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مال غنیمت بیت المال میں جانے کی بجائے نیلام ہوا۔ بعض محققین اس واقعہ کو غلط قرار دیتے ہیں تاہم اس پر اتفاق ہے کہ مال غنیمت مروان کو دیا گیا۔
شام کے علاقوں میں اپنا دبدبہ قائم کیا۔

مصری محقق عمر ابو النصر کے بیان کے مطابق نصف ریاست اسلامی پر حضرت معاویہؓ عملی طور پر قابض تھے اور ان کو بعض معاملات میں حضرت عثمانؓ کی اجازت بھی نہیں لینی پڑتی تھی۔

اسی سال ماہ ذوالحج میں حضرت معاویہؓ کا لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام امیر معاویہؓ نے اپنے مرحوم بھائی کے نام پر یزید رکھا

خلافت عثمانی کا چوتھا سال ۲۷ھ

حضرت معاویہؓ کے اختیارات میں توسیع

حضرت معاویہؓ دمشق اور اردن کے مشترکہ گورنر تھے لیکن حضرت عثمانؓ نے اس سال
در فلسطین کے علاقوں کی گورنری بھی ان کو سونپ دی جس کی وجہ سے ان کے
ہو گیا اور انہوں نے بڑی حکمت عملی، سیاسی تدبر، حلم اور بردباری سے

مصر میں رومیوں کی بغاوت

حضرت عثمانؓ نے افریقہ فتح ہو جانے کے بعد ابن ابی سرح کو پھر مصر و افریقہ کی حکومت سے محروم کر دیا اور ان دونوں جگہ پر عبداللہ بن نافع گورنر مقرر ہوئے گورنروں کی تبدیلی سے رومیوں نے پھر مسلح بغاوت کر دی اس بغاوت نے کئی سال تک مسلمانوں کو مصروف پیکار رکھا۔

بحری حملوں کا آغاز

حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ حکومت میں بحری حملوں کی ہمیشہ مخالفت کی اور جناب معاویہؓ کی کئی درخواستوں کے باوجود ہمیشہ سختی سے انکار کرتے رہے لیکن رومیوں کی طرف سے سمندری راستوں سے حملوں کی روک تھام ناگزیر ہو گئی تھی اس وجہ سے حضرت عثمانؓ نے بحری جہاز تیار کرنے اور سمندری حملوں کا حکم دے دیا اس سال پہلا بحری بیڑہ حضرت معاویہؓ کی نگرانی میں تیار ہوا اور انہی کی قیادت میں بحری لڑائیوں کا آغاز ہوا۔ جزیرہ قبرص مسلمانوں نے اسی سال فتح کیا۔ قبرص فتح کرنے والی فوج کے ایک دستہ کے سالار حضرت ابوذر غفاری تھے جو حضرت عثمانؓ کی درخواست یا حکم پر شام چلے گئے تھے اور پھر وہیں سے قبرص گئے۔

بصرہ سے حضرت ابوموسیٰ اشعری کی معزولی

حضرت ابوموسیٰ اشعری کو بصرہ کی گورنری سے معزول کر کے حضرت عثمانؓ نے اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہؓ بن عامر کو مقرر کیا ان کی عمر اس وقت ۲۵ سال تھی۔ اسی طرح عبیداللہ بن معمر کو خراسان کی گورنری سے تبدیل کر کے فارس کی گورنری دے دی گئی اور ان کی جگہ عمیرؓ بن عثمان خراسان کے گورنر مقرر ہوئے

خلافت عثمانی کا پانچواں سال ۲۸ھ

اس سال خراسان کے گورنر نے حضرت عثمان کی اجازت سے فرغانہ فتح کرنے کے لئے حملہ کر دیا دو ماہ کی جنگ کے بعد تمام علاقہ فتح ہو گیا ابھی اس کا نظم و نسق پوری طرح قابو میں نہیں آیا تھا کہ اسے معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ ابن احمر گورنر مقرر ہوا۔ اسی طرح عبدالرحمٰن بن

نے اسے گورنری سے معزول کر کے اس کی جگہ سعید بن العاص کو گورنر مقرر کر دیا۔

حضرت عثمانؓ کی انگوٹھی گم ہوگئی

حضرت عثمانؓ مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر ایک تالاب، چشمہ یا کنوئیں پر بیٹھے وضو کر رہے تھے کہ ان کی وہ انگوٹھی جسے سرکاری احکامات جاری کرتے وقت بطور مہر لگاتے تھے گر گئی یہ انگوٹھی ام المومنین حضرت حفصہؓ بنت عمر فاروق نے ان کو دی تھی اور یہی انگوٹھی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے پاس رہی تھی حضرت عثمانؓ نے اس کی تلاش کرائی مگر وہ نہ مل سکی جس کا ان کو سخت صدمہ رہا اور بعض صحابہؓ نے انگوٹھی کا گم ہونا برُے شگون سے تعبیر کیا۔

نماز جمعہ میں دوسری اذان کا اضافہ اور قرآن مجید کی ترتیب

اسی سال حضرت عثمانؓ نے نماز جمعہ میں دوسری اذان دینے کا حکم جاری کیا اس سے قبل صرف ایک اذان ہوتی تھی ان کے حکم کے بعد مستقل طور پر جمعہ میں دونوں اذانوں کا طریقہ رائج ہوا (بعض فقہا دوسری اذان جائز نہیں سمجھتے)

اسی سال حضرت عثمانؓ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس مرتب کردہ قرآن مجید کا نسخہ سرکاری طور پر منتخب کیا اور اس کے مطابق تمام ممالک مفتوحہ میں قرآن مجید کے نسخے نقل کروا کر بھجوائے گئے اس کے علاوہ جس قدر قرآن مجید جمع تھے ان کے نسخے ضائع کرا دیئے اور پھر ایک ہی نسخہ ہر ملک میں پہنچا اسی نسخہ کی نقل اس وقت بھی امت کے پاس موجود ہے بعض علما قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کو عہد فاروقی سے منسوب کرتے ہیں۔

طبرستان کی فتح

اسی سال میں طبرستان کی مہم سر کی گئی اس فوج میں حضرت امام حسینؓ ۔ جناب عبداللہؓ بن عمر۔ عبداللہؓ بن زبیر بھی شامل تھے۔ طبرستان کی فتح سے وسیع علاقہ مسلم ریاست کا جزو بن گیا۔

جاگیروں کا تبادلہ

یہ سال معاشی اعتبار سے بھی بڑا اہم ثابت ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرام سے کہا کہ جن کی جاگیریں مکہ۔ مدینہ۔ طائف سے باہر موجود نہیں وہ دیگر علاقوں میں جاگیریں بنا سکتے ہیں یا مدینہ طائف وغیرہ کی جاگیروں سے تبادلے کر سکتے ہیں چنانچہ اس سال اور اس سے اگلے سال لاکھوں روپے مالیت کی جائیداد کا تبادلہ ہوا یا خرید و فروخت ہوئی جس سے اہل حجاز کو دولت سمیٹنے کا موقعہ ملا اور حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کو مدینہ سے باہر جاکر رہنے یا اراضی بنانے کی جو ممانعت کر رکھی تھی اس پر سے پابندی اٹھ گئی اور دولت کی ریل پیل شروع ہوگئی

خلافت عثمانی کا آٹھواں سال ۳۱ھ

مصر میں حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت

اس سال مصر کے مسلمانوں نے حضرت عثمانؓ کی پالیسی سے اختلاف کرتے ہوئے علم بغاوت بلند کیا۔ نیشاپور۔ ہرات۔ بلخ۔ طبرستان اور سجستان کے علاقوں میں ایرانیوں نے بغاوتیں کیں اور سخت کشت و خون ہوا لیکن ان تمام بغاوتوں کو سال کے اختتام پر فرو کر دیا گیا۔ یہ علاقے دوبارہ مسلم ریاست میں شامل ہوئے۔

اسی سال ایران کے آخری تاجدار کسریٰ یزدگرد ہرات کے قریب مسلمان فوج کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کی موت کے بعد ایرانیوں کے حوصلے ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئے بعد میں اہل ایران نے ظاہری بغاوتوں کو ترک کر کے دین کے اندر خلفشار پیدا کرنے پر اپنی سرگرمیاں مرکوز کر دیں۔ اسی سال ابوسفیان جو نابینا ہو چکے تھے وفات پا گئے۔

خلافت عثمانی کا نواں سال ۳۲ھ

حضور نبی کریم کے معتمد اور مقرب صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ۸۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ بڑے دولت مند تھے مکہ میں ان کی دولت کی

بڑی شہرت تھی۔ مدینہ آنے کے بعد بھی ان کی تجارت کو بڑا فروغ ہوا۔ عشرہ مبشرہ میں شامل تھے انہوں نے مختلف اوقات میں گیارہ عورتوں سے نکاح کیا یہ تمام عورتیں اعلیٰ خاندان سے تھیں انتقال کے وقت ان کی پسماندہ جائیداد میں ایک ہزار اونٹ۔ تین ہزار بھیڑ بکریاں ایک سو گھوڑے اور سونا چاندی اس قدر تھا کہ ان کے ہر لڑکے کے حصہ میں ایک لاکھ سے کم اور ۸۰ ہزار سے زیادہ مالیت کا سونا چاندی آیا۔ وسیع زرعی اراضی جس پر ایک سو بیس اونٹ آب پاشی کے لئے استعمال ہوتے تھے چھوڑی۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی خفگی

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی وفات کے بعد مدینہ کا ایک شخص کعب احبار جو حضرت عمرؓ کے عہد میں مسلمان ہوا تھا ازراہ مذاق حضرت ابوذر غفاریؓ سے پوچھنے لگا کہ بن عوف جو عشرہ مبشرہ میں شامل تھے ان کی دولت مندی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ حضرت ابوذرؓ نے اس کو جھڑک دیا اور تمام دولت مندوں کو کھری کھری سنائیں۔ اس شخص نے مزید چھیڑا تو حضرت ابوذرؓ نے اپنے عصا سے اس پر حملہ کر دیا یہ شخص بھاگ کر حضرت عثمانؓ کے پاس آیا حضرت ابوذرؓ بھی اس کے پیچھے آئے۔ حضرت عثمانؓ نے اس شخص کو ان کے عصا سے بمشکل بچایا اور حضرت ابوذرؓ کو بھی نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی بات پر اڑ گئے اور کہا "قرآن مجید کا حکم ہے کہ جو لوگ سونا چاندی سے محبت رکھتے ہیں یا گھروں کی زینت بناتے ہیں وہ دوزخ کی آگ سے پیٹ بھرتے ہیں۔ میں قرآن کے اس حکم کی اس دور میں خلاف ورزی دیکھ رہا ہوں جسے خاموشی سے برداشت نہیں کیا جا سکتا میں حضور نبی کریمؐ کے عہد کی سادگی اور توکل کو غائب پاتا ہوں۔

ابوذر غفاریؓ کی جلاوطنی یا گوشہ نشینی

حضرت ابوذر غفاریؓ حضورؐ کے مقرب صحابی جان نثار فدائی اور فقیر منش بزرگ تھے۔ حجاز میں اور خاص طور پر نواح مکہ و مدینہ میں بعثت نبوی سے قبل یہودی عیسائی

یا مشرکین آباد تھے بہت کم لوگ ایسے تھے جو دین ابراہیمی پر قائم ہوں۔ ابوذر غفاریؓ اور ان کا قبیلہ نہ مشرک تھا اور نہ عیسائی یہودی بلکہ دین ابراہیمی پر ایمان رکھتا تھا جب حضورؐ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو ابوذرؓ نے جن کا حقیقی نام جندب بن عامر تھا اپنے بھائی انیس کو مکہ بھیجا کہ وہ تصدیق کر آئے کہ جس نبیٔ آخر الزماں کی بعثت کا کتب قدیم میں تذکرہ ہے وہ واقعی آچکا ہے۔ چنانچہ حضرت انیس مکہ آئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسلام قبول کیا اور پھر اپنے بھائی ابوذرؓ کو جا کر تفصیلات بتائیں چنانچہ حضرت ابوذرؓ مکہ پہنچے اور اسلام میں داخل ہو گئے حضور نبی کریمؐ نے ان کو مسیح اسلام کا خطاب عطا کیا متعدد مواقعات پر حضورؐ کی مدینہ میں عدم موجودگی کے وقت ان کے نائب مقرر ہوئے۔ تمام غزوات میں حصہ لیا ان کا رتبہ صحابۂ رسول میں ممتاز تھا۔ خلافت عثمانی میں حضرت معاویہؓ اور حضرت عثمانؓ کی دولت اور تمول کے بارے میں پالیسی سے ابوذرؓ نے اختلاف کیا اور شام و مدینہ میں قرآن مجید کے واضح حکم کہ جو لوگ سونا چاندی اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں صرف نہیں کرتے وہ دوزخ کی آگ سے پیٹ بھرتے ہیں جا بجا سناتے۔ لوگ ان کے اردگرد جمع ہو جاتے اور اہل دولت کو برے الفاظ سے یاد کرتے۔

ان واقعات کی وجہ سے حضرت معاویہؓ نے ان کو شام سے مدینہ بھجوا دیا۔ مگر مدینہ میں بھی ان کا یہی معمول رہا حضرت عثمانؓ نے ان کو یہ انداز فکر تبدیل کرنے اور خاموش رہنے کے لئے استدعا کی مگر ابوذر فرماتے کہ میں قرآن مجید کے حکم کی اس دور میں خلاف ورزی دیکھ رہا ہوں اور خاموشی سے کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔

حضرت عثمانؓ نے ان کو مدینہ سے تین میل دور ربذہ بھیج دیا۔ مورخین میں اختلاف ہے کچھ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ان کو جلا وطن کر دیا تھا اور بعض کا بیان ہے کہ حضرت ابوذرؓ کی درخواست پر کہ وہ گوشہ نشینی کی زندگی چاہتے ہیں ربذہ میں رہنے کا حکم دیا تھا۔ معاملہ کی نوعیت کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ ابوذرؓ کو مدینہ میں رہائش کی جگہ نہ ملی چنانچہ مسیح اسلام

ابوذر غفاری نے گوشہ نشینی کی حالت میں اسی سال کے آخر میں وفات پائی۔ تین روز تک لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔ تیسرے روز ایک قافلہ ادھر سے گزرا تو ان کی بیوی نے قافلہ والوں کو حالات بتائے انہوں نے اس بزرگ صحابی کو دفن کیا اس قافلہ کے سالار مالک الاشتر نے نماز جنازہ ادا کرائی۔

خلافت عثمانی کا دسواں سال ۳۴ھ

کوفہ۔ بصرہ۔ مصر میں بغاوت

حضرت عثمانؓ کے خلاف پہلی بغاوت مصر میں ہوئی اور اس کے اثرات کوفہ۔ بصرہ تک پھیل گئے چنانچہ ان دونوں صوبوں میں حضرت عثمانؓ اور ان کے عاملین کے خلاف تنقید کا آغاز ہوا۔ مصر کی صورتِ حال انتہائی اشتعال انگیز تھی یہاں کے لوگ برملا خلیفہ پر سنگین الزامات عائد کر کے خلافت سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کرنے لگے۔ بعض مورخین نے اسے سبائی فتنہ کا آغاز قرار دیا ہے۔

عبداللہ بن سبا کا فتنہ

بعض مورخین کے مطابق اسی سال عبداللہ بن سبا جو یہودی النسل تھا اور مسلمان ہو کر مسلمانوں میں اختلافات پیدا کرنے کے لئے خفیہ جوڑ توڑ کرنے میں مصروف تھا۔ کو موقع مل گیا مخالفین عثمان کو بڑی رازداری سے بغاوت پر اکساتا۔ دوسری طرف بنو ہاشم کی طرفداری کا دم بھرتا، درامل حضرت عثمانؓ کے وقت مسلمانوں میں جو انتشار پھیلا اس کی وجہ مروان تھا جس کی دنیا داری اور حرص و لالچ سے مسلمان پریشان تھے اس بے چینی سے سبائی فتنہ کو کھل کر کھیلنے کا موقعہ ملا اور ہر طرف بغاوت پھیل گئی۔

ایرانیوں کی شورش

اسلامی سلطنت میں بے چینی اختلاف اور بغاوت سے فائدہ اٹھا کر ایرانیوں نے

نے پھر چالیس ہزار کا لشکر تیار کیا اور فارس کے مسلم مقبوضات پر حملہ کر دیا لیکن کوفہ کے گورنر عبداللہؓ بن عامرؓ نے صرف چار ہزار فوج کے ساتھ اس ایرانی لشکر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اسے پسپا کر کے بغاوت فرو کی۔ بیرونی حملہ آور شکست کھا گئے لیکن اندرون ملک بدستور بے چینی قائم رہی۔

خلافت عثمانی کا گیارھواں سال ۳۴ھ

اس سال اہل کوفہ نے عبداللہ بن عامرؓ گورنر کو ہٹانے کا مطالبہ کیا۔ ان کی تحریک اتنی زوردار تھی کہ حضرت عثمانؓ نے ان کو تبدیل کر کے سعیدؓ بن العاص کو مقرر کر دیا مگر کوفہ کے لوگ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو پسند کرتے تھے جب سعیدؓ بن العاص مدینہ سے کوفہ روانہ ہوئے تو راستہ میں ہی باغیوں نے ان کو گھیر کر واپس کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے پھر ابو موسیٰ اشعری کو گورنر بنا کر بھیج دیا اس تقرری سے کچھ وقت کے لئے اہل کوفہ مطمئن ہو گئے مگر داخلی شورش اندر ہی اندر بڑھتی گئی۔

گورنروں کی طلبی

حضرت عثمانؓ نے صوبوں کے گورنروں کے خلاف شکایات کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا اور گورنروں کو حج کے موقع پر مدینہ طلب کر لیا تاکہ شکایات کا فیصلہ کرنے کے علاوہ بغاوت ختم کرنے پر بھی غور کیا جا سکے ایک طرف یہ تجاویز بروئے کار لائی جا رہی تھیں، دوسری طرف حضرت معاویہؓ نے جو شام کے حاکم تھے مصر میں اپنے جاسوس چھوڑ دیئے اور مصر کے باغیوں میں پھوٹ ڈالنے اور بغاوت کی تحریک کو دبانے کے لئے اپنا بیت المال وقف کر دیا لیکن باغی مصر چھوڑ کر مدینہ چلے آئے اور پھر مدینہ کو ہی اپنا مرکز بنا لیا۔ اکثر مورخین نے باغیوں کو پناہ دینے اور ان کی حوصلہ افزائی کرنے والوں میں حضرت طلحہؓ بن عبداللہ اور عمروؓ بن العاص کا نام بھی لکھا ہے

ایک روایت کے مطابق عمروؓ بن العاص کھلم کھلا حضرت عثمانؓ کی برائی مسجد نبوی

میں بیان کرتے تھے اور حضرت عثمانؓ نے اپنے پاس بلا کر ان کو باز رہنے کو کہا تھا۔

خلافتِ عثمانی کا بارھواں سال ۳۵ھ

باغیوں کی مدینہ پر یورش

مصر کے باغی جو بعض روایت کے مطابق کم و بیش ایک ہزار تھے مدینہ میں مقیم ہو گئے جب حضرت عثمانؓ نے ان کے سربراہوں سے آمد کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا وہ مکہ عمرہ کی نیت سے جا رہے ہیں اور کچھ عرصہ مدینہ میں قیام کریں گے اس وقت حالات خراب ہو چکے تھے۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کو مشورہ دیا کہ شام میں آ جائیں اور دمشق میں دارالحکومت بنا لیں شام کی فوج ہر طرح سے آپ کی امداد کرے گی لیکن فوج بروقت مدینہ نہ پہنچ سکی اس کی مورخین نے مختلف وجوہ لکھی ہیں ظاہر ہے کہ اگر شام ۔۔ گورنر اس موقعہ پر ان کی امداد کرنا چاہتے تو ہزاروں سپاہی بروقت پہنچ سکتے تھے جب کہ محاصرہ چالیس روز ۔۔ ہا تھی کہ اس سال حج کے موقع پر بھی گورنر اکٹھے نہ ہوئے اور حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن عباس کو امیر حج بنا کر مکہ بھیجی۔

باغی کے سرگروہ

مصر کے باغیوں نے مدینہ کے شورش پسندوں کو ساتھ ملا کر خاصی بڑی جماعت فراہم کر لی۔ ان میں تین گروہ تھے پہلا گروہ حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتا تھا۔ دوسرا گروہ حضرت طلحہؓ کو، اور تیسرا گروہ حضرت زبیرؓ کو ایک گروہ ایسا بھی تھا جو انصار میں سے کسی کو خلیفہ بنانے کی خواہش رکھتا تھا۔ لیکن یہ تمام گروہ حضرت عثمانؓ کو ہٹانے پر متفق تھے۔ دوسری طرف حضرت عثمانؓ لوگوں کو حضورؐ نبی کریم کا یہ فرمان سناتے کہ اے عثمانؓ تمہیں ایک قمیص ملے گی لوگ اسے اتارنے کی

---

[1] یہاں یہ امر بھی پیش نظر ہے کہ دمشق سے ۲۴ رجب ۶۰ھ کو یزید کا قاصد ۔۔ ہو کر ۱۷ رجب کو مدینہ پہنچتا ہے مگر حضرت عثمانؓ کی امداد کیلئے ۴۰ روز کے محاصرہ میں حضرت معاویہؓ کی فوج یا ان کا کوئی قاصد نہ پہنچ سکا۔

کوشش کریں گے مگر تم نہ آنا۔

اہلِ مدینہ میں ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو ذہنی طور پر خلافت کو محض قریش اور اہلِ مکہ تک محدود رکھنے کے حق میں نہ تھا وہ خلافت کو جملہ مسلمانوں کا حق سمجھتا بلکہ انصارِ مدینہ کا حق فائق جانتا تھا

حضرت علیؓ کی کوشش

حضرت علیؓ جانتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف نفرت و عداوت کی سب سے بڑی وجہ مروان کی سخت گیری اور حرص ہے اس کے ساتھ ہی مصر کے لوگ اپنے موجودہ گورنر سے کبیدہ خاطر ہیں چنانچہ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے مصر کے گورنر عبداللہ بن سعد کو معزول کرانے اور محمد بن ابی بکر کو گورنر مقرر کرنے کا حکم جاری کرایا۔ مصر کے باغی اس تقرری سے بظاہر مطمئن ہو گئے اور حضرت علیؓ کے سمجھانے پر واپس جانے پر آمادہ ہوئے لیکن مدینہ کے باغیوں نے کہا کہ مصر والوں کا مطالبہ مان لیا گیا ہے لیکن ہمارا مطالبہ ابھی قائم ہے کہ مروان کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا جائے کیونکہ یہ فساد کی جڑ بنا ہوا ہے۔ حضرت عثمانؓ کے لئے یہ مطالبہ قابلِ تسلیم نہ تھا اس لئے معاملہ کی نوعیت میں کوئی تبدیلی نہ آسکی۔ یہ بھی مشہور ہے کہ بنو امیہ کی دونوں شاخوں میں کدورت تھی۔ مروان بن حکم حضرت عثمانؓ کے بعد اقتدارِ حکومت پر بآسانی قبضہ کرنے کی خواہش رکھتا تھا۔

مروان بن حکم

مروان حضرت عثمانؓ کا برادرِ نسبتی، اس کا بیٹا داماد اور حکم خسر تھے خاندانِ امیہ کی اس شاخ نے اسلام کی دشمنی کے لئے بنو سفیان سے بھی زیادہ خطرناک کردار ادا کیا تھا جس کی وجہ سے حضور نبی کریمؐ نے ان دونوں کا مدینہ میں داخلہ بند کر دیا تھا۔ حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں بھی دونوں مدینہ میں داخل نہ ہو سکے اور نہ ہی ان خلفاء نے ان کو اجازت دی مگر حضرت عثمانؓ کی خلافت میں دونوں نہ صرف مدینہ میں آباد ہو گئے بلکہ مروان خلافت کے معاملات میں دخیل کار ہو گیا۔ اسی نے مالِ غنیمت کو تقسیم کرانے کی تجویز بتائی

اور اسی کی وجہ سے مسلمانوں میں دولت پسندی کا رجحان پیدا ہوا۔ مصر۔ کوفہ۔ بصرہ۔ مدینہ وغیرہ کے لوگ حضرت عثمانؓ کے مخالف نہ تھے بلکہ اس کے مخالف تھے اگر حضرت عثمانؓ اس کو مدینہ بدر کر دیتے اور خلافت کے امور میں مداخلت سے روک دیتے تو تاریخ حضرت عثمانؓ کے خون سے داغدار نہ ہوتی (جدہ کی بندرگاہ اسی سال بنائی گئی)

محمدؓ بن ابی بکر کو مایوسی

حضرت عثمانؓ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کی حاکمیت کا پروانہ دے کر روانہ کیا تو مروان نے حضرت عثمانؓ کی مہر لگا کر اسی وقت دوسرا پروانہ جاری کر دیا کہ عبداللہ بن سعد کی معزولی کے حکم کو منسوخ سمجھا جائے اور محمد بن ابی بکر کو مصر میں داخل ہونے سے روکا جائے۔ چنانچہ ابھی محمد بن ابی بکر راستہ ہی میں تھے کہ مروان کا پروانہ مصر پہنچ گیا اور عبداللہ بن سعد کے آدمیوں نے محمد بن ابی بکر کو گھیرے میں لے لیا اور واپس کر دیا جس سے باغیوں کو مزید تقویت پہنچی۔ اس دوران بصرہ اور کوفہ کے باغی بھی مدینہ میں جمع ہو گئے اور خاصی منظم تحریک اٹھ کھڑی ہوئی بعض مورخ اس واقعہ کا وجود ہی تسلیم نہیں کرتے۔

حضرت علیؓ اور دیگر صحابہؓ

حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ رسول اللہ اس صورت حال سے انتہائی پریشان تھے۔ بعض بزرگ اپنے گھروں میں چھپ گئے حضرت علیؓ بھی کچھ روز کے لئے مدینہ سے باہر تشریف لے گئے لیکن اپنے دو بیٹوں حسین و حسن کو حفاظت کے لئے مامور فرمایا۔ باغیوں نے جمعہ کے روز مسجد نبوی میں حضرت عثمانؓ پر حملہ کر دیا لیکن صحابہ کرام نے ان کو بچا لیا۔

مکان کا محاصرہ

۱۰ ذوالحج کو باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ کوئی شخص مکان میں داخل نہ ہو سکتا تھا اور نہ باہر آ سکتا تھا۔ مروان نے متعدد بار باغیوں سے باہر نکل کر لڑنے کی کوشش کی مگر حضرت عثمانؓ نے اسے روک دیا کیونکہ اکثر اموی بہر حال اسلام میں سبقت لانیوالوں

میں شامل نہ تھے ماسوا چند بزرگوں کے ، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مدینہ میں خون خرابہ پسند
نہ کیا۔ اگر حضرت عثمانؓ تلوار نکالنے کا حکم دیتے تو تمام صحابہ باغیوں کے مقابلہ میں صف آرا
ہو جاتے۔ محاصرہ ہوئے تین دن گزر گئے کہ مکان میں پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ
کے افراد کنبہ تک ایک قطرہ پانی کے لئے بے چین ہو گئے۔ حضرت ام المومنین ام حبیبہؓ
نے گھر سے باہر آئیں اور پانی کی مشک خچر پر لاد کر مکان میں پہنچانے کی کوشش کی مگر
باغیوں نے ان سے بھی توہین آمیز سلوک کیا۔ محافظین امام حسنؓ، امام حسینؓ، عبداللہ بن
زبیرؓ، محمد بن طلحہؓ، سعید بن العاص مکان کی ہر سمت پر پہرہ دیتے تھے لیکن باغیوں کو کسی
نے اطلاع دے دی کہ حضرت معاویہؓ کی فوج مدینہ کے لئے روانہ ہو چکی ہے یہ خبر
سنتے ہی باغیوں نے محسوس کیا کہ اس فوج کا مقابلہ ان کے بس سے باہر ہے لہٰذا فوری
طور پر حملہ کرنا چاہیے چنانچہ باغیوں نے مکان کی پچھلی سمت سے چڑھائی شروع کر
دی اور مکان میں داخل ہو گئے

محمد بن ابی بکر کا کردار

محمد بن ابی بکر ان باغیوں میں شامل تھے انہوں نے
جاتے ہی حضرت عثمانؓ کی ڈاڑھی پکڑی اور زور کا
جھٹکا دیا اور کہا بوڑھے تیرا مروان کہاں ہے جس کی وجہ سے تمہیں یہ دن دیکھنا پڑا۔
حضرت عثمانؓ نے فرمایا "میرے بھتیجے کاش اس وقت تمہارا باپ ابوبکرؓ زندہ ہوتا"۔ یہ فقرہ
سن کر محمد بن ابی بکرؓ نے ان کی ڈاڑھی چھوڑ دی اور مکان کی دوسری طرف چلے گئے۔ باغیوں نے
حضرت عثمانؓ پر تلوار سے حملہ کر دیا۔ ان کی بیوی نائلہ مزاحمت کے لئے آگے بڑھیں تو ان پر
بھی تلوار ماری گئی جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔

۱۸ ذوالحج جمعہ کے روز بعد نماز عصر حضرت عثمانؓ جن کو بقول حیا اور محبت ۳۵ھ
آنحضور صلعم نے ہمیشہ شان امتیاز و اختصاص فرمایا تھا۔ امت کے بعض بدبخت
افراد کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

لاش کی بے حرمتی

تین روز تک مدینہ میں کرفیو کی سی حالت رہی باغیوں کے علاوہ کوئی شخص گھر سے باہر نہ نکلا۔ حضرت عثمانؓ کی لاش تین دن تک تاریک مکان میں بے غسل و کفن پڑی رہی۔ کسی کسی شخص کو خلیفہ مظلوم کی تجہیز و تکفین کی جرأت نہ تھی۔ تیسرے روز حضرت علیؓ مدینہ واپس آئے اور حالات معلوم ہونے وہ خود حضرت عثمانؓ کے مکان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا لاش کو غسل دیا۔ مدینہ میں کفن تک نہ مل سکا خلیفہ کا جنازہ جسم پر پہنے ہوئے کپڑوں میں لپیٹ کر رات کے وقت جنت البقیع میں لے گئے۔ باغیوں نے جنازہ پر حملہ کرنا چاہا لیکن حضرت علیؓ سینہ سپر ہو گئے اور باغیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ حضرت صہیبؓ اور حضرت علیؓ نے ان کو قبر میں اتارا (مروان ان کے جنازہ میں بھی شامل نہ ہوا)

حضرت عثمانؓ کی ازواج و اولاد

حضرت عثمانؓ غنی جو ۶۷۵ء میں طائف میں پیدا ہوئے تھے نے اپنی زندگی میں سات عورتوں سے عقد کیا ان میں سیدہ رقیہؓ و ام کلثومؓ بنات رسول اللہ کے بطن سے کوئی نسل نہیں چلی دیگر پانچ ازواج فاختہؓ۔ ام عمرؓ۔ فاطمہؓ۔ نائیلہؓ اور رملہؓ سے نو لڑکے عبداللہؓ۔ سعیدؓ۔ خالدؓ۔ عمرؓ و ابانؓ۔ عبدالملکؓ۔ ولیدؓ۔ عبیداللہؓ اور نو ہی لڑکیاں پیدا ہوئیں ایک لڑکی جناب عائشہ کے علم و فضل کا تذکرہ بعض کتب میں ملتا ہے۔

حضرت ابوایوبؓ انصاری کی توہین

حضرت عثمانؓ نے محاصرہ کے دنوں میں مدینہ کا حاکم ابوایوبؓ انصاری کو بنا دیا تھا وہی مسجد نبوی میں نماز پڑھاتے تھے لیکن باغیوں نے اس بزرگ صحابی کو مسجد نبوی سے نکال دیا اور غافقی بن حرب عکی کو حاکم مدینہ مقرر کر کے نماز کی امامت بھی اس کے سپرد کر دی۔

باغیوں کی حکومت

۱۸ ذوالحجہ سے ۲۷ ذوالحجہ تک مدینہ پر باغیوں کی حکومت قائم رہی ان لوگوں

نے اپنے طور پر کوشش کی کہ مدینہ کا کوئی سرکردہ شخص بار خلافت سنبھالنے پر آمادہ ہو جائے
لیکن کسی نے بھی ان کی باتوں پر دھیان نہ دیا یہ لوگ حضرت زبیرؓ، طلحہؓ و علیؓ کے پاس وفد
کی صورت میں آتے جاتے رہے جب ناکام ہوگئے تو ان لوگوں نے مدینہ میں منادی کرادی کہ اگر
تین روز کے اندر اہل مدینہ نے حضرت علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب نہ کیا
تو ہم ان تینوں کو قتل کر دیں گے اور مدینہ میں خون خرابہ کریں گے۔ منادی سن کر ہزاروں
آدمی حضرت علیؓ کے مکان کے گرد محاصرہ کی صورت میں جمع ہو گئے حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کو
تلاش کیا گیا مگر وہ نہ مل سکے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ بصرہ کے لوگ حضرت طلحہؓ کو اور کوفہ و مکہ کے لوگ
حضرت زبیرؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے لیکن ان حالات میں دونوں بزرگ اس ذمہ داری
کے لئے تیار نہ ہوئے لوگوں نے مطالبہ کیا کہ حضرت علیؓ باہر آکر بیعت لیں ورنہ ان
کا قصہ بھی تمام ہو جائے گا۔ یہ سن کر حضرت علیؓ مکان سے باہر آئے اور لوگوں سے کہا
کہ "موت کا خوف دلا کر مجھے اپنا حاکم بنانا چاہتے ہو" جاؤ میں موت سے نہیں ڈرتا
اور ایسی حالت میں ذمہ داری نہیں سنبھال سکتا۔ لیکن اس مجمع میں کچھ اصحاب رسول اللہؐ
بھی آگئے تھے انہوں نے فرمایا کہ "اگر اس بُرے وقت میں آپ نے امت کو سہارا
نہ دیا تو ان میں سے اکثر لوگ قتل ہو جائیں گے یا اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ جائینگے۔
حضرت علیؓ نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی اور پھر بیعت کے لئے آمادگی کا اظہار کیا۔

قبل اس کے کہ حضرت علیؓ کے دور خلافت کے واقعات سپرد قلم کروں اس
موقع پر مسلمانوں میں دولت اور تمول کی جو ریل پیل ہوئی اس کا مختصر خاکہ طبقات
ابن سعد اور علامہ ذہبی کی دول اسلام سے نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

و حضرت سعدؓ بن ابی وقاص یہ اصحاب رسول اللہؐ عشرہ مبشرہ میں شامل
تھے وفات کے وقت ان کا پس انداز سرمایہ ۳ لاکھ درہم تھا صرف نقدی کی سالانہ زکوٰۃ

ساڑھے پانچ ہزار درہم نکلتی تھی اور مقام عقیق میں عالیشان محل تعمیر کرایا تھا جس پر حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں سخت ناگواری کا اظہار کیا تھا۔

• حضرت معاویہؓ۔ ایک دفعہ ایک عورت حضورؐ کے پاس آئی اور کہا کہ میں معاویہ بن ابی سفیان سے نکاح کرنا چاہتی ہوں تو حضورؐ نے فرمایا وہ تو قلاش ہے گھریلو اخراجات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ لیکن جب شام کے گورنر بنے تو قصر بنی جوبیہ کے نام سے ایسا عالیشان محل تعمیر کرایا جس کی نظیر نہیں تھی اور ان کا سرمایہ بھی گنتی سے باہر تھا۔

• حضرت حاطبؓ۔ انتقال کے وقت چار ہزار اشرفیاں بطور ترکہ چھوڑیں۔

• عبداللہ بن مسعود۔ وفات کے بعد ۹۰ ہزار اشرفی کی میراث چھوڑی۔

• زبیرؓ بن عوام۔ یہ عشرہ مبشرہ میں شامل تھے وفات کے وقت کوفہ بصرہ۔ سکندریہ میں تین اعلیٰ محل چھوڑے ان میں سکندریہ کا محل ساگوان کی لکڑی سے بنایا گیا تھا۔ مکہ اور مدینہ میں وسیع زرعی جائیداد موجود تھی جو چار کروڑ اور دس لاکھ کے عوض فروخت کی گئی۔ ان کے پاس ایک ہزار غلام تھے جو روزانہ اپنی کمائی لا کر ان کو دیتے تھے۔ علاوہ اس کے ایک ہزار گھوڑے بھی بطور ترکہ چھوڑے ان کا قرض اتارنے کے لئے عبداللہ بن زبیرؓ نے متعدد بار مسجد نبوی میں اعلان کیا کہ جس نے کچھ لینا ہو وہ آئے اور لے جائے چنانچہ کئی لاکھ درہم قرض ادا ہوا۔

• طلحہؓ بن عبداللہ۔ یہ بزرگ بھی عشرہ مبشرہ میں شامل تھے ان کی روزانہ آمدنی ایک ہزار درہم تھی وفات کے وقت بیس لاکھ درہم۔ دو لاکھ اشرفی اور اتنا سونا چاندی موجود تھا جو کئی اونٹوں کے وزن کے برابر تھا۔

• عمروؓ بن العاص۔ یہ مصر کے فاتح اور پہلے گورنر تھے۔ جناب معاویہؓ نے چھ سال تک مصر کا خراج ان کو بخش دیا تھا وفات کے وقت ان کے پاس پس انداز کیا ہوا سونا چاندی کا وزن اونٹ کی گردن کے برابر ستر تھیلوں میں

بند محفوظ ملا جو اُن کے ورثا میں تقسیم ہوا۔

• حضرت عثمانؓ غنی ۔ یہ اسلام لانے سے قبل بھی بہت بڑے دولت مند تھے شہادت کے بعد ان کے ترکہ میں ذاتی خزانہ سے ڈیڑھ لاکھ دینار۔ دس لاکھ درہم اور وادی قریٰ وحنین میں دو لاکھ اشرفی مالیت کی جائیداد ان کے آٹھ بیٹوں اور نو بیٹیوں میں تقسیم ہوئی۔

• عبدالرحمٰن بن عوف ان کی وفات پر ۲ ہزار گھوڑے۔ ایک ہزار اونٹ۔ دس ہزار بھیڑ بکریاں اور چوراسی ہزار نقد ترکہ ملا۔

• زید بن ثابت ۔ ایک لاکھ دینار مالیت کی شہری و زرعی جائیداد اور اس قدر سونا چاندی تھا کہ کلہاڑیوں سے کاٹ کر حصہ داروں میں تقسیم کیا گیا۔

• یعلیٰ بن منیہ ۔ ۵۰ ہزار اشرفی نقد اور ۳ لاکھ مالیت کی جاگیر جھوڑی۔

الرحمٰ دولت و تمول کی فہرست خاصی طویل ہے لیکن چند مخصوص شخصیتوں تک ہی اسے محدود رکھنا چاہتا ہوں اور اس کے مقابلہ میں حضور نبی کریم کے دور کی سادگی اور متوکلانہ زندگی کا نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیں اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سرمایہ کی ریل پیل نے اسلامی ممالک پر کس قدر اثر ڈالا۔ آج کے محققین اسلام اس کی توجیہہ میں جو نہیں ان کو روکا نہیں جا سکتا مگر یہ امر چٹان کی طرح اٹل ہے کہ دولت و تمول کا اسلامی معاشرہ میں بے محابہ دخیل کار ہونا ہی فساد کا موجب ہوا۔

═══ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ کا نکاح جب حضرت علیؓ سے ہونے لگا تو حق مہر کے لئے حضرت علیؓ کے پاس ایک زرہ کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ (ابوداؤد)

═══ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی فاطمہؓ کو جو جہیز دیا وہ ایک چکی۔ ایک پیالہ۔ مشک اور ایک چٹائی پر مشتمل تھا۔ وہ بھی فاطمہ کے مہر کا تھا (بخاری)

═══ حضرت علیؓ کی ملکیت صرف دو اونٹنیاں تھیں جن کو غلطی سے حضرت حمزہ نے ذبح کر دیا حضرت علیؓ نے سنا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ (ابوداؤد)

═ حضرت علیؓ کی شہادت ہوئی تو ان کا پسماندہ سرمایہ ۷۰۰ درہم تھا جو غلام خریدنے کے لئے رکھا ہوا تھا اس وقت حضرت علیؓ شام کے علاوہ باقی تمام مسلم ریاست کے حکمران تھے۔ بیت المال سے سال میں صرف دو جوڑے لباس لیتے تھے۔

═ حضرت مصعبؓ بن عمیر شہید ہو گئے تو ان کے ورثا کو کفن نہ مل سکا۔ چھوٹی سی چادر میں لپیٹ کر دفن کیا گیا، سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے۔

═ حضرت ابوہریرہؓ متعدد بار بھوک کی وجہ سے حجرۂ نبوی کے سامنے گر پڑتے تھے

═ سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ کے پاس جب حضورؐ آتے تو ان کی یہ حالت ہو جاتی کہ چادر چھوٹی اور بوسیدہ ہونے کی وجہ سے جسم پوری طرح نہ ڈھانک سکتیں اور بے چین ہو جاتیں حضورؐ ان کی بے قراری دیکھ کر صبر کی تلقین فرماتے۔ (بخاری)

═ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بیمار ہوتے تو اس وقت ان کے پاؤں میں جوتا بدن پر کرتہ اور سر پر ٹوپی نہ ہوتی۔ (مسلم)

═ اصحاب صفہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو بھوک سے نڈھال ہو کر گر پڑتے تھے۔

═ حضرت علیؓ نے ساری زندگی میں صرف ایک بار گندم کی روٹی کھائی ہمیشہ ایک وقت فاقہ کرتے دوسرے وقت باسی روٹی کے ٹکڑے پانی میں بھگو کر کھاتے حالانکہ زمانۂ خلافت میں کوفہ کی جائیداد سے ۴۰ ہزار دینار آمدنی تھی جو وصول کر کے غربا میں تقسیم فرما دیتے۔

═ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفۃ المسلمین ہونے کے باوجود پیٹ بھر کر کھانا نہ کھا سکے اور دور خلافت میں صرف چار چادریں بیت المال سے پہننے کو لیں۔ وصال کے وقت وہ پھٹی ہوئی چادریں بھی واپس بیت المال کو بھجوا دی گئیں۔

═ حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو سلطنت اسلامی ۲۲ لاکھ مربع میل تک پھیل چکی تھی مگر ان کا عالم یہ تھا کہ اپنی پیٹھ پر اناج کی بوریاں لادتے اور مستحق لوگوں کے گھروں میں خود پہنچاتے تھے۔ بیت المال سے جو وظیفہ حاصل کرتے اتنا قلیل ہوتا کہ اپنے کنبہ کے اخراجات پورے کر سکتے تھے اور مقروض رہتے۔ کوئی جائیداد بطور اثاثہ نہیں چھوڑی۔

خلافت علیؓ سے ملوکیت یزید تک

+++++

١٨ جون ٦٥٦ء سے ٢٩ جنوری ٦٨٤ء تک

حضرت علیؓ نے جن حالات میں خلافت کا بار سنبھالا ان کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ حضرت علیؓ حضور نبی کریمؐ کے چچا زاد بھائی، فاطمہ بنت رسول اللہ کے شوہر اور نبوت کی تصدیق کرنے والے تھے ان کے والد حضرت ابی طالب حضور نبی کریم کے منہ بولے باپ کے تھے اور مسلمانوں کے لئے اپنی زندگی میں ڈھال بنے۔ جب حضرت علیؓ کا بلند مرتبہ ایک فرقے سے تسلیم ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جو علیؓ کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے اور جو علیؓ کا دوست ہے میرا دوست ہے۔ اب ان کے علم اور فراست کے آئینہ میں ان لوگوں کا کردار دیکھا جا سکتا ہے جنہوں نے علیؓ اور ان کے دیگر اصحاب کے بارے میں بے جا تعصب روا رکھا۔

بیعتِ عام

۲۸ ذوالحجہ کو حضرت علیؓ مسجدِ نبوی میں تشریف لائے اہلِ مدینہ نے بیعت کی اور ہوائے باغیوں میں سے اکثر نے بیعت کرلی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرے ساتھ لوگوں کی بیعت اس وقت تک مکمل نہیں ہوگی جب تک اصحاب بدر بیعت نہ فرمائیں چنانچہ اصحاب بدر جو اس وقت تک زندہ تھے آئے اور ان کی بیعت کی۔ البتہ حضرت زبیرؓ، طلحہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، محمد بن مسلمہ، اسامہ بن زیدؓ، احسانؓ بن ثابت، کعبؓ بن مالک، ابوسعید خدری، نعمانؓ بن بشیر، زیدؓ بن ثابت، مغیرہؓ بن شعبہ، عبداللہؓ بن سلام نے فوری طور پر بیعت نہ کی اور یہ حضرات کچھ حالات درست ہونے کے بعد بیعت کر گئے۔

مروان کا مدینہ سے فرار

ان ہی دنوں قصاص عثمانؓ کا مطالبہ شروع ہوا۔ حضرت علیؓ بھانپ چکے تھے کہ اس مسئلہ پر خاندان بنی امیہ کے اصحاب ان سے جھگڑا کریں گے اس کا بروقت سدباب کرنے کے لئے حضرت علیؓ نے مروان بن حکم کو بلایا معلوم ہوا کہ وہ مدینہ سے اسی روز اپنا سامان لیکر رات کی تاریکی میں چلا گیا تھا جس روز حضرت عثمانؓ کو دفن کیا گیا تھا بلکہ وہ دفن کے وقت بھی حاضر نہ تھا حضرت علیؓ نے مزید تحقیقات کرائی تو معلوم ہوا کہ مروان اپنے سامان کے علاوہ خلافت کے بعض ضروری کاغذات اور حضرت عثمانؓ کے گھر کے زیورات بھی ساتھ لے گیا ہے۔

سات روز تک مروان کی تلاش ہوتی رہی مگر اس کا کہیں سراغ نہ مل سکا۔ بعد میں خبر ملی کہ وہ حضرت معاویہؓ کے پاس شام پہنچ گیا ہے۔

حضرت علیؓ کی تحقیقات

عام طور پر خونِ عثمانؓ کا جرم محمد بن ابی بکرؓ پر لگایا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ نے اس ضمن میں شہادتیں طلب کیں جب ان کے خلاف کوئی شہادت نہ ملی تو حضرت علیؓ خود جناب نائلہ بیوہ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور ان سے واقعہ کی تفصیلی شہادت لی۔ جناب نائلہ نے کہا کہ حضرت عثمانؓ نے محمد بن ابی بکر سے جب یہ کہا "کاش اس وقت تمہارا باپ موجود ہوتا" تو محمد بن ابی بکر فوراً اس کمرے سے باہر چلا گیا قاتل چار اور شخص تھے جن کا حلیہ بتا سکتی ہوں ناموں کا علم نہیں۔ حضرت علیؓ بیان لے کر واپس آ گئے اس روز سے انہوں نے محمد بن ابی بکر کو مجرم نہیں سمجھا۔ قاتلوں میں غافقی بن حرب۔ کنانہ بن بشر۔ عمرو بن الحمق صحابیٔ رسول اور سودان بن آمر شامل تھے۔

باغیوں کی سرتابی

حضرت علیؓ نے باغیوں کو حکم دیا کہ وہ مدینہ سے چلے جائیں اور حالات کو مزید خراب نہ کریں مگر باغیوں نے ان کا حکم تسلیم نہ کیا۔ عین اس وقت حضرت زبیرؓ و طلحہؓ نے حضرت علیؓ سے مکہ جانے کی اجازت طلب کی مگر انہوں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اصحابِ رسول کا مدینہ میں قیام ضروری سمجھتے تھے اور پھر ان ہر دو اصحاب نے چونکہ بیعت نہیں کی تھی اس لئے خدشہ تھا کہ دونوں بزرگ خلافت کی خواہش رکھنے کی وجہ سے باہر جا کر کوئی تحریک نہ منظم کریں (بعض مورخین کا بیان ہے کہ بیعت کر لی تھی مگر بعد میں اسے توڑ دیا تھا)

خلافت علیؓ کا پہلا (دوسرا) سال ۳۶ھ

چونکہ حضرت علیؓ ۳۵ھ کے آخری دو دنوں میں خلیفہ مقرر ہوئے تھے اس لحاظ سے ان کا پہلا سال تو ۳۵ھ بنتا ہے لیکن سال کا آغاز ۳۶ھ سے تصور کرنا چاہئے۔ گزشتہ سال کے دو روز کوئی اہمیت نہیں رکھتے تاہم سال کے آغاز ہی میں امیہ خاندان کی دونوں شاخوں کے اکابرین جن میں بعض صحابۂ رسول بھی شامل تھے حضرت

معاویہؓ کے پاس شام چلے گئے۔ ان کے وہاں جانے کی وجہ سے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ اور مضبوط ہو گئے انہوں نے اپنے خاندان کے سرکردہ بزرگوں کے مشورہ سے قصاص کا نعرہ بلند کیا

حکام کی معزولی

حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ حکام پر کڑی تنقید کرتے تھے اور اپنی خلافت میں ان ہی کو قائم رکھنا ان کے لئے مشکل تھا حضرت عبداللہؓ بن عباس کا مشورہ یہ تھا کہ حکام کے تبادلے نہ کئے جائیں لیکن حضرت علیؓ نے یہ مشورہ نہ مانا اور فرمایا کہ میں موقع شناسی یا زمانہ سازی کا قائل نہیں ہوں چنانچہ مندرجہ ذیل گورنروں کی معزولی یا تقرری کے نئے احکام جاری کئے

یمن میں یعلیٰؓ بن منیہ کو معزول کر کے عبیداللہ بن عباس کو مقرر کیا، بصرہ میں عبداللہؓ بن عامل کو معزول کر کے عثمانؓ بن حنیف کو اور شام میں حضرت معاویہ بن سفیان کو معزول کر کے سہیل بن حنیف کو جو غزوۂ بدر میں شامل تھے مقرر کیا۔ اسی طرح مکہ میں عبداللہ بن حضرمی، طائف میں قاسم بنؓ ربیعہ۔ جند میں عبداللہ بنؓ ربیعہ۔ حمص میں عبدالرحمٰن بن خالد قنسرین میں حبیبؓ بن مسلمہ، اردن میں ابوالعورؓ اور بحرین میں عبداللہ بن قیس مقرر ہوئے۔

معزول ہونے والے گورنروں میں حضرت معاویہؓ نے اس حکم پر عمل کرنے سے صاف انکار کر دیا اور دیگر معزول حکام کو بھی حکم کی سرتابی کے لئے آمادہ کیا۔

یمن کی صورتحال

جب عبیداللہؓ بن عباس یمن پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ پہلے حاکم یعلیٰؓ بن منیہ نے یمن کے بیت المال کا تمام سامان باندھ کر اپنے ہمراہ لے لیا اور بیت المال میں ایک کوڑی بھی باقی نہیں رکھی۔ جس سے وہ حکومت کا کاروبار چلاتے یا وظائف جاری رکھ سکتے اس وقت ان لوگوں سے لڑنا بھی وسیع تر جنگ کا پیش خیمہ تھا کیونکہ حضرت معاویہؓ منظم طور پر حکم عدولی کی تحریک شروع کر چکے تھے

شام کی سیاسی الجھن

شام کے نئے گورنر سہیلؓ بن حنیف جب پروانۂ تقرری لے کر سرحد پر پہنچے تو حضرت معاویہؓ کی

فوج کا ایک دستہ پہلے سے موجود پایا۔ انہوں نے سرحد عبور کرنے کی کوشش کی اس دستہ نے مزاحمت کی اور دستہ کے سالار نے ان سے کہا کہ شام کی فضا میں اشتعال موجود ہے لہذا اپنی جان بچا کر فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ چنانچہ سہیل ناکام ہو کر واپس مدینہ آئے اور حضرت علیؓ کو صورت حال سے مطلع کر دیا۔

شام کے لوگوں کی بغاوت

حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتہ اور ان کی زوجہ نائیلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں جو مروان اپنے ساتھ لے گیا تھا کی تشہیر کرادی۔ دمشق کے بازاروں میں جلوس کی صورت میں پھرایا اور اہل شام سے عہد لیا کہ جب تک خون عثمانؓ کا قصاص نہیں ملتا حضرت علیؓ کی بیعت کے بارے میں سوچنا بھی خارج از امکان ہے۔ مورخین نے یہاں تک لکھا ہے کہ اہل شام نے حضورؐ کے وصال کے بعد اسلام قبول کیا تھا اور حضورؐ کی نسبت و زیارت سے فیض یاب نہ ہوئے تھے اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ شام کا علاقہ فتح کرنے اور اس پر حکومت کرنے والے اموی خاندان سے تھے لہذا اہل شام کی ہمدردیاں امویوں سے تھیں ہاشمیوں کو نہ جانتے تھے اور نہ پسند کرتے تھے۔ یہی وجہ کہ شام پر حضرت معاویہؓ کی گرفت بڑی مضبوط تھی اس لئے اس علاقہ کے لوگ حضرت علیؓ کے مخالف تھے اور ان کو خلافت سے علیحدہ کرنے یا ان کو پریشان کرنے کی تدبیریں سوچنے لگے۔

حضرت زبیرؓ و طلحہؓ کا مدینہ سے کوچ

شام کی خبریں جیسے مدینہ پہنچیں بہت سے لوگ جو حضرت علیؓ کے مخالف تھے مدینہ سے رات کے وقت روانہ ہو کر مکہ پہنچے جہاں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ دیگر ازواج رسول کے ہمراہ حج کے لئے گئی ہوئی تھیں ان ہر دو اصحاب نے ام المومنین کو شہادت عثمانؓ اور خلافت علیؓ و اہل شام کا بیعت سے انکار کے بارے میں تمام تفصیل بتائی۔ مکہ کے لوگوں میں بھی کچھ حضرت علیؓ کے مخالف تھے چنانچہ حضرت زبیرؓ و طلحہؓ دیگر مخالفین علی کو ساتھ

لے کر مکہ سے بصرہ چلے گئے جہاں ان لوگوں نے خونِ عثمان کا قصاص لینے کی تحریک زور و شور سے چلائی اور عوام کو آمادۂ جنگ کیا۔ حضرتِ ام المومنینؓ کی ہمدردیاں ان لوگوں کے ساتھ تھیں چنانچہ لوگ ام المومنین کے پاس آتے اور خونِ عثمان کا بدلہ لینے کا عہد کرتے البتہ دیگر ازواجِ رسول جن میں جناب ام سلمہؓ اور جناب حفصہؓ بھی تھیں حالات سن کر مکہ سے مدینہ واپس چلی گئیں۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلی مہم تھی جو متفقہ خلافت کے خلاف برپا ہوئی جس میں حضورؐ کے صحابہ بھی شامل ہوئے۔

بہن بھائیوں میں مقابلہ

صورتِ حال اور بھی پریشان کن ہو گئی تھی کیونکہ جناب عائشہ صدیقہ حضرت علیؓ سے خونِ عثمان کے بدلے کا تقاضا کر رہی تھیں مگر ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور محمد ابن ابی بکر حضرت علیؓ کی فوج میں شامل ہو کر اس شورش کو ختم کرنے کے لئے مصروف تھے۔ آخر کار وہ منحوس وقت آ ہی گیا جب بصرہ کے قریب دونوں فریقین کا مقابلہ ہو گیا۔

جنگِ جمل

تاریخ میں اس جنگ کو جمل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس میں حضرت علیؓ کی طرف سے کوفہ کے لوگ کثرت سے شامل تھے اور حضرت ام المومنین کی طرف سے بصرہ کے لوگ زیادہ تھے۔ ابتدا میں حضرت علیؓ و زبیرؓ نے کوشش کی کہ معاملہ کی صورت گفتگو کے ذریعے سلجھ سکے۔ چنانچہ دونوں فریقین کے وفود کی ملاقاتیں ہوئیں مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا بالآخر دونوں فریقین جنگ آزما ہوئے۔ ام المومنین جناب عائشہ صدیقہ میدان جنگ میں ایک اونٹ پر سوار ہو کر تشریف لائیں۔ حضرت طلحہ و زبیر نے لوگوں کو لڑایا۔ پندرہ ہزار آدمی دونوں طرف سے لقمۂ اجل ہوئے حضرت علیؓ کے طرفداروں نے جب دیکھا کہ جنگ اس طرح ختم نہیں ہوتی تو انہوں نے حضرت عائشہ کے اونٹ پر حملہ کر کے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ حضرت زبیرؓ نے اپنے کندھے پر محمل کا بوجھ لینا چاہا لیکن جنگ کسی نتیجہ

شکست کے بغیر ختم ہوگئی۔

مروان بن حکم نے عین معرکہ میں تیر کا نشانہ باندھ کر حضرت طلحہؓ کو مارا جس کی وجہ سے وہ جاں بحق ہو گئے۔ مروان ان کو بھی قاتلین عثمانؓ سمجھتا تھا اس لئے حملہ کیا۔ حضرت زبیرؓ کو حضرت علیؓ نے حضور نبی کریم کا فرمان یاد دلایا تو وہ میدان جنگ سے چلے گئے لیکن چند میل دور جنگل میں حضرت علیؓ کے ایک سپاہی نے ان پر حملہ کر دیا اور وہ جاں بحق ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے زبیرؓ کے قاتل کو سخت ملامت کی۔

جنگ کے خاتمہ پر حضرت علیؓ کے کچھ سپاہیوں نے مال غنیمت سمیٹنے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت علیؓ نے جواب دیا ”بدبختو اس مال میں تو امت کی ماں بھی شامل ہے“ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے تمام سامان جمع کرایا اور ان کے مالکوں کو واپس کرا دیا۔ ہر دو فریقین کے مقتولین کی نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کیا کیونکہ دوسرے فریق کے سربراہ خود زبیرؓ جاں بحق ہو چکے تھے۔

ام المومنین کی مدینہ کو روانگی

جب جنگ میں اونٹ کی ٹانگیں کٹ جانے سے محمل گرا تو فوجوں میں بھگدڑ پڑ گئی حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکر اور اپنے بیٹے حسنؓ کو فوراً ان کے پاس بھیجا کہ جاؤ پتہ کرو کوئی چوٹ تو نہیں آئی جب دونوں ان کے پاس پہنچے تو وہ اطمینان سے محمل میں بیٹھی تھیں۔ ان کے بازو اور کمر پر چوٹ آئی تھی۔ ان دونوں نے نئی سواری کا انتظام کیا اور خود ساتھ جا کر بصرہ کے ایک مکان میں ٹھہرایا جہاں وہ پہلے قیام فرما رہی تھیں۔ شام کو حضرت علیؓ خود ان کے پاس مزاج پرسی کیلئے آئے اور پھر بحفاظت ان کو مدینہ پہنچایا گیا۔

خاندان علیؓ پر سب وشتم کا آغاز

اس جنگ کے بعد شام میں حضرت علیؓ اور ان کے خاندان پر سب وشتم کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ جمعہ کے خطبوں اور تقریروں میں حضرت علیؓ کے خلاف خرافات کہی جانے لگیں۔ اہل شام نے حضرت علیؓ کی خوب مخالفت کی۔

بصرہ میں عبداللہؓ بن عباس کی تقرری

جنگ جمل کے بعد بصرہ کے حالات چونکہ خراب ہو چکے تھے

حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عباس کو یہاں کا گورنر مقرر کر دیا ان کی تقرری سے بنوامیہ اور ان کے حامی بصرہ سے کوچ کر کے شام کی طرف چلے گئے ان کا شام پہنچنا تھا کہ شامی لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔

خلافت علی کا دوسرا سال (۳۷ھ)

حضرت علیؓ نے ایرانیوں کی شورش اور حرمت مدینہ کے پیش نظر مرکز خلافت مدینہ کی بجائے کوفہ بنانا بہتر سمجھا اور خلافت کے تمام دفاتر اور محکموں کا ریکارڈ کوفہ منتقل کر دیا ان کا مدینہ سے جانا تھا کہ ان کے مخالفین کو کھل کھیلنے کا موقع ملا۔ ابن سبا نے خاندان بنو ہاشم کی طرفداری کا لبادہ اوڑھ کر اسلام میں خلافت کی مرکزیت اور دینی تعلیم و عقائد کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ خاندان بنوامیہ کے افراد حضرت علیؓ اور ان کے خاندان سے نسلی و نسبی تعصب رکھتے تھے انہوں نے اس فتنہ سے فائدہ اٹھایا اور حجاز، شام، مصر میں سیاسی فضا حضرت علیؓ کے خلاف کر دی۔

حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ پر سب و شتم

اہل شام نے حضرت علیؓ اور ان کے خاندان کے خلاف سب و شتم کا آغاز کر دیا تھا۔

اس کا ردعمل یہ ہوا کہ وہ اہل شام کی اس حرکت پر ملامت کرنے لگے مگر ابن سبا کے گروہ کو محض ملامت و مذمت منظور نہ تھی اس گروہ کے ارکان نے حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عمرؓ کے خلاف بدگستاخیوں اور سب و شتم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بزرگ جنہوں نے اسلام میں سبقت حاصل کی حضورؐ کے مقرب رہے بڑی بڑی قربانیاں دیں ان کے کردار کو داغدار بنا دیا گیا ان کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات پیدا کئے گئے ہیں جن لوگوں نے خوفزدہ ہو کر اور جان بچانے یا موقع شناسی کرتے ہوئے اسلام قبول کیا تھا وہ

امت کے سیاہ و سفید کے مالک بن بیٹھے

مصر کے گورنر کی معزولی

حضرت علیؓ کو جب یہ خبر ملی کہ مصر کے گورنر قیسؓ بن سعد اہل مصر سے بیعت لینے میں نرمی سے کام لے رہے ہیں اور اس کے ساتھ ہی حضرت معاویہ کے جاسوس مصر میں پھیل چکے ہیں اور بیعت نہ کرنے کا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں تو انہوں نے قیسؓ بن سعد کو معزول کر دیا اور محمد بن ابی بکر کو گورنر مقرر کر دیا انہوں نے مصر کے لوگوں پر سختی کی اور حضرت علیؓ کی بیعت لی۔

شام پر حملہ کی تیاری

مصر کے سیاسی حالات قدرے بہتر ہوئے تو اہل شام نے شورش برپا کر دی۔ حضرت علیؓ نے مناسب سمجھا کہ شام پر حملہ کر دیا جائے اس وقت ماسوا شام کے اسلامی سلطنت کے دور دراز علاقوں پر حضرت علیؓ کا سکہ چلتا تھا چنانچہ انہوں نے اس مقصد کے لئے مختلف صوبوں سے فوج طلب کی۔ عبداللہ بن عباسؓ بصرہ سے کثیر لشکر لے کر آئے۔ حضرت علیؓ اسی ہزار کا لشکر لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔

صفین کی جنگ

صفین کے مقام پر حضرت علیؓ نے اپنا لشکر خیمہ زن کیا دوسری طرف حضرت معاویہؓ نوے ہزار شامی سپاہی لے کر میدان میں پہنچ گئے ابتدا میں دونوں طرف کے بزرگوں نے مصالحت کرانے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیابی نہ ہو سکی حضرت علیؓ کا موقف یہ تھا کہ حضرت معاویہؓ نے خروج اور بغاوت کی ہے جب کہ ساری امت متفقہ طور پر ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکی ہے حضرت معاویہؓ کو پہلے بیعت کرنی چاہئے تھی اور پھر اپنے مطالبات پیش کرتے۔ لیکن حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ کی خلافت کو تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوئے اور اس کے لئے خون عثمانؓ کا عذر بنایا۔

ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ امت میں فتراق ہرگز پسند نہ کرتے تھے جیسا کہ گذشتہ

واقعات سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ کو شیخین کی بعض پالیسیوں سے اختلاف تھا یا نہیں لیکن خلافت کی مرکزیت ختم کرنے کے لئے انہوں نے کبھی کوئی تحریک نہیں چلائی تھی تو اب جبکہ وہ خود خلیفہ تھے داخلی شورش اور بغاوت ہرگز برداشت نہیں کر سکتے تھے اسی کشمکش میں محرم کا سارا مہینہ گزر گیا اور جنگ کی نوبت نہ آئی۔

جنگ کی ابتدا

۲۸ محرم کو حضرت معاویہؓ کی فوج نے ایک تالاب[1] پر قبضہ کرنے کے لئے حضرت علیؓ کی فوج پر حملہ کر دیا تاکہ ان کی فوج پانی سے محروم ہو جائے لیکن حضرت علیؓ کے لشکر نے اس حملہ کو ناکام بنا دیا یہ پہلی شکست تھی جو شام کی فوج کو ہوئی۔ پانی کا تالاب علیؓ کے لشکر کے قبضہ میں رہا جب شامی لشکر کو پانی چھن جانے کی خبر ملی تو وہ پریشان ہوا۔ حضرت معاویہؓ کی فوج میں بے چینی پیدا ہو گئی کیونکہ ان کے پاس پانی کا ذخیرہ نہ تھا

حضرت علیؓ کی دریا دلی

حضرت علیؓ نے اس صورت حال کو پسند نہ کیا اور جناب معاویہؓ کو کہلا بھیجا کہ تالاب کا پانی تمہارے لشکر کے لئے بھی حاضر ہے میں پانی ایسی شے روک کر انسانیت پر ظلم کرنے کو تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن تالاب پر قبضہ میری فوج کا رہے گا۔ شامی لشکر کی حفاظت کا میں ضامن ہوں چنانچہ شامی لشکر عین معرکہ کارزار میں بھی اس تالاب سے پانی حاصل کرتا رہا اور حضرت علیؓ کے خلاف لڑتا رہا۔

پہلا حملہ

یکم صفر کو دونوں فوجیں آپس میں ٹکرا گئیں اس وقت حضرت علیؓ کے پاس ۸۰ ہزار اور حضرت معاویہ کے پاس نوے ہزار سپاہ تھی دونوں لشکر ۸ صفر تک مقابل پر

---

[1] موجودہ دور کے بعض محقق تالاب کے بجائے اسے فرات قرار دیتے ہیں جو غلط ہے۔

رہے لیکن فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ ۹ صفر کو حضرت علیؓ نے بھرپور حملہ کیا۔ ان کا لشکر مار دھاڑ کرتا ہوا حضرت معاویہؓ کے خیمہ تک جا پہنچا جس سے شامی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کو کہہ بھیجا کہ کیوں اپنی امارت کے لئے مسلمانوں کا خون کراتے ہو تم خود میرے مقابل میدان میں آجاؤ ہم دونوں آپس میں جنگ کا فیصلہ کر لیتے ہیں اس طرح مسلمان قتل و خون سے بچ جائیں گے۔

عمرؓو بن العاص نے حضرت علیؓ کا پیغام سنا تو فوراً حضرت معاویہؓ سے کہا کہ اس سے بہتر کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا آپ میدان میں اتریں لیکن حضرت معاویہؓ نے یہ چیلنج قبول نہ کیا۔

۷۰ ہزار لقمہ اجل ہوئے

حضرت علیؓ کے لشکر کے سالار اشتر نے زبردست حملہ کیا اس حملہ میں ہزاروں شامی لقمہ اجل ہوئے اس وقت تک دونوں فریقوں کے ۷۰ ہزار افراد جاں بحق ہو چکے تھے۔ شامی لشکر شکست کھا کر بھاگنے لگا اور اشتر بھاگنے والوں کا تعاقب کرنے لگے۔ مورخین کا بیان ہے کہ ۲۰ ہزار مقتول لشکر علیؓ کے تھے اور پچاس ہزار لشکر معاویہؓ کے، میدان کارزار میں اب بھی حضرت علیؓ کے پاس ساٹھ ہزار اور حضرت معاویہؓ کے پاس چالیس ہزار سپاہی موجود تھے اس جنگ میں عبیداللہ بن عمر بھی جاں بحق ہوئے جو حضرت معاویہؓ کی طرف سے اور صحابی رسول حضرت خواجہ اویسؓ قرنی جاں بحق اور حضرت ابوایوبؓ انصاری جو حضرت علیؓ کی طرف سے لڑے سخت زخمی ہوئے۔

شامیوں نے قرآن بلند کر دیا

اشتر کے زبردست حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے شامی سپاہ شکست کھا کر حضرت معاویہؓ کے خیمہ کی طرف بھاگی تو وہ سخت پریشان ہوئے اور عمرؓو بن العاص سے کہا کہ کوئی زبردست تجویز سوچو جس سے ہاری ہوئی بازی جیت میں بدل جائے۔ عمرو بن العاصؓ نے تھوڑی دیر سوچ کر اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ قرآن نیزوں پر بلند کریں۔ حضرت

علیؓ قرآن دیکھ کر رک جائیں گے۔ چنانچہ شامی سپاہ نے قرآن بلند کئے اور پکار پکار کر کہا کہ لڑائی بند کر دو اور قرآن مجید کو حاکم و ثالث تسلیم کرو۔

حضرت علیؓ اس سیاسی چال کو سمجھتے تھے انہوں نے لڑائی جاری رکھنے کا حکم دیا لیکن ان کے بعض سالار اور افسر لڑائی سے منہ موڑ گئے اور جنگ سے ہاتھ روک لیا حضرت علیؓ نے میدان میں بھاگ بھاگ کر اپنے لشکریوں کو سمجھایا کہ یہ ایک چال ہے اس میں نہ آؤ ورنہ یہ جنگ قیامت تک ختم نہ ہوگی لیکن اکثر سپاہیوں نے لڑنے سے انکار کر دیا اس صورت حال سے حضرت علیؓ سخت مایوس ہوئے۔

حضرت عمارؓ ابن یاسر

بعض مخصوص ذہنیت کے حامل محققین نے رسول اللہ کے عظیم المرتبت صحابی حضرت عمارؓ کے حالات زندگی سے جس طرح اغماض برتا ہے حد درجہ افسوس ناک ہے اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ حضرت عمارؓ اور ان کے والدین حضور نبی کریم کے فدائی تھے۔ حضورؐ کے وصال کے بعد حضرت عمارؓ نے ہمیشہ حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اور ان ہی کے ساتھ ہمیشہ ہر جنگ میں حصہ لیا ان کے والد یاسرؓ اسلام میں سبقت حاصل کرنے والوں میں شامل تھے۔ مشرکین مکہ نے حضرت بلالؓ کی طرح ان کو خوفناک ایذائیں پہنچائیں جس کے باعث ان کی موت واقع ہوئی۔ عمارؓ کی والدہ کا نام سمیہ تھا یہ اسلام قبول کرنے والی خواتین میں سر فہرست تھیں۔ ابوجہل نے اس بہادر اور پاک طینت خاتون پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے مگر یہ خاتون رسول اللہ پر اپنے ایمان کو در پختہ کرتی گئیں ابوجہل نے ایک دن موقع پا کر اس خاتون پر حملہ کر دیا اور ان کی اندام نہانی میں نیزہ مارا جس سے ان کی روح پرواز کر گئی اسلام میں یہ پہلی شہید ہیں ان کے خاوند یاسرؓ جو ہجرت حبشہ میں شامل تھے مشرکین مکہ کی ایذاؤں کے باعث جاں بحق ہوئے ان کی وفات پر حضور نبی کریم نے فرمایا "اے یاسرؓ تم نے صبر کیا تم اور تمہاری اولاد جنت میں داخل ہوگی" حضرت عمار یتیم ہو گئے

تو حضورؐ کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے آپ نے غزوہ بدر میں نمایاں حصہ لیا۔
قرآن مجید کی سورہ نحل کی ایک سو چھبویں آیت مبارکہ عمارؓ ہی کی شان میں تھی۔
حضرت عمارؓ کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا کہ اس کے گوشت اور ہڈیوں میں ایمان گھسا ہوا ہے آپ نے عہد نبوی کے تمام غزوات میں حصہ لیا جنگ بدر میں ان کا ایک کان کٹ گیا تھا

- حضرت خالدؓ بن ولید سیف اللہ نے روایت کیا کہ ایک دفعہ میں نے حضورؐ سے سنا کہ جس نے عمارؓ سے بغض اور دشمنی رکھی اس نے اللہ سے بغض اور دشمنی رکھی کیونکہ عمارؓ نے اسلام کی خاطر اتنی سزائیں برداشت کیں جو کسی عام انسان کے بس کی بات نہ تھی ان کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جاتا گرم ریت پر بٹھا کر جسم پر سلاخوں سے داغ لگائے جاتے تھے۔
- ایک دفعہ عمارؓ خدمت رسالت میں حاضر ہوئے دروازہ پر آواز دی۔ حضورؐ نے ان کی آواز پہچان کر فرمایا "مرحبا اے اچھوں سے اچھے"
- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا علیؓ۔ سلمانؓ۔ بلالؓ۔ عمارؓ اور ابوذر غفاری کے لئے جنت منتظر ہے۔
- حضورؐ نے ان کو اپنا مشیر مقرر فرمایا تھا۔ بارہ وزیروں یا مشیروں میں شامل تھے۔
- ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ سورہ انعام کی آیت ایک سو ایکسویں حضرت عمارؓ ہی سے متعلق ہے اجالے سے مراد عمارؓ اور ظلمت سے مراد ابی جہل۔
- بخاری ترمذی اور مشکوٰۃ کی متفقہ علیہ حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اے عمارؓ ایک باغی گروہ کو تم جنت کی طرف بلاؤ گے اور وہ تمہیں قتل کرے گا۔
- مسجد نبویؐ کی تعمیر کے وقت دیگر صحابہ ایک ایک پتھر لاتے تھے مگر عمارؓ دو دو اس دوران نڈھال ہو گئے حضورؐ نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھا اور بالوں میں انگلی سے کنگھی فرمائی اس موقعہ پر مندرجہ بالا بشارت دی کہ عمارؓ کی موت باغی گروہ کے ہاتھوں ہوگی۔

یہ عظیم المرتبت صحابی جنگ صفین کے موقعہ پر شب ہریر میں شہید ہوئے اور بدن پہ

پھٹے ہوئے کپڑوں کا کفن بنا کر بغیر غسل دفن کئے گئے۔ حضرت معاویہؓ کی فوج کے اکثر آدمی حضورؐ کے اس فرمان سے واقف تھے اور وہ موقعہ پاکر کبھی حضرت عمارؓ سے مل جاتے تھے خود حضرت معاویہؓ کو عین معرکۂ صفین میں یہ حدیث یاد دلائی گئی تو وہ سخت گھبرائے مگر اسی دوران عمارؓ شہید ہو چکے تھے۔

حضرت عمارؓ ابن یاسر کو حضرت عمرؓ فاروق نے کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا کچھ دنوں کے بعد ان کو معزول کر دیا۔ ایک بار لوگوں میں شبہ پڑ گیا کہ حضرت عثمانؓ نے بیت المال سے کچھ جواہرات گھر بغرض استعمال کے لئے حاصل کئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ مسجد نبوی میں جمعہ کے روز اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے اٹھے اور فرمایا کہ ہم خرچ کے اس مال میں سے اپنی ضرورت پوری کرنے کے حق دار ہیں مگر میں ایسا نہیں کرتا اس پر حضرت علی نے جواب دیا ہم آپ کو ایسا کرنے بھی نہیں دیں گے حضرت عمارؓ نے فرمایا کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ سب سے پہلے میں ہوں جسے آپ کی اس پالیسی سے اختلاف ہے عمارؓ کا جواب سن کر حضرت عثمانؓ ممبر سے اترے اور عمارؓ کو مسجد کے صحن میں اس قدر مارا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ آپ کو اٹھا کر حجرہ میں لے گئیں اس روز آپ کی تین نمازیں جمعہ، عصر، مغرب قضا ہوئیں

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے واقعہ سن کر حضور نبی کریم کے کچھ کپڑے اور جوتا حضرت عثمانؓ کو بھجوایا کہ عنقریب ان اشیاء کے مالک کے مقرب تھے۔ اسی طرح ابوذر غفاری کی جلا وطنی پر حضرت عمارؓ اور حضرت عثمان میں تلخ کلامی ہوئی حضرت عثمانؓ نے عمارؓ کے پیٹ پر اس زور سے لات ماری کہ ان کو مرض فتق[۲] لاحق ہو گیا۔[۱]

---

[۱] حضرت عثمانؓ کے بارے میں مندرجہ بالا دونوں واقعات ڈاکٹر طہٰ حسین مصری نے اپنی کتاب "عثمان و علی" میں علامہ بلاذری کے حوالہ سے درج کئے ہیں تاہم محققین عصر نے انہیں غلط قرار دیا ہے

[۲] فوطوں کی رگیں پھٹ جانا۔

معاہدۂ عارضی صلح

۱۳ صفر کو حضرت علیؓ و معاویہؓ کے درمیان عارضی صلح کا معاہدہ ہوا جس کے مطابق دونوں لشکر واپس چلے گئے اور معاملہ ججوں کے سپرد کر دیا گیا اس موقعہ پر خوارج کا فتنہ ظہور میں آیا جس نے حضرت علیؓ کو تھکا دیا یہ خوارج ان کے اپنے لشکر کے تھے جنہوں نے حضرت علیؓ کی پالیسی سے اختلاف کیا اور پھر مخالف ہو گئے۔

ججوں کا فیصلہ

ماہ ربیع الثانی میں مقرر کردہ ججوں کا اجلاس مقام اذرع پر منعقد ہوا اس میں علیؓ و معاویہؓ کے خاص اصحاب شامل ہوئے ان کی تعداد چھ سو کے قریب تھی اس مجلس میں حضرت ابوموسیٰ اشعری نے رائے دی کہ حضرت علیؓ و معاویہؓ دونوں کو معزول کر دیا جائے اور حضرت عبداللہ بن عمر کو خلیفہ بنایا جائے لیکن عبداللہ بن عمرؓ نے جو اس مجلس میں موجود تھے معذرت کر دی کہ میں اس ذمہ داری کے لئے تیار نہیں ہوں۔ حضرت علیؓ کی طرف سے جج ابوموسیٰ اشعری تھے اور حضرت معاویہؓ کی طرف سے عمرو بن العاص چنانچہ کافی دیر اور بحث و مباحثہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ دونوں کو معزول کر دیا جائے اور نئے خلیفہ کا انتخاب امت پر چھوڑ دیا جائے اس فیصلہ کے مطابق ابوموسیٰ اشعریؓ نے اٹھ کر کہا کہ میں علیؓ و معاویہؓ دونوں کو معزول کرتا ہوں اس کے بعد عمرو بن العاص اٹھے اور انہوں نے کہا کہ ابوموسیٰؓ کا فیصلہ آپ سن چکے ہیں میں صرف علیؓ کو معزول کرتا ہوں معاویہؓ آج سے خلیفہ ہو گئے عمرو بن العاص کا یہ کہنا تھا کہ حضرت علیؓ کے ساتھیوں نے فوراً اٹھ کر کہا یہ قرآن کے ساتھ اذغا زیب ہے امت اس فیصلے کو نہیں مانے گی۔ دونوں فریقوں میں پھر سے تلواریں چل گئیں کئی آدمی زخمی ہوئے حضرت معاویہؓ کے طرفدار نعرے بلند کرتے اور

لہ حضرت عبداللہ بن عمر ابوموسیٰ اشعری کے داماد تھے

امیر المومنین معاویہؓ کہتے ہوئے چلے گئے۔ اس دن سے حضرت معاویہؓ نے خود کو امیر المومنین کہلانا شروع کر دیا اور شام میں لوگوں سے دوبارہ بیعت لی۔ (تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی)

نہروان کا معرکہ

ابھی جنگ صفین کے زخم مندمل نہیں ہوئے تھے کہ اس سال حضرت علیؓ کو خوارج کا مقابلہ کرنا پڑا۔ خوارج نے اپنی جمعیت فراہم کر کے نہروان کے مقام پر مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔ حضرت علیؓ کا لشکر مقابل پر آیا زبردست جنگ ہوئی حضرت علیؓ نے فتح حاصل کی جنگ کے بعد خیال تھا کہ فتنہ ختم ہو جائے گا لیکن خوارج کا فتنہ ختم نہ ہوا اور حضرت علیؓ کو امویوں اور خارجیوں سے آخر دم تک لڑنا پڑا جس کی وجہ سے ان کی سیاسی طاقت تقسیم ہو کر کمزور ہو گئی اور فتوحات کی طرف توجہ نہ دے سکے۔

خلافت علی کا تیسرا سال

محمد بن ابی بکر کی معزولی

حضرت علیؓ نے مصر پر محمدؓ بن ابی بکر کو گورنر مقرر کر دیا تھا انہوں نے بیعت لینے میں سختی بھی کی لیکن علمائے مصر کے لوگ جنگ صفین و نہروان میں حضرت علیؓ کے ساتھ شامل نہ ہوئے یہ صورتحال سیاسی اعتبار سے حضرت علیؓ کے لئے قابل برداشت نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ شام پر دو طرفہ یعنی مصر اور کوفہ سے بیک وقت حملہ کیا جائے اس مقصد کے لئے محمدؓ بن ابی بکر کو گورنری سے ہٹا کر مالک بن اشتر کو مقرر کر دیا یہ ابھی راستہ میں ہی تھے کہ وفات پا گئے اور حضرت علیؓ اپنی سکیم میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مالک بن اشتر کی وفات کے بارے میں مورخوں نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے بعض کا خیال ہے کہ محمدؓ بن ابی بکر کی سازش تھی اور بعض کہتے ہیں حضرت معاویہؓ کا ہاتھ تھا واقعہ کی نوعیت میں کوئی بھی سازش کارفرما ہو مالک بن اشتر کا قتل

حضرت علیؓ کی سیاسی و عسکری طاقت کمزور کرنے کے لئے تھا۔

المناک موت

حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے عزائم بھانپ کر مصر میں اپنے جاسوس پھیلا دیئے اور اپنا ہمنوا بنانے کیلئے بے پناہ دولت صرف کردی شام کے جاسوس مصر کے لوگوں کے نام خط لاتے اور ان کو بغاوت پر اکساتے۔ محمد بن ابی بکر نے ایسے کئی خطوط پکڑے اور مصر کے باغیوں کا سختی سے محاسبہ کیا لیکن ان کو کامیابی نہ ہوسکی اس دوران حضرت معاویہؓ نے مصر پر حملہ کردیا ایک طرف شامی لشکر جرار تھا دوسری طرف مصر کے باغی تھے محمد بن ابی بکر دونوں سے بیک وقت لڑتے رہے لیکن شامی لشکر کے سامنے ان کی ایک نہ چلی شکست کھا گئے اور بھاگ جانا چاہتے تھے کہ شامی لشکر نے ان کو گرفتار کرلیا اور حضرت معاویہؓ کے حکم پر ان کو قتل کرکے ان کی لاش ایک مردہ گھوڑے کے پیٹ میں ٹھونس دی اور گھوڑے کو مصر کے چوک میں پھینک دیا کئی روز تک ان کی لاش سے تعفن پھیلتا رہا۔ اس طرح حضرت معاویہؓ نے مصر پر قبضہ کرکے عمروؓ بن العاص کو جنہوں نے جنگ صفین میں ان کی سیاسی امداد کی تھی مصر کی گورنری پر مامور کردیا۔

بصرہ میں بغاوت

اسی سال بصرہ میں حضرت علیؓ کے خلاف زبردست بغاوت اٹھی اس کی قیادت حضرت معاویہؓ کے دست راست عبداللہؓ بن الحضرمی نے کی اس وقت عبداللہ بن عباسؓ جو بصرہ کے گورنر تھے کسی کام کی غرض سے کوفہ آئے ہوئے تھے ان کی غیر موجودگی میں عبداللہ بن الحضرمی نے بیت المال پر قبضہ کرلیا اور اپنے احکامات جاری کرنے شروع کر دیئے ایسی نازک سیاسی فضا میں حضرت علیؓ نے شام یا مصر پر قبضہ کرنا اور حضرت معاویہؓ کی وسیع تر فوج کا مقابلہ کرنا غیر ضروری سمجھا اور ہمیشہ کے لئے یہ خیال ترک کردیا۔ تاکہ امت مزید خون خرابہ کا شکار نہ ہو۔

حضرت ابوایوبؓ کی علیحدگی

ان ہی دنوں حضرت معاویہؓ نے مدینہ اور مکہ پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لئے بسر بن ارطاۃ کو ۳ ہزار کا لشکر دے کر روانہ کیا یہ لشکر مدینہ پہنچا تو اس وقت حضرت ابوایوبؓ انصاری حضرت علیؓ کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے۔ بسر نے حضرت ایوبؓ کو کہلا بھیجا کہ آپ کے لئے بہتری اسی میں ہے کہ مدینہ کی حکومت سے دستبردار ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت ایوبؓ فتنہ و فساد نہ چاہتے ہوئے گورنری سے علیحدہ ہو گئے اور بسر نے عارضی طور پر گورنری کا عہدہ سنبھال لیا جس کے بعد حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے زیر قبضہ مزید علاقوں پر قبضہ حاصل کر لیا

خلافت علی کا چوتھا سال ۳۹ھ

اسلامی سلطنت کی تقسیم

اس سال باقاعدہ طور پر اسلامی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ حضرت علیؓ کی خلافت عراق ایران اور ان سے ملحقہ بعض علاقوں تک محدود ہو گئی۔ دوسری طرف مصر اور شام پر حضرت معاویہؓ حکمران ہو گئے۔ ان دونوں بزرگوں نے حجاز کے دو بڑے صوبے مکہ اور مدینہ کو آزاد علاقہ قرار دے دیا ان دونوں صوبوں میں نہ حضرت علیؓ مداخلت کرتے اور نہ امیر معاویہؓ۔ اس تقسیم کے ساتھ ہی امت بھی دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی شام اور مصر کے لوگ حضرت معاویہؓ کو خلیفہ برحق سمجھنے لگے اور عراق و ایران کے لوگ حضرت علیؓ کو صحیح منتخب خلیفہ اور جانشین رسول گردانتے تھے مکہ اور مدینہ کے لوگوں کی رائے بھی منقسم تھی لیکن یہاں کے لوگ حضرت علیؓ کو خدمات۔ علمی فضیلت اور بزرگی کے اعتبار سے امیر معاویہؓ کی نسبت ترجیح دیتے تھے۔

مکہ اور مدینہ زیادہ عرصہ تک آزاد علاقے کے طور پر قائم نہ رہ سکے حضرت معاویہؓ نے حجاز کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

عبیداللہ بن عباس کے لڑکوں کا قتل

حضرت عبیداللہ بن عباسؓ حضرت علیؓ کی طرف سے یمن کے حاکم تھے۔ بسر بن ارطاۃ نے ان کو یمن سے جبراً نکال دیا اور ان کے دو لڑکوں کو جنہوں نے مزاحمت کی تھی قتل کر دیا جس سے اہل یمن میں ناراضگی پھیل گئی۔

زیاد بن سمیہ

تاریخ میں اس شخص کا کردار اور اس کی ذات بھی منفرد نظر آتی ہے۔ مورخین نے کسی اختلاف کے بغیر اس شخص کے بارے میں جو معلومات فراہم کی ہیں اس کے مطابق یہ شخص طائف کی ایک رقاصہ یا طوائف سمیہ کے بطن سے تھا۔ حضرت معاویہؓ کے والد ابوسفیان اسلام لانے سے قبل طائف کے ایک شراب خانے میں گئے شراب پی کر انہوں نے عورت طلب کی۔ شراب خانہ میں سمیہ ایسے کام کے لئے موجود رہتی تھی ابوسفیانؓ نے اس عورت کے ساتھ مباشرت[1] کی جس سے حمل ٹھہر گیا جب زیاد پیدا ہوا تو لوگوں نے اسے مجہول النسب ہونے کی بنا پر غلام کہنا شروع کر دیا یہ عورت بنو ثقیفہ کی تھی اور اس کا نام غلام بنو ثقیف پڑ گیا تھا لیکن ہر کا ہر شخص اس کے نسب سے واقف تھا جب جوان ہوا تو ابوسفیانؓ کے دوسرے بیٹوں یزید و معاویہؓ نے اسے اپنا بھائی بنانے سے انکار کر دیا تو یہ شخص ان کا مخالف بن گیا حضرت علیؓ اور معاویہؓ کے درمیان جب مخالفت چلی تو یہ حضرت علیؓ کے پاس آ گیا اور فوج میں ملازم ہو گیا اور بعد میں مختلف علوی مقبوضات کا حاکم بنا۔

فارس کی بغاوت

ان ہی دنوں فارس کے لوگوں نے بغاوت کر دی اور حضرت علیؓ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس بصرہ کے گورنر تھے اور زیاد بن سمیہ بصرہ کی فوج

---

[1] بعض مورخین اسے زنا نہیں بلکہ زمانہ جاہلیت کے ایک نکاح کا نام دیتے ہیں۔

کا افسر تھا۔ حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عباس کو لکھا کہ زیاد کو فوج دے کر فارس بھیج دو تاکہ وہاں کی بغاوت فرد کی جائے چنانچہ زیاد فوج لے کر فارس چلا گیا بغاوت فرد ہو گئی تو حضرت علیؓ نے زیاد کو فارس کا گورنر مقرر کر دیا۔

زیاد بن سمیہ کا ایک لڑکا تھا جسے تاریخ میں عبیداللہ بن زیاد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس شخص کے ہاتھوں جبکہ وہ کوفہ کا گورنر تھا کربلا کا المیہ پیش آیا جس میں اس کا کردار نمایاں ہے۔

خلافت علی کا پانچواں سال ؁۴۰ھ

عبداللہ بن عباسؓ کی علیحدگی

اسی سال کے ابتدا میں حضرت علیؓ کو دو اہم واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے ان پر سخت بُرا اثر ہوا اس کی صورت یہ ہوئی کہ بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عباس تھے جنہوں نے عبداللہ الحضرمی کو شکست دے کر بصرہ سے نکال دیا تھا ان کے خلاف حضرت علیؓ کو شکایات ملیں کہ بیت المال کا روپیہ فضول مدات پر صرف کیا گیا حضرت علیؓ بیت المال کے معاملہ میں بہت سخت تھے خود فاقہ کرتے اور دوسروں کو سادہ زندگی بسر کرنے کی تلقین فرماتے انہوں نے عبداللہ بن عباسؓ کی جواب طلبی کی بجائے اس کے کہ وہ شکایات کا جواب دیتے انہوں نے گورنری سے استعفیٰ دیدیا اور بصرہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے۔

عقیلؓ بن ابی طالب کی خفگی

حضرت علیؓ کے بڑے بھائی عقیلؓ کثیر کنبہ رکھتے تھے اور ان کی گزر مشکل تھی یہ کوفہ آئے اور اپنے بھائی سے امداد طلب کی۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میرا اپنا گزارہ مشکل سے ہوتا ہے میں زیادہ امداد نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی بیت المال سے امداد کر سکتا ہوں کیونکہ یہ عام مسلمانوں کی ضروریات کے لئے ہے لہٰذا حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے حسنؓ سے کہا کہ چچا کو لے کر بازار جاؤ اور ان کی ضروریات کی چیزیں خرید کر دو لیکن حضرت عقیلؓ نے

جو کہ حضرت معاویہؓ کے پاس چلے گئے اور ان سے معقول مالی امداد حاصل کی حضرت معاویہؓ ایسا موقعہ کبھی نہیں چھوڑتے تھے انہوں نے عقیلؓ کے وسیع کنبہ کی کفالت بیت المال کے ذمہ لگا دی اور حضرت عقیلؓ بعد میں حضرت معاویہؓ کے پاس رہے۔ حضرت عقیلؓ صفین کی جنگ میں شامل نہیں ہوئے تھے۔

حضور نبی کریمؐ کے صحابی حضرت حسان بن ثابتؓ کا انتقال اسی سال کے آخر میں ہوا۔

خوارج کا خوفناک منصوبہ

نہروان کی جنگ میں خوارجؒ کو شکست ہوئی تھی اسی دن سے وہ حضرت علیؓ کے خلاف تھے اور موقع کی تاک میں تھے انہوں نے ماہ شعبان میں مکہ میں اپنا خفیہ اجلاس بلایا اور فیصلہ کیا کہ امت میں فتنہ و فساد تین اصحاب علیؓ، معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کی وجہ سے ہے لہٰذا ایک ہی وقت میں ان تینوں کو قتل کر دیا جائے تاکہ امت اس فساد سے بچ جائے چنانچہ فیصلہ کے مطابق تین آدمی اس کام کے لئے مقرر کر دیئے گئے اور ۱۷ رمضان کو قتل کی تاریخ مقرر کر دی گئی حضرت علیؓ کے لئے عبدالرحمٰن بن ملجم، حضرت معاویہؓ کے لئے ابرک بن عبداللہ اور عمرو بن العاصؓ کے لئے عمرو بن بکر مامور ہوئے تینوں افراد مکہ سے اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے یہ منصوبہ اس قدر خفیہ و منظم تھا کہ کسی کو قبل از وقت اس کا علم نہ ہو سکا

امیر معاویہ اور عمرو بن العاصؓ پر ناکام حملہ

۱۷ رمضان کی صبح کو دمشق کی جامع مسجد میں حضرت معاویہؓ نماز فجر پڑھا رہے تھے کہ ابرک بن عبداللہ نے ان پر خنجر سے حملہ کر دیا حضرت معاویہؓ کے معمولی زخم آیا نمازیوں نے برک کو گرفتار کر لیا حضرت معاویہؓ ایک ہفتہ زیر علاج رہے۔

ادھر عمرو بن بکر جو عمرو بن العاص حاکم مصر کو قتل کرنے پر مامور تھا ۱۷ رمضان کو

۱؎ اس وقت دنیا میں عمان، مسقط، زنجبار ایسے علاقے ہیں جہاں خارجی آباد ہیں

پروگرام کے مطابق جامع مسجد میں آیا اور عین نماز کے وقت امام پر حملہ کر دیا قاتل کو چونکہ عمروؓ بن العاص کی پہچان نہ تھی اتفاق یہ ہوا کہ اس روز عمرو بن العاص بیماری کی وجہ سے مسجد میں نہ آئے اور خارجہ نامی شخص نماز پڑھا رہا تھا غلطی سے عمروؓ بن العاص کی جگہ یہ شخص قتل ہو گیا۔

عبدالرحمٰن بن ملجم کی کوفہ میں آمد

یہ شخص پروگرام کے مطابق حضرت علیؓ کو قتل کرنے کے لئے کوفہ پہنچا اور اپنی دور کی رشتہ دار عورت قطام کے ہاں ٹھہرا۔ قطام بڑی خوبصورت تھی اور امویوں کی طرفدار بھی۔ عبدالرحمٰن اس پر عاشق ہو گیا اور اسے نکاح کا پیغام دیا۔ قطام نے نکاح کے لئے ایک شرط پیش کی کہ اگر وہ علیؓ کو قتل کر دے تو نکاح کرے گی۔ عبدالرحمٰن تو پہلے ہی اس ارادہ سے آیا تھا اس نے آمادگی ظاہر کی تو اس عورت نے اپنے ایک غلام وردان کو اس کی امداد کے لئے مقرر کر دیا۔ پروگرام کے مطابق دونوں شخص ۱۶ رمضان کو عشاء کے بعد جامع مسجد کوفہ میں چھپ گئے ساری رات آنکھوں میں کاٹی تاکہ نیند آجانے کی وجہ سے ناکامی نہ ہو۔

حضرت علیؓ کی شہادت (۲۰ فروری ۶۲۰ء)

حسب دستور حضرت علیؓ نماز فجر کے لئے گھر سے باہر نکلے ان کی عادت تھی کہ جب نماز کے لئے گھر سے مسجد کی طرف چلتے تو بآواز بلند لوگوں کو نماز کی طرف بلاتے اس روز بھی بلند آواز سے لوگوں کو بلاتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے ابھی دروازہ کھول کر داخل ہی ہونا چاہتے تھے کہ وردان نے تلوار نکال کر ان پر حملہ کر دیا اس کی تلوار دروازہ میں لگی حضرت علیؓ اس کی طرف مڑے ہی تھے کہ پیچھے سے عبدالرحمٰن نے حملہ کر دیا۔ لوگوں نے عبدالرحمٰن کو اسی وقت پکڑ لیا وردان بھاگ نکلا لیکن ابھی گھر تک نہ پہنچا تھا کہ اسے بھی پکڑ لیا گیا۔ بعض مورخوں کا بیان ہے کہ ان کے ساتھ تیسرا شخص شبیب بھی تھا جو کہ روپوش ہو گیا۔ حضرت علیؓ پر تلوار کا زخم کاری تھا ان کو گھر پہنچا دیا گیا۔

۱۷ رمضان المبارک کو یہ آفتاب امامت غروب ہو گیا۔ انتقال کے وقت ان کی

عمر ۶۳ سال کی تھی مورخین کا بیان ہے کہ ان کا جنازہ رات کی تاریکی میں جنگل کی طرف لے جایا گیا جبکہ زبردست آندھی آ رہی تھی اور کسی جگہ دفن کیا گیا اور بعد میں ان کے مقام مدفن کا تعین کیا گیا آپ کا مزار نجف اشرف میں ہے جو بعض روایات کے مطابق روحانی خبر کے تحت بنایا گیا۔

ازدواج و اولاد

مورخین نے آپ کی ازدواج کی تعداد ۹ بتائی ہے پہلا نکاح سیدہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ سے کیا ان کے بطن سے حسنؓ حسینؓ۔ زینبؓ اور ام کلثومؓ ہوئیں۔ دوسرا نکاح ام البنین بنت حزام سے کیا ان کے بطن سے عباسؓ جعفرؓ عبداللہؓ اور عثمانؓ پیدا ہوئے۔ تیسرا نکاح لیلیٰ بنت مسعود سے کیا ان کے بطن سے عبداللہؓ و ابوبکرؓ ہوئے چوتھا نکاح اسماء بنت عمیس کے ساتھ کیا ان کے بطن سے محمد الاصغر اور یحییٰ ہوئے پانچواں نکاح حضور کریم کی نواسی امامہ بنت ابوالعاص سے کیا ان کے بطن سے محمد الاوسط پیدا ہوئے۔ چھٹا نکاح خولہ بنت جعفر سے کیا ان سے محمد اکبر ہوئے انہی کو محمد الحنفیہؓ کہتے ہیں۔ ساتواں نکاح صہبا بنت ربیعہ سے کیا ان کے بطن سے ام الحسنؓ و کلثوم صغرا ہوئیں۔ آٹھواں نکاح ام سعید سے کیا ان سے تین لڑکیاں ہوئیں نواں نکاح بنت امرء القیس سے کیا ان سے ایک لڑکی ہوئی۔

مورخین نے حضرت علیؓ کی اولاد نرینہ کی تعداد اٹھارہ بتائی ہے جن کے نام یہ ہیں۔
حسنؓ حسینؓ محسنؓ، ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ سعدؓ۔ طالبؓ۔ ابراہیمؓ عقیلؓ۔ زیدؓ۔ عباسؓ۔ طلحہؓ۔ عبداللہؓ زبیرؓ۔ محمد الحنفیہؓ۔ عونؓ۔ عبیداللہ اور ۱۸ لڑکیاں زینبؓ۔ ام کلثومؓ۔ زینبؓ صغریٰ۔ امامہؓ۔ رقیہ کبریٰؓ نفیسہؓ میمونہؓ۔ رملہؓ ام امینؓ۔ فاطمہؓ۔ رقیہ صغریٰ۔ ام ہانیؓ۔ رملہ صغریٰؓ۔ حمامہؓ۔ ام کرامؓ اور ام سلمہؓ وغیرہ

خلافت امام حسنؓ

امام حسنؓ حضرت علیؓ کے سب سے بڑے صاحبزادے اور بڑے صلح کل، متوکل، سخی اور نرم مزاج تھے حضور نبی کریمؐ ان سے بڑی محبت فرماتے تھے ایک حدیث متعدد کتابوں میں متفق علیہ موجود ہے کہ حضورؐ نے امام حسنؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ "میرا یہ بیٹا امت کے دو گروہوں

میں صلح کا موجب ہوگا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ نے ان کو بار خلافت اٹھانے کے لئے مجبور کیا آپ سیاسی حالات سے واقف تھے اور اپنے آس پاس کے لوگوں کو بھی خوب جانتے تھے اس لئے پہلے صاف انکار کر دیا جب لوگوں نے زیادہ زور دیا تو اس شرط پر بیعت لی کہ جس سے میں صلح کروں گا آپ لوگ بھی اس کے پابند ہوں گے اور جس سے میں لڑائی کروں گا آپ میرا ساتھ دیں گے، اکثر لوگوں نے اس وقت اندازہ لگا لیا تھا کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے حضرت حسنؓ نے ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ کو خلافت کیلئے بیعت لی۔ کوفہ فارس اور دیگر علاقوں کے مسلمان بعد میں آکر بیعت کرتے رہے۔

امیر معاویہؓ کی پیشقدمی

حضرت معاویہؓ کو جب حضرت علیؓ کی شہادت اور امام حسنؓ کی خلافت کی خبر ملی تو انہوں نے عراق اور ایران کے مسلمانوں کے پاس خطوط روانہ کئے کہ وہ ان سے بیعت کریں شام و مصر کے لوگوں نے ان سے تجدید بیعت کر لی تھی۔ اس قسم کا ایک خط انہوں نے امام حسنؓ کو لکھا کہ مسلمان میری بیعت کر چکے ہیں لہٰذا آپ بھی میری بیعت کریں اور صلح جنگ سے بہتر ہوتی ہے اگر آپ صلح کے لئے تیار نہ ہوں تو پھر جنگ کے لئے آپ کو تیار رہنا چاہئے۔

ابھی امام حسنؓ اس خط کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ ان کو خبر ملی کہ حضرت معاویہؓ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر کوفہ پر حملہ کے لئے آرہے ہیں چنانچہ یہ اطلاع کوئی معمولی نہ تھی حضرت امام حسنؓ بھی اپنا لشکر لے کر نکلے دوسری طرف حضرت معاویہؓ کا لشکر جرار سامنے آگیا۔ ساباط مدائین کے پاس دونوں لشکر خیمہ زن ہوئے۔ امام حسنؓ نے اپنے لشکر والوں کو فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار کرنا چاہا مگر ان میں کوئی جوش و خروش نہ ابھرا اس دوران حضرت معاویہؓ نے پھر صلح کی پیشکش کی اور ساتھ ہی اپنے دستخط کر کے سفید کاغذ ان کی طرف بھیج دیا کہ جو شرائط صلح آپ کو منظور ہوں لکھ دیں میں ان کو قبول کر لوں گا۔

صلح نامہ

اس موقع پر امام حسنؓ کے ساتھیوں نے جو صلح کے حق میں نہ تھے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا اور حملہ کر کے زخمی کر دیا اس دن سے مسلمانوں میں تکفیر سازی کا آغاز ہوا۔ امام حسنؓ نے مخالفین کی پرواہ کئے بغیر صلح کر لی حضرت معاویہؓ کی طرف سے عبداللہ بن عامرؓ مقرر ہوئے امام حسنؓ نے جو شرائط صلح تحریر کیں درج ذیل ہیں۔

- حکومت کے امور کتاب و سنت کے تابع ہوں گے۔
- امر خلافت صرف معاویہؓ بن ابوسفیان کی زندگی تک ہے بعد میں امت جس کو چاہے خلیفہ مقرر کرے گی۔
- خاندان بنو ہاشم اور طرفداران بنو ہاشم پر کوئی پابندی نہیں ہو گی اور ان کے لئے امن و امان ہو گا۔
- صوبہ اہواز کا خراج تا زندگی امام حسنؓ کو ملتا رہے گا۔
- کوفہ کے بیت المال کا روپیہ امام حسنؓ کے تصرف میں ہو گا۔
- بیت المال کے وظائف میں بنو ہاشم کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جائیگا۔ بعض مورخین نے یہ شرط بھی لکھی ہے کہ معاویہؓ کے بعد خلافت حسنؓ ابن علی کو لوٹائی جائیگی۔

"یہ معاہدہ صلح ماہ ربیع الاول ۴۱ھ میں قلمبند ہوا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ امام حسینؓ اس صلح کے مخالف تھے لیکن بڑے بھائی کو روک نہ سکتے تھے" معاہدہ صلح کے بعد امام حسنؓ مدینہ تشریف لے گئے اور پھر باقی زندگی اسی شہر میں گزار دی۔

شہادت امام حسنؓ

مشہور روایت ہے کہ آپ کی ایک زوجہ جعدہ[1] بنت الاشعث نے آپ کو کھانے میں زہر[2] دے کر دیا جس سے آپ نے ۲۸ صفر ۴۹ھ مطابق ۶۷۰ء میں انتقال فرمایا۔

---

[1] ابوبکر صدیقؓ کی بھانجی۔ [2] بعض مورخین نے [illegible]

ایک روایت یہ بھی مشہور ہے کہ امام حسنؓ نے اپنے نانا حضور نبیؐ کریم کے پہلو میں دفن ہونے کی ام المومنین عائشہ صدیقہ سے اجازت لے لی تھی اور بعض مورخ کہتے ہیں کہ اجازت نہیں ملی تھی جب ان کا جنازہ لایا گیا تو مروان بن حکم نے جنازہ روک لیا اور دفن کے لئے مزاحمت کی تو جنازہ جنت البقیع میں لے جایا گیا جہاں آپ دفن ہوئے۔

ازواج واولاد

آپ کی ازواج کے بارے میں متعدد روایات ہیں مثلاً امام غزالی نے لونڈیوں سمیت ۲۰۰ تعداد لکھی ہے اس طرح بعض مورخوں نے سو۔ نوے۔ اسی تعداد بتائی ہے اور بعض مورخین نے بیویوں کی تعداد صرف ۸ لکھی ہے باقی لونڈیاں تھیں ان کی اولاد فرینہ زید۔ حسنؓ مثنیٰ حسینؓ طلحہؓ۔ اسمٰعیلؓ۔ عبداللہؓ۔ حمزہؓ۔ یعقوبؓ۔ عبداللہؓ۔ عبدالرحمانؓ۔ قاسمؓ۔ عمرؓ ۱۲ لڑکے اور پانچ لڑکیاں فاطمہ۔ سلمہ۔ ام عبداللہ۔ رملہ۔ ام الحسین تھیں۔

حجاج بن یوسف ثقفی

۴۱ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی کی ولادت ہوئی۔ تاریخ میں اس کی شخصیت بڑی اہم ہے یہ اپنے عہد کا ادیب۔ شاعر اور مشہور خطیب تھا ان ہی خوبیوں کی بنا پر اموی خلیفہ عبدالملک کے عہد میں کاروبار حکومت میں دخیل کار ہو گیا۔ انتہائی ظالم و جابر تھا "ابرامکہ" کے مصنف کے مطابق حجاج نے اپنے دور اقتدار میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد مسلمانوں کو قتل کیا ان میں متعدد تابعی رسولؐ بھی تھے اور عالم و فاضل بھی۔

اس شخص نے ۶۵ھ میں شہدائے کربلا کے مزارات منہدم کرا دیئے اور پھر کربلا کی زمین پر ہل چلوا کر نہر کھدوائی جو پچاس سال تک چلتی رہی اور یہ علاقہ کھیتی باڑی کے لئے مخصوص رہا۔

۶۵ھ میں ہی حجاج نے عبداللہ بن زبیرؓ کو حرم کعبہ میں شہید کر دیا اور ان کی لاش مکہ کے چوک میں کئی روز تک نمائش کے لئے لٹکوائی اور حرم کعبہ کو جلایا۔ حضرت عبداللہ کے

والد حضور کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ "یعنی حضرت صفیہؓ جو سید الشہدا جناب حمزہؓ کی حقیقی بہن تھی حضرت زبیرؓ کی والدہ جناب عوام کی زوجہ تھیں" اور عشرہ مبشرہ میں شامل تھے اور ان کی والدہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی ام المومنین جناب عائشہ صدیقہ کی ہمشیرہ تھیں۔

حجاج ہی نے اپنے عہد میں جناب محمد بن قاسمؒ کو جو اس کے داماد تھے ہندوستان فتح کرنے کی مہم پر روانہ کیا تھا اور حجاج ہی نے قرآن مجید پر اعراب یعنی زیر۔ زبر پیش وغیرہ لگوائے تھے تاکہ غیر عرب مسلمان قرآن مجید کو صحیح قرات اور تلفظ سے پڑھ سکیں۔

حضرت امیر معاویہؓ

حضرت معاویہؓ کا سلسلہ نسب آٹھ پشت پر حضور نبی کریمؐ سے ملتا ہے ان کے والد حضرت ابوسفیان فتح مکہ سے قبل اسلام اور حضورؐ کے سخت دشمن تھے جنگ بدر میں ابوجہل کی ہلاکت کے بعد کفار مکہ نے ان ہی کو سردار منتخب کیا تھا یہ فتح مکہ سے ایک دن قبل اور حضرت معاویہؓ چند ماہ قبل اسلام لائے تھے حضرت معاویہؓ کی والدہ کا نام ہندہ تھا جو ابوسفیان سے قبل فاکہ نامی شخص کے عقد میں تھی جس نے ہندہ پر بدچلنی کا شبہ کرتے ہوئے اسے طلاق دے دی تھی۔ ابوسفیان حضورؐ نبی کریمؐ سے دس سال بڑے تھے۔

حضرت معاویہؓ ایک سال حضورؐ کے ہاں کاتب بھی رہے اور بعض غزوات میں شامل ہوئے خلافت صدیق میں بھی شام کی مہم میں حصہ لیا۔ سنہ ۴۱ھ میں اقتدار حکومت ملا جس کے بعد ان کی سیاسی حکمت عملی۔ تدبر۔ حلم۔ بردباری اور شاہانہ دبدبہ نکھر کر سامنے آگیا اسلام میں وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اقتدار کو موروثی قرار دیا اور اپنے بعد اپنے بیٹے کو سینکڑوں صحابہ کرام اور محدثین اہل دعلم کی موجودگی میں حکمران بنا دیا۔

حضرت معاویہؓ کی مدینہ میں آمد

خلیفہ بننے کے بعد حضرت معاویہؓ پہلی بار ۴۱ھ ماہ ذوالحجہ میں مدینہ آئے اور حضرت عثمانؓ کے مکان پر پہنچے اس وقت حضرت عثمانؓ کی صاحبزادی عائشہ موجود تھیں

جناب عائشہ امیر معاویہؓ کے پاس آئیں ان کی آنکھوں میں آنسو تھے عائشہ نے کہا
"اے امیر امت کے بدبخت لوگوں نے میرے والد کو جو اسلام میں سبقت حاصل کرنے والے ۔ دین خداوندی کے پرستار ۔ محمد رسول اللہ کے سچے فدائی اور جانشین تھے بیدردی سے شہید کر دیا ان کی ڈاڑھی نوچی ۔ ان پر پانی بند کیا ۔ ان کے گھر کا محاصرہ کیا حالانکہ وہ یقیناً بے گناہ تھے وہ حقدار مغفرت تھے ان کو زندگی میں جنت کی یقینی بشارت مل چکی تھی"
جناب عائشہ اپنے والد کی شہادت کے دردناک واقعات اس طرح دہرا رہی تھیں کہ ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کی قطار بندھ گئی انہوں نے کہا کہ مدینہ میرے بیگناہ والد کے خون سے رنگین ہو گیا محبان رسول کی موجودگی میں وہ سب کچھ ہوا جس کے میرے والد ہرگز سزاوار نہ تھے ۔

حضرت معاویہؓ کا جواب

حضرت معاویہؓ نے جناب عائشہ کو دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا ۔ بھتیجی صبر سے کام لو اور کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالو جو کسی موقعہ پر بھی کسی کے لئے نقصان کا باعث بن سکتی ہو کیونکہ اب لوگوں نے ہماری اطاعت قبول کر لی ہے جس کے بدلہ میں ہم نے ان کو امان[1] و تحفظ کی ضمانت دیدی ہے ہمارا فرض ہے کہ اب ہم نرمی کا ثبوت دیں عملاً یا قولاً ظلم اور زیادتی سے باز رہیں ۔ تلوار ہر شخص کے ہاتھ میں ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس تلوار کا نشانہ کون بنتا ہے" امیر معاویہ کا یہ جواب کسی تبصرہ کا محتاج نہیں ۔
افسوس کہ مورخین نے جناب عائشہ بنت عثمان غنیؓ کے بارے میں مزید تفصیل نہیں دی

زیاد بن سمیہ کا قصہ ۴۲ھ

یہ شخص حضرت علیؓ کے عہد میں فارس کا حاکم تھا حضرت معاویہؓ نے اسے لکھا کہ بیت المال کا حساب میرے سامنے پیش کرو اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور

---

[1] الامامۃ والسیاستہ ابن قتیبہ البیان والمبین علامہ جاحظ العقد الفرید مصنف ابن عبد ربہ بحث اسنا جیو ...

بیت المال کا تمام سامان اپنے قبضہ میں لے کر حضرت معاویہؓ کو لکھا کہ میں آپ کو خلیفہ تسلیم نہیں کرتا۔ حضرت معاویہؓ کے گورنر نے اس کے بچوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا جب مغیرہ بن شعبہ کو علم ہوا تو انہوں نے حضرت معاویہؓ کو یہ مشورہ دیا کہ اگر اس وقت اس سے سختی کا سلوک کیا گیا تو ممکن ہے اہل فارس کے ساتھ مل کر بغاوت کر دے کیونکہ فارس کے لوگ پہلے ہی بنو ہاشم کو پسند کرتے ہیں اس طرح انتشار پھیل جائے گا۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ نے ارادہ تبدیل کر کے اس کے لئے امان نامہ تحریر کر دیا اور بڑی نرمی سے اپنے پاس بلایا جب یہ دمشق پہنچا تو اس نے صلح کے لئے یہ شرط رکھی کہ فارس کے بیت المال کا حساب نہ لیا جائے اور مجھے ابوسفیان کا بیٹا تصور کیا جائے اس پر بھرے دربار میں شہادتیں لیں، دس گواہوں نے برملا ان دونوں کے سامنے کہا کہ سمیہ ناجنسہ عورت تھی ابوسفیان نے اس سے جماع کیا یہ ابوسفیان ہی کا بیٹا ہے شہادتوں کے بعد حضرت معاویہؓ نے اسے اپنا حقیقی بھائی بنا لیا[1]

مروان بن حکم کی تقرری ۴۲ھ

اس سال حضرت معاویہؓ نے مروان بن حکم کو مدینہ کا اور مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ مروان نے مدینہ پہنچ کر ان لوگوں کی سخت نگرانی شروع کی جو بنو ہاشم کے طرفدار تھے۔ خاص طور پر ان کی جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کی حمایت کی تھی یا ان کو پناہ دی تھی ان میں بعض جید صحابہ رسولؐ کے بیٹے اور تابعین بھی شامل تھے۔

عمرو بن العاصؓ کی وفات ۴۳ھ

اس سال عید الفطر کے دن فاتح مصر عمرو بن العاص جو اس وقت مصر کے گورنر تھے وفات پا گئے۔ چونکہ یہ بزرگ حضرت معاویہؓ کے دست راست تھے اس لئے ان کے بیٹے عبداللہ کو ان کی جگہ مصر کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اور اسی سال کوفہ۔ بصرہ۔ مصر وغیرہ

---

[1] تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی

کی بغاوتیں فرو کی گئیں۔ سوڈان کا باقی ماندہ علاقہ فتح ہوا۔ عبدالرحمٰن نے کابل اور غزنی کے علاقے فتح کئے اور ابن عامر کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا گیا اس سال حضرت عبداللہ بن سلام کی وفات ہوئی۔

بحری جہازوں کا بیڑہ

۴۳ھ میں دو ہزار بحری جہازوں پر مشتمل سمندری بیڑہ بنایا گیا اس کے ذریعے سمندری بندرگاہوں اور جزیروں کو فتح کرنے کی مہم شروع کی گئی یہ پہلا موقع تھا کہ اسلامی ریاست میں باقاعدہ بحری فوج کا شعبہ قائم ہوا۔ اس فوج کے سالار عبداللہ بن قیس حارثی مقرر ہوئے اس فوج کی تعداد اڑتالیس ہزار تھی۔

زیاد بن سمیہ کی تقرری ۴۴ھ

اس سال بصرہ کے لوگوں نے بغاوت کر دی ان میں اکثریت بنو ہاشم کے طرفداروں کی تھی۔ گورنر ابن عامر نرم مزاج ہونے کی وجہ سے ان کا محاسبہ کرنے اور حضرت معاویہؓ کی خواہش کے مطابق حکومت چلانے میں ناکام رہا۔ حضرت معاویہؓ نے ان کو معزول کر کے اپنے بھائی زیاد بن سمیہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

بصرہ میں فوجی حکومت

زیاد نے گورنری سنبھالتے ہی بصرہ کے لوگوں پر سختی شروع کر دی رات کے وقت گھروں سے باہر نکلنے اور عام اجتماع کرنے پر پابندی لگا دی صرف بصرہ میں پولیس کی تعداد ۴ ہزار مقرر کی گئی اس میں خفیہ پولیس بھی شامل تھی۔ زیاد نے اپنے لئے مسلح حفاظتی دستہ مقرر کیا جو ہمیشہ اس کے آگے پیچھے رہتا تاریخ میں یہ پہلا شخص ہے جس نے مارشل لاء کی مانند حکم کو نافذ کیا اور لوگوں کو اپنی مرضی کے تابع زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر بصرہ سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔

حاکم خراسان کی معزولی

ان ہی دنوں خراسان کے حاکم نافع کو معزول کر دیا گیا کیونکہ اس نے خراسان کے بیت المال سے

جواہرات کا ایک تخت چوری کر لیا تھا اور اس کا ایک پایہ جو جواہرات کا تھا اپنے پاس رکھ کر اس کی جگہ سونے کا پایہ بنوا کر زیاد کے پاس بھجوا دیا۔ زیاد نے اسے معزول کر کے گرفتار کر لیا اور آٹھ لاکھ کا تاوان عائد کر دیا۔

فارس اور افغانستان کے بیشتر علاقوں کے نظم و نسق میں زیاد کا بہت عمل دخل رہتا تھا اس نے حکم بن العاص ایک شخص کو ہرات کا حاکم مقرر کرنے کے لئے بذریعہ قاصد بلایا قاصد غلطی سے حکم بن العاص کی بجائے حکم بن عمرو غفاری کو بلا لایا جب یہ سامنے آئے تو زیاد نے کہا آپ کو تو نہیں بلایا تھا چلو اب آپ آئے ہیں تو آپ ہی ہرات کی گورنری کا پروانہ لے جائیں چنانچہ حکم بن عمرو غفاری اس طرح ہرات کے حاکم مقرر ہوئے۔

اسی سال ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ جو اپنے بھائی کے پاس دمشق میں مقیم تھیں وفات پا گئیں ان کا مزار دمشق میں موجود ہے وفات کے وقت ان کی عمر ۷۴ سال تھی۔

عسکری تنظیم ۴۵ھ

اس سال حضرت معاویہؓ نے اپنی بری اور بحری فوج جس کی تعداد ۲ لاکھ ۲۰ ہزار تھی۔ باقاعدہ تنخواہوں کا ریکارڈ رکھنے کا حکم دیا اور فوجیوں کی تنخواہوں میں اضافہ کیا اس وقت بصرہ میں ۸۰ ہزار کوفہ میں ۶۰ ہزار مصر میں ۴۰ ہزار اور شام میں ۶۰ ہزار باقاعدہ فوج تھی اور ۵۰ ہزار سپاہی سرحدی حفاظت کے لئے ان سے علیحدہ موجود تھے اس سال کوئی اہم سیاسی یا عسکری واقعہ نہیں ہوا حضرت زید بن ثابتؓ۔ حاتمؓ بن عدی سلمہؓ بن سلامہ انصاری (غازیان بدر) وفات پا گئے۔

بلادِ روم پر حملہ ۴۶ھ

اس سال بلاد روم پر سمندری اور خشکی دونوں راستوں سے حملہ کیا اس مہم میں مالکؒ بن عبیداللہ سالار تھے اور ایک حصہ فوج کی کمان عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کے ہاتھ تھی۔ سردیاں ان مجاہدین کے لئے نقصان دہ ثابت ہوئیں چنانچہ عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید واپس حمص آ گئے۔

عبدالرحمٰن کا قتل

شام کا علاقہ حضرت خالدؓ بن ولید نے فتح کیا تھا اور ان کے خاندان کا اس علاقہ پر اثر تھا لوگ عبدالرحمٰنؓ کی دل سے عزت کرتے تھے اور ان کے اشارہ پر جمع ہوتے تھے۔ مؤرخین کے مطابق حضرت معاویہؓ کو عبدالرحمٰن کی یہ عزت و شہرت سیاسی اعتبار سے کھٹک رہی تھی انہوں نے حمص کے ایک عیسائی ابن اثال کے ذریعے عبدالرحمٰن کو شربت میں زہر ملوا کر پلا دیا جس سے ان کی موت واقع ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد عبدالرحمٰن کا لڑکا خالد مدینہ آیا تو عروہ بن زبیر نے اسے عبدالرحمٰن کے اصل قاتل اور واقعہ کی تفصیل بتائی جس کو سن کر خالد واپس گیا اور ابن اثال کو اپنے باپ کے بدلے قتل کر دیا۔ حضرت معاویہؓ نے خالد کو گرفتار کر لیا اور عیسائی کا خون بہا لینا چاہا لیکن دیگر احباب کے مشورہ سے خالد کو رہا کر دیا۔

حکمؓ بن عمرو غفاری کی وفات ۴۷ھ

اس سال کے اہم واقعات میں بلادِ روم پر دوبارہ حملہ اور انطاکیہ کا محاصرہ شامل ہے۔ حضرت معاویہؓ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کو مصر کی گورنری سے معزول کر کے معاویہؓ بن خدیج کو مامور کیا ان ہی کے ہاتھوں محمد بن ابی بکر قتل ہوئے تھے جب یہ گورنری کا پروانہ لے کر مصر پہنچے تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے اس سے کہا۔

"میرے بھائی کو قتل کرنے کا صلہ دنیا میں تمہیں مل گیا اسی کی تم خواہش رکھتے تھے"۔ اس سال حکم بن عمرو غفاری نے افغانستان کے بعض علاقے فتح کئے اور مرو میں وفات پائی۔

مروان بن حکم کی معزولی ۴۸-۴۹ھ

ان دو سالوں میں سیاسی نوعیت کی کوئی اہم تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی نیا علاقہ فتح ہوا۔ البتہ ۴۹ھ کے آخری دنوں کوفہ کے آس پاس طاعون پھیل گیا جس سے متعدد آدمی جاں بحق ہو گئے ۴۸ھ کے ماہ ربیع الاول میں مروان بن حکم کو حضرت معاویہؓ نے مدینہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ سعیدؓ بن العاص مقرر ہوئے مروان حضرت معاویہؓ کی طرف سے ۸ سال

۲ ماہ مدینہ کا حاکم رہا دہ مدینہ نبوی جس میں اس کا داخلہ بھی حضور نبی کریمؐ نے بند کر دیا تھا اور
پھر ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ نے بھی اس پر عمل جاری رکھا۔

ولی عہدئ یزید کی تجویز

مغیرہؓ بن شعبہ نے ایک تجویز سوچی اور حضرت
معاویہؓ کے پاس جا پہنچے دوران گفتگو حضرت
معاویہؓ نے پوچھا کس مقصد کے لئے آئے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا آپ کی اور آپ کے
خاندان کی بھلائی کی ایک تجویز لے کر آیا ہوں اور تجویز یہ ہے کہ

"اس وقت اسلامی ریاست میں کوئی ایسا شخص نہیں جس میں
آپ کے اقتدار کو گزند پہنچانے کی تاب ہو مگر موت ہر شخص کے لئے ہے
لہٰذا اپنی زندگی میں ہی اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنا دو تاکہ اقتدار حکومت
بنو امیہ ہی میں محفوظ رہ سکے۔"

حضرت معاویہؓ یہ تجویز سن کر سخت حیران ہوئے اور کہا یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ کے
مقرب صحابہ کے بیٹے موجود ہوں اور میں یزید کو ولی عہد نامزد کر دوں لوگ ہرگز اسے تسلیم نہیں
کریں گے مگر مغیرہؓ بن شعبہ نے کہا "تلوار اور اقتدار کا خوف کسی کو انکار کی مہلت ہی نہ دے گا" اس
وقت حضرت معاویہؓ نے ان کی بات ٹال دی اور ان کو دوبارہ کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ بعد میں
اس تجویز پر سنجیدگی سے غور کیا اور اپنے احباب سے مشورہ کرنے کے بعد اسے عملی صورت دینے
کی تحریک شروع کی۔

اسی سال ماہ صفر میں حضرت امام حسنؓ اور ثابتؓ بن ضحاک صحابی نے وفات پائی۔

اہل بربر کا قبول اسلام ۵۰ھ

اس سال بربر کے لوگوں نے اسلام قبول کیا
اور حضرت معاویہؓ کے پاس آکر بیعت کی۔
اس سے بربری علاقوں میں آئے دن کی شورش اور بغاوت کا خاتمہ ہو
گیا اور اسلامی سلطنت کی حدود میں وسعت پیدا ہوئی۔

مزید افریقی ممالک پر قبضہ[1]

حضرت معاویہؓ نے دس ہزار کا لشکر عقبہ کی سرکردگی میں افریقہ روانہ کیا اس لشکر نے باقی ماندہ علاقے فتح کر لئے عقبہ نے قیروان کو اپنا مرکز بنا کر ۵ سال حکومت کی اور سارے افریقہ میں دبدبہ قائم کیا۔

مغیرہؓ بن شعبہ کی وفات

کوفہ کے گورنر اور حضرت معاویہؓ کے دست راست مغیرہؓ بن شعبہ طاعون میں مبتلا ہوئے اور وفات پائی۔ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ مغیرہ بڑے مالدار ہو گئے تھے۔

مورخ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الاستیعاب ص ۲۵۹ میں لکھا ہے کہ ان کے حرم میں ایک ہزار لونڈیاں شامل تھیں۔ حضرت معاویہؓ نے بصرہ کے گورنر زیاد بن سمیہ کو کوفہ کی گورنری بھی عطا کر دی۔ زیاد نے کوفہ کا حاکم بنتے ہی طرفداران بنو ہاشم کی سخت نگرانی شروع کر دی اور ان کے سرکردہ اصحاب کو بلا بلا کر سرزنش کرتا رہا۔ اسی دوران تاریخ کا ایک ہولناک واقعہ وقوع پذیر ہوا۔

حجرؓ بن عدی کی گرفتاری اور موت

کوفہ میں رسول اللہ کے مقرب صحابی جناب حجرؓ بن عدی اور ان کے ۱۳ رفقاء کو زیاد نے حکومت کے لئے خطرناک قرار دے کر حضرت معاویہؓ کو لکھا کہ یہ لوگ اموی اقتدار کے دشمن ہیں مگر وسیع اثر کے مالک ہیں حضرت معاویہؓ نے ان کو گرفتار کر کے دمشق بھیجنے کا حکم دیا چنانچہ ۱۴ اصحاب گرفتار ہو کر دمشق پہنچے۔ حضرت معاویہؓ نے ان سب کو سرعام قتل کرا دیا اور حجرؓ بن عدی کی لاش کی پورے دمشق میں تشہیر کرائی۔

---

[1] بحوالہ تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی۔ ابن خلدون۔ طبری

حضرت عائشہؓ کا افسوس

جب ان کے قتل کی اطلاع ام المومنین حضرت عائشہ کو ملی تو انہوں نے واقعہ پر سخت افسوس کا اظہار فرمایا کیونکہ حضورؐ حجرؓ بن عدی سے محبت کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ معاویہؓ سے سخت ناراض ہوئیں۔ بعض مورخوں کا بیان ہے کہ آخری وقت تک ان صحابہ کے قتل پر افسوس کرتی رہیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت معاویہؓ کے پاس ان کی رہائی کی پرزور سفارش کی گئی مگر قاصد پہنچنے سے قبل یہ لوگ قتل ہو چکے تھے۔

قسطنطنیہ کا جہاد

اس سال حضرت معاویہؓ نے قسطنطنیہ فتح کرنے کے لئے مہم روانہ کی اس مہم کے قائد لسبر افسری بن سفیان بن عوف تھے انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو بھی لشکر کے ساتھ جانے کا حکم دیا لیکن یزید لشکر کے ساتھ نہ گیا اور چھپ گیا۔ یہ پہلا لشکر موسم کی خرابی اور دیگر مشکلات کے باعث کامیاب نہ ہو سکا اور واپس چلا آیا جب یزید کو لشکر کی مشکلات اور ناکامی کی اطلاع ملی تو اس نے کہا "میں ان کی نسبت فائدہ میں رہا کہ راہ کی مشکلات سے دوچار نہ ہوا" علامہ ابن خلدون نے اس مفہوم کے شعر بھی درج کئے ہیں جو یزید نے کہے۔ اسی سال حضرت عثمانؓ کا ایک قاتل عمرو بن الحمق پہاڑ کی گھاٹی میں قتل ہوا۔

حضرت معاویہؓ کی خفگی

یزید کے یہ کلمات حضرت معاویہؓ تک پہنچے تو وہ اس سے سخت ناراض ہوئے اور بھرے دربار میں قسم کھائی کہ اب یزید کو اس لشکر کے ساتھ ضرور جانا پڑے گا۔ چنانچہ ۵۲ھ میں ترکی پر دوبارہ لشکر کشی کی گئی اس لشکر کے سپہ سالار بھی لسبر افسری ہی تھے ایک حصہ فوج کا افسر یزید بن معاویہ تھا ایک حصہ فوج کے افسر عبداللہ بن عباس تھے اسی لشکر میں حضرت ابوایوب انصاری صحابی رسول شامل تھے۔

"ابن خلدون نے امام حسینؓ کی اس مہم میں شمولیت سے انکار کیا ہے مگر چند مورخوں نے شمولیت بتائی ہے اور لکھا ہے کہ وہ خود ایک دستہ فوج کے سالار تھے۔"

ابو ایوبؓ انصاری کی وفات

اس معرکہ میں حضرت ابو ایوبؓ الف، ی نے وفات پائی ان کو استنبول کی فصیل کے پاس دفن کیا گیا۔ نماز جنازہ کے بارے میں دو روایات مورخین نے بیان کی ہیں پہلی روایت کے مطابق یزید بن معاویہ نے پڑھائی اور دوسری کے مطابق عبداللہؓ بن عباس نے پڑھائی اس سال کے اہم واقعات میں ام المومنین حضرت صفیہؓ کی وفات ہے ان کی عمر اس وقت پچاس سال کی تھی۔

حضرت ربیع بن حارثی کا المیہ

حضرت ربیع بن حارثی خراسان کے گورنر تھے جب ان کو حجرؓ بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے قتل کی اطلاع ملی تو سخت افسوس کیا جمعہ کا دن تھا امامت کے لئے مسجد میں گئے خطبہ میں اس واردات قتل کا ذکر کیا اور فرمایا "دنیا سے نیکی اٹھتی جا رہی ہے اب ایسا وقت آ گیا ہے کہ رسول اللہ کے مقرب صحابہ بھی ظلم وستم سے نہیں بچ سکتے" چنانچہ نماز کے بعد انہوں نے دعا مانگی اور دوسرے مسلمانوں سے بھی کہا کہ آنے والے وقت سے پناہ مانگیں انہوں نے دعا مانگتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے اب اس دنیا سے اٹھا لیا جائے چنانچہ دعا کے فوری بعد ان پر غنودگی طاری ہوئی اور مسجد کے فرش پر لیٹ گئے ان کی روح پرواز کر گئی۔ خراسان کے مسلمانوں نے ان کی موت کا صدمہ کئی روز تک محسوس کیا ان کو خراسان میں سپرد خاک کیا گیا جہاں اب تک ان کا مزار موجود ہے۔

بعض مورخین نے ان کی وفات ۵۳ھ درج کی ہے اسی سال ام المومنین حضرت میمونہ نے ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی ان کا مزار بصرہ میں موجود ہے۔

اہل حجاز کی بیچینی ۵۲ھ ۵۳ھ

۵۲ھ میں کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا۔ البتہ ۵۳ھ میں دو اہم واقعات ہوئے ان میں جہاد

قسطنطنیہ کا ذکر ۵۰ھ کے ضمن میں آ چکا ہے۔ دوسرا واقعہ کو مورخین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ زیاد بن سمیہ گورنر کوفہ و بصرہ نے حضرت معاویہؓ کو لکھا کہ اب تمام اموی ریاست میں امن و امان تام ہے اور خاص طور پر ایران و عراق کے لوگ اموی اقتدار کو قبول کر چکے ہیں اس لئے مجھے کوفہ و بصرہ کی بجائے حجاز کا گورنر مقرر کیا جائے چنانچہ حضرت معاویہؓ نے اسے حجاز کا گورنر مقرر کر دیا۔ جب اہل حجاز کو یہ خبر ملی تو وہ سخت بے چین ہو گئے کہ سمیہ کا بیٹا اب مکہ و مدینہ کو اپنے ظلم کا نشانہ بنائے گا۔ اہل حجاز کے سرکردہ اصحاب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ سنا کر ان سے امداد طلب کی۔ حضرت عبداللہ بن عمر سیاسی معاملات میں قطعاً دلچسپی نہ لیتے تھے لیکن زیاد کی تقرری سن کر غصہ میں آ گئے اور فرمایا کہ معاویہؓ کی بیعت کر کے مدینہ اور مکہ پر ایک فاحشہ کے بیٹے کو حاکم مقرر کریں چنانچہ انہوں نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اہل حجاز کو اس شخص کے شر سے محفوظ فرما یہ دعا بارگاہ رب العزت میں قبول ہوئی۔ اور زیاد کی انگلی پر سرطان کا پھوڑا نکلا جس سے اس کا تمام جسم گل سڑ گیا اور ایک ماہ کے مختصر وقت میں وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا حضرت معاویہؓ نے عبداللہ بن خالد کو اس کی جگہ بصرہ و کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔

ابن خلدون کی روایت کے مطابق اسی سال حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی وفات ہوئی۔ بعض مورخ ۵۵ھ وفات درج کرتے ہیں۔

عبیداللہ بن زیاد کی تقرری ۵۴ھ

زیاد بن سمیہ کی موت کے بعد اس کے بیٹے عبیداللہ نے حضرت معاویہؓ سے درخواست کی کہ مجھے خدمت کا موقع دیا جائے میں بھی آپ کا بھتیجا ہوں انہوں نے کہا کہ اگر تم میں کوئی خوبی ہوتی تو تمہارا باپ ضرور تمہیں کسی نہ کسی جگہ کا حاکم بناتا تاہم میں تمہیں خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔ حضرت معاویہؓ نے اسے خراسان کا گورنر مقرر کر دیا اس نے خراسان آ کر لشکر جمع کیا اور نہر جبال عبور کر کے ترک علاقوں پر حملہ کر دیا۔ یہاں کے ترک اچانک حملہ سے خوفزدہ ہو گئے اور شکست تسلیم کر لی۔ عبیداللہ نے یہاں کے ترک حاکم اور اس کی بیوی کو گرفتار کر لیا

اور پھر دونوں کو نیلام عام کے ذریعہ دو لاکھ درہم کے عوض فروخت کر دیا۔

مروان کی دوبارہ تقرری

مدینہ کے گورنر سعید بن العاص کو حضرت معاویہؓ نے معزول کر دیا اور ان کی جگہ مروان بن حکم کو دوبارہ گورنر مقرر کر دیا۔ ماقبل مروان کی معزولی کی وجہ یہ تھی کہ حضرت معاویہؓ کو خفیہ پولیس کے ذریعہ یہ خبر ملی تھی کہ مروان یزید کی ولی عہدی کا مخالف ہے اور اس نے برملا کہا ہے کہ معاویہؓ نے میرے بہنوئی (حضرت عثمانؓ) کے خون کے بدلے حکومت حاصل کی ہے معاویہؓ کے بعد حکومت کا حقدار میں ہوں۔ حضرت معاویہؓ کے لئے یہ بات قابل برداشت نہ تھی چنانچہ انہوں نے مروان کو گورنری سے ہٹا دیا اور نئے گورنر سعید بن العاص کو ہدایت کی کہ مدینہ میں مروان کی جتنی جائیداد موجود ہے تمام بحق حکومت ضبط کر لی جائے اور باغ فدک[1] بھی چھین لیا جائے۔ سعید نے حضرت معاویہؓ کے اس حکم پر عمل نہ کیا۔ اس دوران مروان حضرت معاویہؓ کے پاس دمشق گیا دونوں میں جو گفتگو ہوئی مورخین کے بیان کے مطابق اس میں حضرت معاویہؓ نے مروان سے کہا کہ تم یزید کی ولی عہدی کی مخالفت نہ کرو یزید کے بعد حکومت تمہیں دے دی جائے گی جس سے دونوں میں مصالحت ہو گئی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ سعید نے مروان سے کہا کہ یہ شخص (معاویہؓ) ہم دونوں کو لڑا کر فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ طبری و ابن خلدون نے ان تینوں کے درمیان خط و کتابت کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

عبیداللہ بن زیاد کے اختیارات میں توسیع ۵۵ھ

حضرت معاویہؓ نے بصرہ کے گورنر عبیداللہ بن عمر غیلان کو معزول کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جمعہ کے روز بعض لوگوں نے اس پر پتھر برسائے اس نے

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مروان نے حضرت عثمانؓ کے عہد میں یا بعد میں یہ باغ اپنے قبضہ میں لے لیا تھا

ایک شخص کو پکڑ لیا اور اس کے دونوں ہاتھ کٹوا دیئے اس شخص کے قبیلہ والوں نے چال چلی وہ ان کے پاس آئے اور اپنے آدمی کو یہ ملامت کر کے یہ کہنے لگے ہو سکتا ہے کچھ لوگ حضرت معاویہؓ کے پاس جا کر تمہاری شکایت کر دیں اور تمہیں نقصان ہو۔ اس کا بہتر حل یہ ہے کہ تم ہمیں ایک کاغذ پر لکھ دو کہ میں نے محض غلط فہمی کی بنا پر اس کے ہاتھ کٹوائے ہیں تاکہ اگر حضرت معاویہؓ بازپرس کریں تو ہم صفائی میں یہ خط پیش کر دیں"۔ گورنر اس چال میں آگیا اور اس قسم کی تحریر لکھ دی۔ ان لوگوں نے یہ خط لے جا کر حضرت معاویہؓ کو دکھایا کہ آپ کا گورنر محض شبہ کی بنا پر ایسی سزائیں دیتا ہے حضرت معاویہؓ نے اسے معزول کر دیا اور عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ کا گورنر مقرر کر کے خراسان کا علاقہ بھی اس کے ماتحت دے دیا۔

بعض مورخین نے حضرت معاویہؓ پر دوسری طرح کے الزامات لگائے۔

یزید کی ولی عہدی ۵۶ھ

حضرت معاویہؓ نے مغیرہ بن شعبہ کی تجویز پر چھ سال تک غور کیا اور اس سال انہوں نے اسے عملی شکل دینے کی خاطر تمام گورنروں کو خطوط لکھے مختلف شہروں کے سرکردہ اصحاب کی رائے حاصل کرنا چاہی جب یہ خبر ہر طرف پھیل گئی تو سب سے پہلی مخالفت سعید بن عثمان غنیؓ نے کی اور کہا کہ اگر باپ کے بعد بیٹے کو خلیفہ بنانے کی گنجائش ہے تو میرا حق زیادہ بنتا ہے مگر حضرت معاویہؓ نے بقول مورخ طبری ان کو خراسان کا حاکم مقرر کیا اور یزید کی ولی عہدی پر رضامند کر لیا۔ دوسرا بڑا مخالف عبدالرحمٰن بن حضرت خالدؓ بن ولید تھا ان کا موقف یہ تھا کہ شام میرے والد نے فتح کیا تھا اور اہل شام نے معاویہؓ کو حکومت دلا دی تھی لہٰذا ان کے بعد میرا حق ہے لیکن یہ چند سال قبل ہی قتل ہو چکا تھا۔ مروان بھی راضی تھا اموی خاندان میں بھی مخالف تھے ان میں ایک قتل اور دو رضامند ہو گئے تھے۔

اختلاف کی بنیاد

حضرت معاویہؓ نے اپنے گورنروں اور طرفداروں کی رضامندی لینے کے بعد یزید کی ولی عہدی

کی بیعت لینے کا فیصلہ کر لیا اور گورنروں کو ہدایت کی کہ وہ اپنے علاقوں کے سرکردہ اصحاب کو بطور وفد دمشق بھیجیں جو نہ آسکتے ہوں ان سے تحریر حاصل کر لیں چنانچہ گورنروں نے یہ کام انجام دیا اور وفد مرتب کر کے دمشق بھجوائے جنہوں نے یزید کی بیعت بطور ولی عہد کے کی۔

حجاز کی صورتحال

دیگر علاقوں کی نسبت مکہ و مدینہ کی صورت حال مختلف تھی۔ حضرت معاویہؓ بھی سمجھتے تھے کہ اہل حجاز کو اس کام کے لیے رضامند کرنا سخت مشکل ہے۔ امام حسینؓ۔ عبداللہؓ بن عباس، عبداللہؓ بن زبیر۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ یزید کی ولی عہدی کے سخت مخالف تھے اور اہل حجاز کی نگاہیں انہی بزرگوں کی طرف لگی ہوئی تھیں۔

حضرت عبداللہؓ بن عمر کا جواب

حضرت معاویہؓ کا قاصد حضرت عبداللہ بن عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے آقا کا سلام پہنچا کر ایک ہزار درہم پیش کئے[1] حضرت عبداللہ نے رقم قبول کر کے ایک طرف رکھ لی اور قاصد سے دریافت کیا اور کوئی بات ہے تو قاصد نے ایک خط پیش کیا جس میں ان سے درخواست کی گئی تھی کہ اول تو یزید کی ولی عہدی کی بیعت کریں اگر بیعت نہ کر سکیں تو مخالفت بھی نہ کریں۔ حضرت عبداللہ نے خط پڑھا تو غصہ میں آگئے اور فرمایا کہ معاویہؓ اس رقم کے عوض میرا ضمیر خریدنا چاہتا ہے، یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ مقرر ہو۔ یہ رسول اللہؐ کی تعلیم اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے عمل کے خلاف ہے چنانچہ رقم واپس کر دی۔

قاصد ناکام و مایوس ہو کر دمشق چلا گیا اور اس نے حضرت معاویہؓ کو مدینہ کے حالات بتائے کہ حجاز کے لوگوں کی رضامندی مشکل ہے۔

---

[1] بعض روایات میں دس ہزار درہم آئے ہیں

یزید کی صفت و تعریف بیان کرنے کا حکم

حضرت معاویہؓ نے گورنروں کو حکم دیا کہ وہ جمعہ اور دیگر اجتماعات میں جا کر یزید کی مدح و توصیف بیان کیا کریں اور لوگوں کو اس کی ولی عہدی پر آمادہ کریں جب یہ سلسلہ بھی اگر نہ ہو سکا تو حضرت معاویہؓ نے خود حجاز کا سفر اختیار کیا۔

مدینہ میں آمد

سب سے پہلے حضرت معاویہؓ مدینہ آئے جب اہل مدینہ کو خبر ملی تو اکثر صحابہ رسول مدینہ سے باہر چلے گئے۔ کچھ لوگ راتوں رات جن میں حسینؓ ابن علی۔ عبداللہ بن زبیرؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ شامل تھے مکہ چلے گئے۔ حضرت معاویہؓ نے یہ صورت دیکھی تو سخت پریشان ہوئے چنانچہ مسجد نبوی میں آئے لوگوں کو جمع کر کے یزید کی نامزدگی کی وجوہات بتائیں اور اس میں امت کی بھلائی پیش کی

ام المومنین عائشہؓ صدیقہ کی ناراضگی

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ یہ خطبہ سن کر غصہ میں آگئیں اور اپنے حجرہ میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے حضرت معاویہؓ سے کہا۔ کیوں ایک بدعت کو رواج دینے لگے ہو ایسی باتوں کے لئے رسول اللہ کا منبر ہی مفید سمجھا؟ اتر جائیے اس منبر سے اور بیان کرو تو کچھ جو سنت رسول اور سیرت شیخین کے منافی ہو۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ فوراً منبر سے اتر گئے (بحوالہ علامہ جلال الدین سیوطی۔ تاریخ الخلفاء بہ اخذ شہید انسانیت)

مکہ میں ناکامی

مدینہ سے مایوس ہو کر حضرت معاویہؓ مکہ پہنچے تو یہاں امام حسینؓ۔ عبداللہؓ بن زبیر اور عبداللہ بن عمرؓ نے پہلے ہی حالات کو حضرت معاویہؓ کے خلاف کر رکھا تھا چنانچہ حضرت معاویہؓ نے تمام حضرات کو اپنے پاس بلایا۔ حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی طرف سے

عبداللہ بن زبیر کو وفد بنا کر بھیج دیا۔ حضرت معاویہؓ نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اہل مکہ یزید کی بیعت کے لئے آمادہ ہو جائیں لیکن ان کو کامیابی نہ ہو سکی۔

تین شرائط

عبداللہ بن زبیر نے ان کے سامنے تین شرطیں پیش کیں۔

۱۔ ایسا عمل کریں جو رسول اللہ نے کیا کہ اپنے بعد کسی کو مقرر نہیں کیا اور معاملہ امت کے سپرد کر دیا

۲۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرح اپنے خاندان میں سے کسی کو نامزد نہیں کیا۔

۳۔ حضرت عمرؓ نے سات اصحاب کی مجلس مشاورت مقرر کر دی اور اپنے بیٹے کو خلافت کا امیدوار بننے سے روک دیا۔

یہ تینوں تجویزیں سننے کے بعد حضرت معاویہؓ نے فرمایا مجھے یہ ہرگز منظور نہیں میں جس کام کا عہد کرتا ہوں اسے مکمل کر کے چھوڑتا ہوں" ابن زبیرؓ نے جواب دیا، تمہاری نسل کو حکومت نصیب نہیں ہوگی۔ اس موقع پر دونوں بزرگوں میں تلخ کلامی ہوئی۔ مکہ کے حالات ناموافق پا کر حضرت معاویہؓ دمشق چلے گئے اور یزید کی ولی عہدی کا اعلان کر کے بعض علاقوں کے مسلمانوں سے بیعت کرائی۔

ولید بن عتبہ کی تقرری ۵۷ھ

اس سال کے اہم واقعات میں مروان بن حکم کی مدینہ سے معزولی اور ولید بن عتبہ کی تقرری ہے اس تبدیلی کی ضرورت کیوں پڑی مورخین نے اس کی لمبی چوڑی تفصیل بیان کی ہے کہ حضرت معاویہؓ سیاسی توازن قائم رکھنے کے لئے بار بار تقرریاں اور تبادلے ضروری خیال کرتے تھے۔

خوارج کی بغاوت ۵۸ھ

حضرت معاویہؓ نے کوفہ کے گورنر ضحاک بن قیس کو معزول کر کے اپنے بھانجے ام الحکم عبدالرحمٰن ثقفی کو گورنر مقرر کیا اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ضحاک بنو ہاشم سے ان دنوں نرم سلوک کرنے لگا تھا لہٰذا معاویہؓ نے اپنے خاندان میں سے اس شخص کو مامور کیا مگر ان ہی

کی گئی اس سال کے اہم واقعات میں حضرت ابوہریرہؓ کی وفات ہے۔

حضرت معاویہؓ کی علالت ۶۰ھ

سال کے آغاز میں حضرت معاویہؓ علیل ہوئے طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو آپ نے احباب کو بلایا ان کو نصائح کئے پھر یزید کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ شکارگاہ میں ہے فوراً ہی دمشق کے افسر پولیس کے ذریعہ اسے بلایا گیا اور رموز مملکت سے آگاہ کر کے مستقبل کے لئے ہدایات دیں اور تحریری وصیت کی۔

وصیت

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے دیگر مورخین کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے جو وصیت کی اس میں یزید کو بتایا کہ میں نے اکابر صحابہ کی مخالفت سہہ کر اپنے بعد تمہیں امور خلافت سونپے ہیں لہٰذا ظلم و زیادتی نہ کرنا۔ کتاب و سنت کو پیش نظر رکھنا۔ اہل کوفہ حسینؓ ابن علی کو خلافت کے لئے آمادہ کریں گے ان سے درگذر کرنا (بعض روایات میں ہے کہ حسب حالات سلوک کرنا)۔ اہل مدینہ عبداللہ بن عمر کو تمہارے مقابل لانے کی کوشش کریں گے ان کی ہمیشہ خاطر رکھنا۔ اہل مکہ عبداللہ بن زبیر کو خلافت کے خلاف خروج پر آمادہ کریں گے وہ خود بھی خواہشمند ہوں گے ان پر کسی وقت بھی اعتماد نہ کرنا یہ شخص لومڑی کی سی فطرت رکھتا ہے اسے سختی سے دبانا جب وصیت مکمل ہوگئی تو یزید پھر شکارگاہ کو چلا گیا۔

وفات

بیماری نے طول کھینچا ...... بالآخر حضرت معاویہؓ ۲۲ر رجب سنہ ۶۰ھ میں ۸۵-۸۲ یا ۷۸ سال کی عمر میں وفات پا گئے ان کی وفات کے وقت یزید موجود نہ تھا دمشق کے پولیس افسر نے اسے اطلاع دی دوسرے روز ان کی تکفین و تدفین عمل میں لائی گئی۔

اسلامی سلطنت

ان کی وفات کے وقت اسلامی سلطنت کی حدود مشرق وسطیٰ مشرق قریب اور یورپ کے

کناروں تک وسیع ہو چکی تھی مورخ یعقوبی کے مطابق اس ریاست کے مختلف علاقوں سے ٹیکس اور جزیہ سے وصول ہونے والی آمدنی کی مقدار تیس کروڑ روپیہ سالانہ بنتی یہ آمدنی اب سے تیرہ سو برس پہلے کی ہے اگر اس کا آج کی کرنسی سے تطابق کیا جائے تو کئی اربوں پر محیط ہو گی ذیل میں مختلف علاقوں کی آمدنی کا گوشوارہ پیش خدمت ہے۔

- مصر -/۳۰ ملین درہم -/۶۶۶۷۰۰۰ روپے
- آذربائیجان -/۳۰ ملین درہم -/۶۶۶۷۰۰۰ روپے
- حلوان -/۳۰ ملین درہم -/۶۶۶۷۰۰۰ روپے
- رے -/۳۰ ملین درہم -/۶۶۶۷۰۰۰ روپے
- موصل -/۴.۵ ملین درہم -/۱۰۰۰۰۰۰ روپے
- نہاوند -/۴۰ ملین درہم -/۸۹۰۰۰۰۰ روپے
- کورین -/۱۰ ملین درہم ۲۲۰۰۰۰ روپے
- یمامہ بحرین -/۱۵ ملین درہم -/۳۴۰۰۰۰۰ روپے
- رحجاز -/۴۰ ملین درہم -/۸۹۰۰۰۰۰ روپے
- فارس -/۷۰ ملین درہم -/۱۵۶۰۰۰۰۰ روپے
- سوڈان -/۱۳۰ ملین درہم ۲۸۹۰۰۰۰۰ روپے
- عراق -/۶۵۵ ملین درہم -/۱۴۵۷۰۰۰۰۰ روپے
- الجزیرہ -/۵۵ ملین درہم -/۱۲۲۰۰۰۰۰ روپے

ایک درہم تب سے ۲۲ پیسے کے برابر ہوتا ہے اس لحاظ سے مجموعی آمدنی چھبیس[26] ارب چھبیس کروڑ روپیہ بنتی ہے۔

اب ان علاقوں کی آمدنی جہاں دینار کے حساب سے وصول ہوتی تھی کا گوشوارہ ملاحظہ کریں

- فلسطین ۵۴ ہزار دینار
- اردن ۱۸ ہزار دینار

- دمشق ۴۵ ہزار دینار
- حمص ۲۵ ہزار دینار
- قنسرین ۴۵ ہزار دینار
- یمن ۱۲ ہزار دینار

مجموعی ۲۰ لاکھ دینار اور یہ نقد آمدنی تھی جو تنخواہوں وظائف اور عطیات کے مجرا ہونے کے بعد دمشق کے مرکزی خزانہ میں داخل ہوتی تھی (بحوالہ کتاب سیدنا معاویہ ص ۲۷۲)

ازواج و اولاد

حضرت معاویہؓ نے زندگی میں چار عورتوں سے نکاح کیا ایک بیوی کا نام میسون تھا جس سے یزید پیدا ہوا۔ میسون کو دمشق کے محلات پسند نہ آئے اور وہ اپنے بیٹے کو لے کر اپنے قبیلہ میں چلی گئی۔ دوسری بیوی کا نام فاختہ تھا اس سے دو لڑکے عبدالرحمٰن اور عبداللہ ہوئے مگر دونوں کی نسل نہیں چلی البتہ عبداللہ کی ایک لڑکی تھی جو یزید بن عبدالملک کی بیوی تھی۔ چوتھی بیوی کا نام نائیلہ تھا مورخین نے اس کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی تیسری بیوی کے بارے میں بھی تاریخ کے اوراق خاموش ہیں۔

۲۲ رجب کے کونڈے

بعض علماؔ نے بیان کیا ہے کہ کچھ مسلمان ۲۲ رجب کو جو نیاز دیتے ہیں اور اس روز کو یوم نجات قرار دیتے ہیں اس کی وجہ یہی تھی کہ طرفداران بنو ہاشم نے حضرت معاویہؓ کی وفات پر خوشی کا اظہار کیا اور اس روز شیرینی تقسیم کی اور پھر یہ رسم چل پڑی۔

عہد بنو عباسیہ میں اس رسم پر پابندی لگا دی گئی تھی بعد میں اس نیاز کی روایت حضرت امام جعفر صادق سے منسوب کر دی گئی۔

واللہ علم بالصواب

حادثۂ کربلا سے تاراجی حرمین تک

+++++

اکتوبر سنہ ۶۸۰ء سے اکتوبر سنہ ۶۱۳ء تک

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

[illegible] حضرت عمر بن عبدالعزیز کی مجلس
میں ایک شخص حاضر ہوا اس نے ان کو اموی ہونے
کی وجہ سے مخاطب کرتے ہوئے یزید بن معاویہ کو امیرالمومنین
کہہ دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو غصہ آگیا انہوں نے حکم
دیا کہ اس شخص کو بیس کوڑے مارے جائیں کہ اس نے
یزید جیسے شخص کو امیرالمومنین کیوں کہا۔

(تہذیب التہذیب ص نمبر ۳۶ جلد نمبر ۱۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جمعہ کے خطبہ سے
حضرت علیؓ اور ان کے خاندان کے خلاف سب و شتم و
خرافات کے کلمات حذف کر کے ان کی جگہ قرآن مجید
کی یہ آیت پڑھنے کا حکم جاری کیا۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ

جو اب تک پڑھی جا رہی ہے۔

یزید کا پہلا فرمان

یزید بن معاویہ نے کاروبار حکومت ۲۴ رجب سنہ ۶۰ھ کو سنبھالا اور ان ہی دنوں
تمام گورنروں کے نام ایک حکم جاری کیا کہ جن لوگوں نے اب تک میری بیعت نہیں کی ان کو مج
کر بیعت لیں اور اگر بیعت سے انکاری ہوں تو ان کی ہر قسم کی مراعات سلب کر لی جائیں اور
قتل کر دیا جائے اگر کسی گورنر نے تساہل سے کام لیا تو اسے اپنی فکر کرنی پڑے گی۔

جب یہ حکم مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو پہنچا تو اس نے اہل مدینہ کو دربار میں طلب کر
اور یزید کا حکم سنایا اہل مدینہ نے جواب دیا کہ ہماری اپنی بیعت کوئی حیثیت نہیں رکھتی آپ
عبداللہ بن عمرؓ، حسینؓ ابن علیؓ اور عبداللہ بن زبیر کو بلائیں اگر ان تینوں نے بیعت کر لی تو اہل مدینہ
بیعت کر لیں گے چنانچہ ولید نے ان تینوں کو بلانے کے لئے قاصد بھیجا۔

امام حسینؓ کی آمد

جب قاصد پہنچا تو عبداللہ بن عمر مسجد میں جا چکے
تھے انہوں نے ... بھیجا میں اس وقت نہیں آ سکتا
عبداللہ بن زبیر نے قاصد سے کہا کہ آنے سے معذور ہوں۔ امام حسینؓ نے جواب دیا ابھی آ جاؤں گا
چنانچہ امام حسینؓ نے اپنے احباب کو بلایا اور ان سے کہا آپ میرے ساتھ ولید کے مکان تک مسلح
ہو کر چلیں اگر معاملہ تلخ ہونے لگے تو آپ لوگ میری آواز سن کر اندر آ جائیں اگر میری بلند آواز
نہ سنیں تو اندر نہ آئیں۔ اس طرح امام حسینؓ ولید کے مکان پر پہنچے تو اس نے حضرت معاویہؓ
کی موت اور یزید کی تخت نشینی کی خبر سنائی۔ یہ واقعہ ۲۷ رجب کا ہے ولید نے یزید کے حکم
کے بارے میں بیعت کے لئے دریافت کیا تو امام حسینؓ نے فرمایا یہ معاملہ میری ذات کا نہیں
ساری امت کا ہے اگر اکابرین امت اس کی بیعت پسند کریں تو مجھے بھی سوچنا ہو
گا آپ مہلت دیں۔ چنانچہ ولید نے مہلت دے دی۔ جب امام حسینؓ چلے آئے تو مروان بن
حکم نے جو گفتگو کے وقت پاس تھا کہا کہ اب یہ ہرگز قابو میں نہیں آئیں گے تم نے مہلت

سے گریز کے ساتھ زیادتی کی ہے اب بھی چاہو تو معاملہ کی نوعیت بدل سکتی ہے۔ حسینؑ ابن علی کو واپس بلوا اور بیعت کئے بغیر نہ جانے دو مگر ولید نے کہا میں نے ان کو خود مہلت دی ہے میں عہد شکنی نہیں کر سکتا کچھ مورخین نے مروان اور حسین کے درمیان تلخ کلامی کا ذکر بھی کیا ہے

امام حسینؑ کا عزم مکہ

امام حسینؑ واپس آئے تو اہل کنبہ کو تیاری کا حکم دیا عبداللہؑ بن زبیر اس سے قبل مکہ چلے گئے تھے چنانچہ ۲۷، ۲۸ رجب کی رات کو امام حسین مدینہ سے ۷۷ افراد جن میں عورتیں بچے۔ غلام کنیزیں وفادار دوست اور رشتہ دار شامل تھے، لے کر مکہ روانہ ہو گئے جو اصحاب مدینہ سے سبط رسول کے ساتھ چلے مورخین نے ان کے یہ نام لکھے ہیں۔

۱۔ امام حسینؑ ۲۔ سید زین العابدینؑ ۳ امامؑ محمد باقر ۴۔ فاطمہؑ بنت حسنؑ والدہ امام محمد باقر ۵۔ لیلیٰؑ زوجہ امام حسین ۶۔ فاطمہ بنت امام حسین زوجہ حضرت قاسم بن حسن ۷۔ ام اسحاق زوجہ امام حسین ۸۔ ربابؑ دختر امام حسین ۹۔ رقیہؑ بنت علی زوجہ مسلم بن عقیل ۱۰۔ ام کلثومؑ بنت علی ۱۱۔ فاطمہ صغراؑ ۱۲۔ سیدہ زینبؑ زوجہ عبداللہ بن جعفر ۱۳۔ حضرتؑ فضہؑ ۱۴۔ حمیدہؑ بنت مسلم ۱۵۔ جناب علی اکبرؑ ۱۶۔ فاطمہ بنت حزامؑ زوجہ علی مرتضیٰ ۱۷۔ عبداللہ بن مسلم ۱۸۔ محمد بن مسلم ۱۹۔ جعفر بن عقیل۔ ۲۰۔ عبدالرحمن بن عقیل ۲۱۔ محمد بن ابی سعید ۲۲۔ محمد بن عبداللہ جعفر ۲۳۔ عون بن عبداللہ جعفر ۲۴۔ قاسم بن امام حسن ۲۵۔ ابوبکر بن امام حسن ۲۶۔ محمد بن علی مرتضیٰ ۲۷۔ عبداللہ بن عقیل ۲۸۔ موسیٰ بن عقیل ۲۹۔ عون بن عقیل ۳۰۔ علی بن عقیل ۳۱ جعفر بن محمد عقیل ۳۲۔ احمد بن محمد بن عقیل ۳۳۔ عبیداللہ بن سفیان بن حارث ۳۴ قاسم بن محمد بن جعفر ۳۵۔ عبیداللہ بن عبداللہ جعفرؓ ۳۶۔ عبداللہ بن امام حسن ۳۷ ابوبکر بن حسن ۳۸۔ بشر بن حسن ۳۹۔ احمد بن حسن ۴۰۔ ابوبکر بن علی مرتضیٰ ۴۱۔ عمر بن علی مرتضیٰ ۴۲۔ عون بن علی مرتضیٰ ۴۳۔ ابراہیم بن علی مرتضیٰ ۴۴۔ عبداللہ بن علی مرتضیٰ ۴۵۔ عبیداللہ بن علی مرتضیٰ ۴۶۔ عثمان بن علی مرتضیٰ ۴۷۔ جعفر بن علی مرتضیٰ ۴۸۔ [illegible] بن علی مرتضیٰ ۴۹ عبداللہ بن حسین ۵۰۔ علی اصغر بن حسین ۵۱ ابراہیم بن حسن

۵۲ محمدؓ بن حسین ۵۳۔ حمزہؓ بن حسین ۵۴۔ جعفرؓ بن حسین ۵۵۔ عمرؓ بن حسین
۵۶۔ زیدؓ بن حسین ۵۷۔ عبداللہ بن حسنؓ ۵۸۔ حنیہ کنیز امام حسینؓ ۵۹۔ سہیم غلام ابن حینیہ۔
۶۰۔ شبیبؓ بن عبداللہ نہشلی ۶۱۔ حارثؓ بن بنہان ۶۲۔ عبدالرحمٰن بنؓ عبدالرب نصاری تمیمی
۶۳۔ قارب غلام امام حسین ۶۴۔ نصرؓ ابی نذیر غلام ۶۵۔ بحریہؓ زوجہ جنادہ بن حارث
۶۶۔ جنادہؓ بن حارث ۶۷۔ عمروؓ بن جنادہ ۶۸۔ جونؓ غلام ابوذر غفاری

یہ بات یاد رہے کہ ۷۷ افراد کا یہ قافلہ ۴ شعبان کو مکہ پہنچا اور ان میں سے حضرت مسلمؓ ان کے دو صاحبزادے اور تیس دان کے دو ساتھی کوفہ روانہ ہوئے ان مانچ بعد امام حسینؓ کے پاس ۷۲ نفوس مکہ میں موجود رہے۔ مورخین کو اسی وجہ سے غلط فہمی رہی اور واقعہ کربلا کے شہداء کی کل تعداد ۷۲ لکھتے رہے اور صرف ان ہی کو شمار کیا جو حضرت مسلمؓ کی کوفہ روانگی کے بعد باقی مکہ میں موجود تھے۔

مکہ میں سرگرمیاں

حضرت امام حسینؓ ۷ مئی ۶۸۰ء بروز جمعرات مکہ پہنچ گئے چند روز کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ملاقات ہوئی دونوں نے ایک دوسرے کے خیالات معلوم کئے حضرت امام حسینؓ کو کوفہ کے لوگوں کی طرف سے وفود آکر ملنے اور خلافت کا بار سنبھالنے کی درخواست کرنے لگے۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کو مشورہ دیا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ امت یزید سے نجات حاصل کرے تو مکہ کو اپنا مرکز بنائیں اور لوگوں کی بیعت لیں لیکن امام حسینؓ مکہ کو جنگ کا مرکز نہیں بنانا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے کوفیوں کے بہم اور درخواستوں پر اپنے چچازاد بھائی مسلمؓ بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا۔ مسلم بن عقیل ماہ ذیقعد ۶۰ھ میں کوفہ روانہ ہوئے اور یکم ذوالحج کو پہنچ گئے۔ کوفہ کے حالات واقعی امام حسینؓ کے

۱؎ مدینہ سے مکہ کا فاصلہ ۳۰۰ میل ہے رجب ۲۹ کا شمار کیا جائے تو سات دن اور ۳۰ کا شمار کیا جائے تو چھ دن میں ۴۳ یا ۵۰ میل روزانہ سفر کیا گیا۔

حق میں خوشگوار تھے پہلے روز ہی اٹھارہ ہزار سے زائد کوفیوں نے مسلم کے ہاتھ پر بیعت
کی اور اس کے بعد حالات اور بھی بہتر ہوتے گئے ان ہی حالات کو دیکھ کر مسلم نے امام حسین
کو پیغام بھیجا کہ کوفہ کے لوگ اپنے سابقہ کئے کی تلافی چاہتے ہیں اور یزید کے کافی مخالف
ہیں اس لئے آپ جلد کوفہ آجائیں" یہ پیغام امام حسین کو مکہ میں ۸ ذوالحج کو ملا اور آپ
تیاری کرنے لگے ان کا موقف یہ تھا کہ یزید کی جبریہ حکومت کو ختم کر کے یہ معاملہ ارباب
امت کی صوابدید پر چھوڑا جائے چنانچہ مسلم نے بھی اسی امر پر بیعت لی تھی۔

مسلم کی گرفتاری اور شہادت

حضرت مسلم مکہ سے کوفہ کے لئے روانہ ہوئے اور مدینہ پہنچے مسجد نبوی میں
نماز ادا کی یہاں سے دو ساتھیوں کو ساتھ لیا اور کوفہ کی راہ پر چل پڑے جو آبادی سے دور تھا تاکہ
حکومت کے کارندوں سے محفوظ رہ سکیں راستہ میں یہ لوگ راستہ بھول گئے اور بہت پریشان
ہوئے کہ ان کے دو ساتھی پیاس کی وجہ سے جاں بحق ہو گئے۔ یہ شگون اچھا نہ تھا کوفہ پہنچ
کر انہوں نے بیعت لینے کا سلسلہ شروع کر دیا تو گورنر کوفہ نعمان بن بشیر نے لوگوں کو
جمع کر کے ڈرایا دھمکایا مگر لوگوں نے اس کا کوئی اثر قبول نہ کیا۔ عمر بن سعد بن وقاص اور
دیگر چند حضرات نے تمام حالات سے یزید کو مطلع کر دیا۔ یزید نے صورتحال سے واقف
ہو کر اپنے مشیر سرجون سے مشورہ کیا اس نے رائے دی کہ عبیداللہ بن زیاد کو گورنر بنا کر بھیجو
یزید اسے پسند نہیں کرتا تھا لیکن حالات سے مجبور ہو کر اس نے نعمان بن بشیر کو معزول کر کے
عبیداللہ بن زیاد کو گورنر بنا دیا اور ہدایت کی کہ مسلم کو گرفتار کر کے قتل کر دیا یا جلاوطن کر دیا۔

عجب اتفاق

کوفہ کے لوگ امام حسین کے منتظر تھے ان ہی
دنوں عبیداللہ بن زیاد گھوڑے پر سوار کوفہ
میں داخل ہوا اس نے چہرہ چھپا رکھا تھا لوگوں نے اسے امام حسین سمجھ کر اس کا گرم جوشی
سے استقبال کیا اس نے بھی حالات کا جائزہ لے لیا دوسرے روز اس نے لوگوں کو جمع

کر کے تقریر کی اور ان کو خوف دلایا کہ اگر یزید کی بیعت سے تم نے انکار کیا تو کچل دیئے جاؤ گے ہر باغی کو پھانسی دے دی جائے گی یہ اعلان سن کر کوفہ کے لوگ خوفزدہ ہو گئے اور رفتہ رفتہ اپنے گھروں میں چھپنے لگے۔ حضرت مسلم بن عقیلؓ جن کے گرد ہزاروں آدمی جمع ہوتے تھے تنہا رہ گئے انہوں نے ہانی بن عروہ کے مکان میں پناہ لی۔ ابن زیاد مسلم کی تلاش میں تھا اس نے اپنے غلام کو حضرت مسلم بن عوسجہ کے پاس بھیجا۔ غلام نے ان سے کہا کہ میں امام حسینؑ کا ساتھی ہوں اور میں مرنے سے پہلے امام کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ مسلم بن عوسجہ اس کے فریب میں آ گئے اور اخفائے راز کا عہد لے کر اسے مسلم بن عقیل کا ٹھکانہ بتا دیا۔

اس کے غلام نے ابن زیاد سے جا کر تمام حالات بتا دیئے۔ ابن زیاد ہانی کے مکان پر شریک ابن اعور کی مزاج پرسی کے بہانے سے آیا تو چند لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ابن زیاد کو اس جگہ قتل کر دیا جائے جس کے بعد حکومت پر قبضہ کر کے اعلانیہ یزید کی بیعت توڑ کر امام حسینؓ کی بیعت کی جائے مگر ہانی نے یہ تجویز پسند نہ کی۔ ابن زیاد کو یقین ہو گیا کہ مسلم بن عقیلؓ ہانی کی پناہ میں ہے تو اس نے ہانیؒ کو گرفتار کر لیا اور مسلم بن عقیل کو پیش کرنے کا حکم دیا۔

مسلم بن عقیل کا حملہ

۷ ستمبر اتوار ۶۸۰ء مطابق ۷ ذوالحج حضرت مسلم بن عقیل نے ان لوگوں کو جنہوں نے امام حسین کے لئے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ساتھ لے کر قصر عمارت پر حملہ کر دیا سارا دن ہنگامہ رہا۔ ابن زیاد سخت پریشان ہو گیا لیکن شمر بن ذی الجوشن وغیرہ نے ان لوگوں کے ساتھ اس قدر سختی کی کہ ایک روایت کے مطابق ۲۲ ہزار میں سے صرف تیس آدمی مسلمؓ بن عقیل کے پاس رہ گئے اور باقی گھروں میں جا چھپے یہ حالات دیکھ کر مسلم سخت پریشان ہوئے ان تیس میں سے بھی کوئی

لہ بعض مورخین کا بیان ہے کہ ہانی کو بُری طرح زدوکوب کیا گیا یہاں تک کہ ان کے ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی جب یہ خبر ہانی کے قبیلہ کو ملی تو وہ جوش غضب میں ابن زیاد کے مکان پر حملہ آور ہوئے لیکن ابن زیاد نے قاضی شریح کو معاملہ نمٹانے کو کہا اس کے کہنے پر لوگ واپس چلے گئے۔

جب ساتھ نہ رہا تو وہ طوعہ نامی عورت کے مکان میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے اس عورت کے لڑکے نے دوسرے روز انعام کے لالچ میں ابن زیاد کو خبر کر دی ابن زیاد نے ان کی گرفتاری کے لئے سپاہی بھیج دیئے جب یہ سپاہی طوعہ کے مکان کے نزدیک پہنچے تو حضرت مسلمؓ نے بھی اندازہ کر لیا کہ گرفتاری کے لئے آئے ہیں انہوں نے تلوار کھینچ لی اور مقابلہ کرنے لگے اس مقابلہ میں پتھروں اور تلواروں کے پے در پے وار سے آپ اس قدر زخمی ہو گئے کہ جسم چور چور ہو گیا ہونٹ کٹ گئے اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حقیقی بھانجے اور امّ فروہ کے لڑکے محمد بن اشعث نے آگے بڑھ کر ان کی تلوار لے لی اور ان کو خچر پر بٹھا کر ابن زیاد کے پاس لے آیا۔ ابن زیاد نے ان کو قصر امارت کی چھت سے نیچے پھینک دینے کا حکم دیا چنانچہ نیچے گرتے ہی جاں بحق ہو گئے آپ کے دونوں بچوں کو بھی شہید کر دیا گیا اور آپ کی لاش کو بے گور و کفن اور برسرِ عام رکھا گیا دو دن کے بعد ان کا سر کاٹ دیا گیا۔ اسی روز ہانی بن عروہ کو ابن زیاد نے شہید کر دیا اور ان کے ساتھیوں کو [illegible] کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ مسلم کی شہادت ۲ ذو الحجہ ۶۰ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۶۸۰ء کو ہوئی۔

اصحابِ رسولؐ کا عمل

اس موقع پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضور نبی کریمؐ کی صحبت سے فیضیاب ہونے والے جو اصحابؓ زندہ تھے ان کا اس واقعہ میں کیا عمل دخل رہا ذیل میں ان کی تفصیل دی جا رہی ہے ان میں تین قسم کے بزرگ تھے اول وہ جنہوں نے امام حسینؓ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہادت پائی۔ دوم وہ جو غیر جانبدار یا خاموش رہے۔ سوم وہ جو یزید کے حامی تھے

۱۔ وہ صحابی جو شہید کربلا شمار ہوتے ہیں

۱۔ مسلمؓ بن عوسجہ ۲۔ زاہرؓ بن عمرو اسلمی ۳۔ شبیبؓ بن عبداللہ مولیٰ ہمدانی ۴۔ عبدالرحمنؓ بن عبد رب انصاری ۵۔ عمارؓ بن ابی سلمہ ۶۔ مسلمؓ بن کثیر صدفی ۷۔ حبیبؓ بن مظاہر ۸۔ انسؓ بن حارث اسدی

۹۔ محمد بن عبداللہ غازری ۱۰۔ عمرو بن قرظہ انصاری ۱۱۔ بریر بن خضیر ہمدانی ۱۲۔ عمر بن جندب حضرمی
۱۳۔ سوید بن عمرو ۱۴۔ عبداللہ بن ابی سفیان بن حارث (حضور کے چچازاد بھائی)
یہ اصحاب رسول اللہ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔

۲۔ غیر جانبدار اصحاب

۱۔ عبداللہ بن عباس ۲۔ عبداللہ بن زبیر ۳۔ عبداللہ بن عمر ۴۔ سعد بن مسیب
۵۔ عبداللہ بن مطیع ۶۔ سلمہ بن اکوع ۷۔ براء بن عازب ۸۔ معاویہ بن حدیج ۹۔ علقمہ بن قیس
۱۰۔ مالک بن ہبیع ۱۱۔ عوف بن مالک ۱۲۔ یزید بن مضرس ۱۳۔ عدی بن حاتم ۱۴۔ ابوالاسود دؤلی
۱۵۔ اسماء بن حارثہ ۱۶۔ مسعود بن مخرمہ ۱۷۔ ابو خیثمہ انصاری ۱۸۔ جابر بن عتیک ۱۹۔ خازم بن عمرو
۲۰۔ ابو واقد لیثی ۲۱۔ منذر بن بارود ۲۲۔ جابر بن سمرہ ۲۳۔ حمزہ بن عمرو ۲۴۔ رافع بن خدیج
۲۵۔ سعید بن خالد ۲۶۔ یزید بن حبیب ۲۷۔ مسلم بن مخلد ۲۸۔ جدید بن علی ۲۹۔ زر بن حبیش

ان میں سے بعض نے واقعہ کربلا کے بعد یزید کی بیعت کی جن میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس شامل ہیں۔

۳۔ یزید کے طرفدار اصحاب

۱۔ زید بن حارث بدری ۲۔ سمرہ بن جندب ۳۔ عبدالرحمٰن بن سبرہ الجعفی ۴۔ عبدالرحمٰن بن ابزی
۵۔ مسروق بن وائل حضرمی ۶۔ قاضی شریح بن حارث ۷۔ عمرو بن الحجاج ۸۔ عمرو بن حریث ابو سعید
۹۔ عمارہ بن عقبہ ۱۰۔ زبرقان بن اسلم۔

اس فہرست میں ان تمام بزرگوں کے نام لکھے گئے ہیں جنہیں مورخین نے اصحاب رسول شمار کیا ہے۔ البتہ پانچ مزید نام ایسے ہیں جو طرفدار تو امام حسینؓ کے ہیں مگر بڑھاپے اور معذوری کی وجہ سے کربلا تک نہیں آسکے۔ جو صحابہ کرام شہادت حسین

شہادت کی خبر ملی اور اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر کی شہادت سے آگاہ ہوئے اور یہی وہ
مقام ہے جہاں امام حسینؓ نے لوگوں سے کہا کہ جو واپس جانا چاہتے ہیں چلے جائیں چنانچہ
بہت سے لوگ واپس ہو گئے۔ چھٹی منزل بطن عقیق تھی جہاں سے کوفہ اور دیگر شہروں
کو راستے جاتے تھے یہاں حصینؓ بن تمیم نے ناکہ بندی کر دی تھی جس کی وجہ سے امام حسینؓ
کو کربلا جانا پڑا۔ ساتویں منزل سراة تھی جہاں پہنچ کر آپ نے پانی کا ذخیرہ محفوظ کیا اور
جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ آٹھویں منزل اشراف تھی جہاں ۶۱ھ محرم کا چاند نظر آیا۔
نویں منزل ذوحسم تھی جہاں حر بن یزید ریاحی نے ایک ہزار لشکر کے ہمراہ آپ کی نگرانی
شروع کی۔ دسویں منزل بیضہ تھی جہاں آپ نے لشکر حرؓ کے سامنے خطبہ دیا.... کہ
میں از خود نہیں آیا بلکہ کوفیوں کی دعوت پر آیا ہوں۔

گیارھویں منزل عذیب الہجانات تھی جس کا زبالہ سے فاصلہ ۱۲۰ میل ہے اور اسی مقام سے
آپ نے قصر بنی مقاتل کو رخ موڑا بارھویں منزل قصر بنی مقاتل تھی جہاں آپ کو شہادت عظمیٰ
کی یقینی بشارت ملی۔ تیرھویں منزل نینوا تھی، اسی مقام پر ابن زیاد کا قاصد حرؓ کے نام خط لے کر
پہنچا کہ امام حسینؓ کو پانی کے نزدیک نہ اترنے دیا جائے اور نہ ہی قلعہ بند ہونے دیا جائے اسی جگہ
زہیرؓ بن قین نے آپ کو مشورہ دیا کہ لشکر حرؓ پر حملہ کر کے اس کو بھگا دیا جائے کیونکہ جو مزید لشکر
کوفے سے روانہ ہوا ہے اس سے قبل ہم کسی محفوظ جگہ پہنچ سکیں گے لیکن امام حسینؓ نے کہا "میں یہ
ہرگز نہیں کروں گا۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنے پر ایک جگہ رکے تو آپ نے اس جگہ کا نام پوچھا کسی نے
کہا عقر یعنی بے نتیجہ، تو آپ آگے چل پڑے اور کربلا کی وادی میں اترے نینوا سے کربلا ۲۱ میل ہے

کربلا میں آمد

کربلا پہنچ کر آپ نے دریائے فرات کی ایک شاخ
علقمہ نہر کے کنارے جس کو بعض مورخین نے
فرات کا نام دیا ہے خیمہ لگا دیا۔ یہ وادی تاریخی لحاظ سے بہت سے آثار اپنی گود میں لئے ہوئے
ہے کربلا میں قیام کا پہلا روز ہی تھا کہ عمر بن سعد بن ابی وقاص کو جو ایرانیوں کے شہر رے

کی بغاوت فرد کرنے کے لئے جا رہا تھا ابن زیاد نے روک لیا کہ پہلے امام حسینؓ سے نپٹ ہو کر آگے جانا چنانچہ عمر بن سعد رے کی گورنری کے لالچ میں کوفہ سے ۴ ہزار کا لشکر لے کر کربلا آ پہنچا حُر بن یزید کا لشکر پہلے سے موجود تھا اس کے ساتھ ہی حصین بن نمیر بھی لشکر لے کر کربلا آ پہنچا۔ اس طرح ابن زیاد نے کثیر لشکر فراہم کر لیا کربلا میں ۱۰ محرم تک یزید بن معاویہ کی فوج کی مجموعی تعداد ۲۵ ہزار سے زیادہ تھی اس لشکر جرار کے مقابلہ میں امام حسینؓ کے حامیوں کی تعداد مجموعی طور پر ڈیڑھ سو سے کم تھی کیونکہ ۷۲ تو مدینہ سے چلے تھے جو کربلا تک ساتھ رہے اور زہیر بن قین سمیت ۲۲ اصحاب راستہ کی منزلوں یا کربلا کے میدان میں آ ملے ان میں ۴ اعزہ اور کمسن لڑکیاں اور ۲۸ بچے بھی تھے عبداللہ بن حسین کی عمر چھ ماہ سے بھی کم تھی اور ایک صحابی رسول کی عمر ۱۰۱ سال کی تھی۔ عمر بن سعد کے پہنچنے پر دونوں فریقوں کے درمیان مصالحت کی گفتگو کا آغاز ہوا۔ تین روز وفود آپس میں ملتے رہے۔ عمر بن سعد کی کوشش تھی کہ معاملہ گفتگو کے ذریعہ بہتر ہو جائے چنانچہ اس نے امام حسینؓ کی رائے حاصل کر کے ابن زیاد کو خط لکھا کہ خدا کا شکر ہے قتل و غارت کی گھڑی ٹل گئی ہے امام حسینؓ نے تین شرطیں پیش کی ہیں جو بڑی معقول ہیں ان میں سے کسی ایک پہ بات طے کر کے معاملہ سلجھایا جا سکتا ہے وہ شرطیں یہ ہیں۔

- جہاں سے آیا ہوں واپس چلا جاتا ہوں۔
- مجھے آگے جانے دو میں اس حکومت کی حدود سے نکل جاتا ہوں۔
- میں خود یزید سے معاملہ طے کر لوں گا مجھ سے تعرض نہ کیا جائے۔

جب یہ خط ابن زیاد کے پاس پہنچا تو وہ سوچ میں پڑ گیا لیکن شمر ذی الجوشن نے فوراً کہا یہ سنہری موقعہ پھر ہاتھ نہیں آئے گا لہٰذا حسینؓ بن علی کے سامنے صرف دو تجویزیں رکھو، ابن زیاد کے ذریعہ یزید بن معاویہ کی بیعت یا موت،

چنانچہ ابن زیاد نے یہی دو تجویزیں عمر بن سعد کو شمر ذی الجوشن کے ذریعہ بھجوادیں اور ساتھ ہی حکم دیا کہ اگر حسینؓ بن علی بیعت پر رضامند نہ ہوں تو ان پر پانی اسی طرح بند کر دیا جائے جیسا کہ حضرت عثمانؓ بن عفان پر بند ہوا تھا۔ اس حکم کے ساتھ ہی [illegible] نے حضرت عباس علمبردار ان کے بھائیوں اور ان کی والدہ کے لئے ابن زیاد سے امان نامہ بھی حاصل کیا کیونکہ حضرت عباسؓ کی والدہ شمر کی پھوپھی تھیں۔

پانی کی بندش

۷ محرم کو امام حسینؓ کے لئے پانی بند کر دیا گیا عمر بن سعد نے ۵ سو مسلح سپاہی فرات کے کنارے بٹھا دیئے امام حسینؓ کو پانی کی بندش کی اطلاع اس وقت ملی جب پہرہ لگ چکا تھا اگر پہلے خبر ملتی تو ممکن ہے پانی کا ذخیرہ کر لیتے جب پیاس نے امام حسینؓ کے اہل خانہ کو ستایا تو حضرت عباسؓ گئے اور لڑ بھڑ کر پانی لے آئے آٹھویں محرم تک یہی کیفیت رہی نویں محرم کو لشکر یزید نے چھیڑ چھاڑ کرنے کی کوشش کی لیکن امام حسینؓ نے حضرت عباسؓ کو بھیجا کہ ایک دن کی مہلت دی جائے چنانچہ نویں [illegible] کا دن اور دسویں کی رات امام حسینؓ نے عبادت میں بسر کئے

ہنگام کارزار

۱۰ محرم ۶۱ھ بروز جمعہ مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء

قبل اس کے کہ شہدائے کربلا کا ذکر کیا جائے یہ بتا دینا [illegible] ہے کہ [illegible] جہاں امام حسینؓ خیمہ زن ہوئے تھے [illegible] تھی جب آپ وہاں پہنچے تو مالکان اراضی کو بلایا اور ان سے نہر فرات سے لے کر میدان جنگ تک کا رقبہ جو چار میل تھا ۶۰ ہزار درہم کے عوض محض اس لئے خرید کیا کہ اپنی ملکیت بن جائے چنانچہ اراضی کی خرید کے لئے باقاعدہ تحریر لکھی گئی جس کی عبارت بعض مورخین نے نقل کی ہے [illegible] ۱۰ اکتوبر کی صبح کو [illegible] یزید [illegible] اس کا بھائی [illegible] لشکر یزید

چھوڑ کر امام حسینؓ کے ساتھیوں میں شامل ہوئے اور بعد میں ان کی طرف سے حصہ لے کر شہادت پائی۔ اسی طرح لشکر یزید سے اور بھی اصحاب موقع پاکر امام حسینؓ کے ساتھیوں میں شامل ہوتے رہے اور شہادت پاتے رہے مگر امام حسینؓ کے کسی ساتھی نے یقینی موت کے باوجود ان کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ باقاعدہ جنگ شروع ہونے سے قبل امام حسینؓ نے اپنے مختصر سے ساتھیوں کو میمنہ میسرہ پر تقسیم کیا۔ میمنہ پر زہیر بن قین میسرہ پر حبیب بن مظاہر مقرر ہوئے اور پرچم عباسؓ بن علی کے سپرد کیا گیا۔ امام حسینؓ کے ساتھیوں کی تعداد عورتوں اور بچوں کو نکال کر ابتدا میں ۱۰۰ کے قریب تھی جبکہ مقابلہ میں کم و بیش ۲۵ ہزار مسلح فوج تھی۔ کثرت و قلت کا یہ تفاوت جنگ کے ضمن میں نہیں آتا لیکن ابن زیاد اور شمر ذی الجوشن کا مقصد یہ تھا کہ امام حسینؓ کو شہید کر دیا جائے تاکہ یزید کے خلاف جو آواز اٹھی ہے وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے اور پھر کسی شخص کو امام حسینؓ کا انجام دیکھ کر یزید کے خلاف احتجاج کی جرأت نہ ہو سکے اور اموی اقتدار ہمیشہ کے لئے قائم رہے۔ لیکن ان لوگوں کی خواہشات کے برعکس امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت نے وہ رنگ دکھایا کہ اموی اقتدار حجاز و عرب سے ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ اگر بعد میں بنو امیہ کسی طور پر ابھرے تو اندلس اور مراکش پر مقتدر رہے۔ حجاز، عراق، شام اور مصر سے ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے۔

یزید کی موت کے بعد اس کا بیٹا معاویہ اپنے خاندان کا آخری حکمران تھا جو خود ہی دل برداشتہ ہو کر اقتدار سے دستبردار ہو گیا۔

سورج کی گرمی اور تمازت جب پوری طرح پھیلنے لگی تو عمر بن سعد نے تیر چلا کر جنگ کا آغاز کیا اور یک دم ہزاروں تیر شامی فوجوں نے حضرت امام حسینؓ کے ساتھیوں کی طرف پھینکے اس کے جواب میں امام حسینؓ کے ساتھیوں نے بھی تیر پھینکے۔ سب سے پہلے امام حسینؓ کی طرف سے جو مقابلہ میں نکلے ان کا نام عبداللہ بن عمیر کلبی تھا۔

۱۔ عبداللہ بن عمیرؓ کلبی

ابو وہب عبداللہ بن عمیر بن عباس کلبی کوفہ کے رہنے والے تھے اور قبیلہ ہمدان سے تعلق رکھتے تھے ان کا مکان کوفہ کے اس محلہ میں تھا جہاں ابن زیاد نے امام حسینؓ کے مقابلہ کیلئے لشکر فراہم کیا تھا اس محلہ کا نام نخلیہ ہے انہوں نے یہ عظیم لشکر دیکھا تو حیران ہوئے اور کربلا پہنچ کر امام حسینؓ کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے۔ لڑائی میں زخمی ہو کر گرے اور شہادت پائی۔

۲۔ قمریؓ زوجہ عبداللہ

ان کی لاش دیکھ کر ان کی بیوی جو کوفہ سے ہمراہ آئی تھی لاش پر گئی۔ شوہر کا گرد آلود چہرہ صاف کر رہی تھی کہ شمر کے غلام رستم نے گرز مار کر شہید کر دیا۔ یہ پہلی خاتون تھی جس کا خون کربلا کے ریگ زاروں نے جذب کیا۔

۳۔ حُرؓ بن یزید ریاحی

کوفہ کے رہنے والے ممتاز رؤسا میں شامل تھے ان کے چچا زاد بھائی جناب زید بن عمرو المعروف اخوص حضورؐ کے صحابہ میں شامل تھے۔ جناب حُر اور ان کے تین صاحبزادے علی، بجیر، عبداللہ بھی اس لشکر میں شامل تھے جس نے امام حسینؓ کی شروع میں نگرانی کی تھی لیکن عبداللہ بن حُر واپس چلے گئے تھے دیگر دو لڑکوں کی شہادت ہوئی۔ حُرؓ بن یزید ۱۰ محرم کو صبح کے وقت لشکر یزید عمر سعد کو چھوڑ کر حضرت امام حسینؓ کے انصار میں شامل ہو گئے اور پھر امام حسینؓ کی طرف سے معرکہ میں حصہ لیا زخمی ہو کر گرے دشمنوں نے سمجھا کہ موت سے ہمکنار ہو چکے ہیں یہ منظر دیکھ کر ان کے

دونوں بیٹے علی اور حجر بھی امام حسینؑ کے انصار میں شامل ہو گئے
نماز ظہر کے بعد جناب حُر مقابلہ میں دوسری بار گئے تو شہادت
پائی۔ امام حسینؑ نے ان کی زخمی پیشانی پر اپنا وہ رومال باندھا
جو سیدہ فاطمۃ الزہرہ نے ان کو دیا تھا یہ رومال جناب
حُر کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔

۴۔ مسلمؓ بن عوسجہ

یہ کوفہ کے رہنے والے تھے شہادت کے وقت ان
کی عمر ۹۰ سال کے قریب تھی اصحاب رسولؐ میں شامل تھے
۲۰ھ میں عمر بن خطاب نے ترکستان آذربائیجان فتح کرنے
کیلئے جو لشکر بھیجا تھا آپ اس کے ایک حصہ کے سالار
تھے اور کوفہ سے جن لوگوں نے امام حسینؑ کو دعوت دی ان
میں نمایاں تھے۔ مسلمؑ بن عقیل کی شہادت کے بعد کوفہ سے
کربلا آئے اور شہادت پائی۔

۵۔ منجحؓ بن سہم

یہ امام حسنؑ کی کنیز حسنیہ کے فرزند تھے امام حسینؑ نے
اس کنیز کی شادی اپنے غلام سہم سے کی تھی۔ دراصل نوفل بن
حارث بن عبدالمطلب نے اسے خرید کیا تھا پھر یہ خاندان علی
میں رہیں اور زینؑ العابدینؑ کے گھر میں کام کرتی تھیں منجح کی عمر شہادت
کے وقت ۱۹، ۲۱ سال کے درمیان تھی۔

۶۔ عمروؓ بن خالد

یہ قبیلہ اسد کے نوجوان اور کوفہ کے رہنے والے
تھے یہ قیس بن مسہر صیداوی کے ہمراہ کوفہ گئے تھے جب
قیس گرفتار ہو کر شہید کر دیئے گئے تو اس نوجوان نے
امام حسینؑ کی سفارت کی اور کوفہ کے لوگوں سے کہا کہ

حسینؓ بن علی کربلا جا رہے ہیں آپ میں جو جانا چاہتا ہو چلے
اس نے جرأت سے مقابلہ کیا اور شہادت پائی۔

۷۔ سعدؓ مولیٰ عمرو بن خالد
ان کا اصل نام سعید ہے یہ کوفہ کے رہنے والے تھے اور عمروؓ بن خالد کے غلام تھے آقا کی شہادت کے بعد بے جگری سے لڑے اور شہادت پائی۔

۸۔ مجمعؓ بن عبداللہ عائذی
ان کی ولادت فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں ہوئی یہ طبقہ تابعین میں شامل تھے۔ رسول اللہؐ کی زیارت سے مشرف تھے اور امام حسینؑ کے قافلہ سے عذیب پر آکر ملے تھے۔ بعض محدثین نے ان سے روایات بھی اخذ کی ہیں۔ مقابلہ میں شہید ہوئے۔

۹۔ عائذؓ بن مجمع
یہ اپنے والد کے ہمراہ آئے تھے اور والد کی شہادت کے بعد شہید ہوئے ان کی عمر دس بارہ سال کی تھی۔

۱۰۔ جنادہؓ بن حارث سلمانی
یہ کوفہ کے رہنے والے تھے اور قبیلہ مذحج میں با اثر تھے انہوں نے امام حسینؑ کو آنے کی دعوت دی تھی لیکن کوفہ کے حالات پلٹ گئے تو کربلا پہنچے اور شہادت پائی

۱۱۔ جندبؓ بن حجیر کندی خولانی
کوفہ کے رہنے والے تھے جنگ صفین میں قبیلہ ازد اور کندہ کے افسر فوج کی حیثیت سے حضرت علیؓ کی طرف سے لڑے تھے کربلا میں حرؓ کی ملاقات سے قبل آپ امام حسینؑ سے ملے اور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے

۱۲۔ ادہمؓ بن امیہ بصری
بصرہ کے رہنے والے اور طرفداران علیؓ میں ممتاز تھے جب بصرہ کی ناکہ بندی ہوئی تاکہ کربلا کی طرف

کوئی نہ جا سکے تو یہ دیگر تین افراد کے ہمراہ چوری چھپے بصرہ سے نکل کر کربلا پہنچے اور اجتماعی حملہ میں شہید ہوئے۔ لشکر یزید نے اس موقع پر ایک کا مقابلہ ایک سے کرنے کے بجائے بھرپور حملہ کر دیا تھا۔

۱۳۔ امیہ بن سعد طائیؓ

کوفہ کے رہنے والے اور طائی خاندان کے ممتاز فرد تھے یہ آٹھویں محرم کو کوفہ سے کربلا پہنچے جب مصالحت کی گفتگو ناکام ہو چکی تھی۔ امام حسینؓ کی طرف سے مقابلہ کیا اور اجتماعی حملہ میں شہادت پائی۔

۱۴۔ جابرؓ بن حجاج

یہ عامر بن نہشل کے آزاد کردہ غلام تھے اور کوفہ کے بہادر آدمیوں میں شمار ہوتے تھے یہ عمر بن سعد کے لشکر میں شامل ہو کر کربلا پہنچے لیکن دسویں محرم کی رات کو شامی فوج سے چھپ کر نکلے اور امام حسینؓ کے انصار میں شامل ہو گئے اجتماعی حملہ میں شہادت پائی۔

۱۵۔ جبلۃؓ بن علی شیبانی

کوفہ کے رہنے والے اور بڑے بہادر شمار ہوتے تھے جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے طرفدار تھے انہوں نے مسلم بن عقیل سے کوفہ میں بیعت کی تھی جب حالات خراب ہوئے تو کربلا پہنچے اور حملہ اولیٰ میں شہادت پائی۔

۱۶۔ جنادہ بن کعبؓ بن حارث انصاری

یہ امام حسینؓ کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے تھے۔ ان کا بیٹا بھی ساتھ تھا جناب جنادہ بن کعب امام حسینؓ کی خدمت میں مامور رہے۔ حملہ اولیٰ میں شہادت پائی چونکہ آپ مکہ کے شجاعان میں شمار ہوتے تھے ان

کی شہادت پر لشکر شام نے نعرے بلند کئے۔

۱۷۔ جوینؓ بن مالک ثعلبہ تمیمی

یہ قبیلہ بنی تمیم میں سے تھے اور عمر بن سعد کے لشکر کے ہمراہ کربلا آئے تھے جب عمر بن سعد نے مصالحت کی گفتگو ترک کر کے جنگ کا فیصلہ کیا تو اس لشکر کو چھوڑ کر امام حسینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

۱۸۔ حارثؓ بن امرالقیس کندی

یہ قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتے تھے اور نواح مکہ میں آباد تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں مرتدین اور مدعیان نبوت کے خلاف جو جہاد ہوئے ان میں شامل تھے اور آپ نے اپنی تلوار سے اپنے حقیقی چچا حارث کو قتل کیا تھا لشکر عمر بن سعد کے ہمراہ کربلا آئے لیکن شامی لشکر کی زیادتیوں کو دیکھ کر لشکر امام حسین میں شامل ہوئے اور شہادت پائی۔

۱۹۔ حارثؓ بن نبہان

ان کے والد نبہان حضرت حمزہؓ کے غلام تھے ان کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کی خدمت میں رہے، مدینہ سے امام حسینؓ کے ہمراہ چل کر کربلا پہنچے اور مرتبہ شہادت پایا

۲۰۔ حبابؓ بن حارث

یہ ثعلبہ قبیلے کے فرد تھے اور کوفہ کے رہنے والے تھے انہوں نے بھی مسلم بن عقیل سے بیعت کی تھی مگر شہادت مسلم کے بعد کربلا پہنچے اور اجتماعی حملہ میں شہادت پائی۔

۲۱۔ حبابؓ بن عامر تمیمی

یہ بھی کوفہ کے رہنے والے تھے۔ کوفہ کے سیاسی حالات اچانک بدلے تو روپوش ہو گئے اور موقع پا کر کربلا پہنچے۔ نماز ظہر سے قبل شہادت سے سرفراز ہوئے۔

۲۲۔ حبشہ بن قیس نہمی ؓ

ان کے باپ اور دادا حضورؐ کے صحابیوں میں شامل تھے۔ حافظ ابن حجر نے ان کو ثقہ تابعین اور راویان حدیث میں شمار کیا ہے حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۲۳۔ حجاج بن زید سعد تمیمی ؓ

یہ بصرہ کے رہنے والے تھے امام حسینؓ نے مکہ سے بصرہ کو اپنی اعانت کے لئے جو خطوط لکھے حجاج ان کا جواب لے کر آئے تھے مکہ پہنچنے پر ان کو معلوم ہوا کہ امام حسینؓ کربلا گئے ہیں تو آپ بھی فوراً ہی ان کے پیچھے آئے ملاقات کی اور پھر ساتھ رہ کر شہادت پائی۔

۲۴۔ حلاسؓ بن عمر رالبسی

یہ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں کوفہ کے پولیس افسر تھے لیکن عمر بن سعد کے لشکر میں شامل ہو کر کربلا پہنچے جب حالات کا جائزہ لیا تو ایک رات چھپ کر انصار حسین میں شامل ہوئے اور شہادت پائی۔

۲۵۔ حنظلہ بن عمر شیبانی ؓ

ان کا نام مقتولین کربلا کی فہرست میں شامل ہے لیکن کوائف نہیں مل سکے۔

۲۶۔ زاہر بن عمرو سلمی کندی ؓ

حضور نبی کریم کے صحابی، بیعت رضوان میں شامل تھے۔ جنگ خیبر میں حصہ لیا فتح مکہ کے وقت رسول اللہ کی خدمت میں رہے آپ سے متعدد احادیث مروی ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف جو تحریک اٹھی اس میں پیش پیش رہے۔ حضرت معاویہؓ نے ان کے وارنٹ بھی جاری کئے تھے مگر یہ روپوش ہو گئے۔ سنہ ۶۰ھ میں حج کے لئے مکہ آئے تو حضرت امام حسینؓ سے ملاقات

ہوئی اور کربلا ساتھ آکر شہید ہوئے۔

۲۷۔ زہیرؓ بن بشر خثعمی
فہرست مقتولین میں مورخین نے ان کا ذکر کیا ہے لیکن کوائف نہیں مل سکے۔

۲۸۔ زہیرؓ بن سلیم بن عمیر ازدی
یہ کوفہ سے لشکر عمر بن سعد میں شامل ہو کر کربلا آئے تھے جب امام حسینؓ کے خلاف حالات نے سنگینی اختیار کی تو یزید کے لشکر سے نکل کر امام حسینؓ کی خدمت میں آئے اور شہادت پائی۔

۲۹۔ سالمؓ مولیٰ عامر بن مسلم عبدی
یہ بصرہ کے رہنے والے تھے اور یزید بن شبیط کے ہمراہ مکہ آئے تھے اور حضرت امام حسینؓ کے ساتھ کربلا پہنچ کر اعزاز شہادت حاصل کیا۔

۳۰۔ سلیمؓ غلام
یہ امام حسنؓ کے غلام تھے اور قاسم بن حسن کی خدمت پر مامور تھے مدینہ سے قافلہ کے ساتھ آئے اور اجتماعی حملہ میں شہید ہوئے۔

۳۱۔ سوارؓ بن عمیر نہمی
سوار بن منعم بصرہ کے رہنے والے اور قبیلہ ہمدان سے تھے بعض محدثین نے ان کو حدیث کے راویوں میں شمار کیا ہے۔ عمر بن سعد اور امام حسینؓ کے درمیان جب مصالحت کی گفتگو ہو رہی تھی تو اس وقت لشکر حسین میں شامل ہو گئے حملہ اولیٰ میں زخمی ہو کر گرے تو لشکر ابن سعد نے ان کو گرفتار کر لیا لیکن ان کے قبیلہ نے واپس لے لیا اور اپنے وطن لے گئے ان ہی زخموں سے تین ماہ بعد جاں بحق ہوئے۔

۲۲۔ سیف بن مالک عبدی رضؓ
یہ قبیلہ قیس کے ممتاز فرد اور بصرہ کے رہنے والے تھے اور یزید بن شبیط کے ساتھ مدان کے دو بچوں کے مقام ابطح پر امام حسینؓ سے آکر ملے اور شہادت پائی۔

۲۳۔ شبیبؓ بن عبداللہ
حضور نبی کریم کے صحابی اور حارثؓ بن سریع جابری کے غلام تھے جنگ جمل، صفین، نہروان میں حضرت علیؓ کے طرفداروں کی حیثیت سے شامل رہے کوفہ کے رہنے والے تھے اور اپنے مالک کے لڑکوں سیف بن حارث اور مالک بن حارثؓ کے ہمراہ کربلا آئے اور شہادت پائی۔

۲۴۔ شبیبؓ بن عبداللہ نہشلی
یہ طبقہ تابعین میں شامل تھے ان سے بعض بزرگوں نے احادیث بھی روایت کی ہے مدینہ کے رہنے والے تھے امام حسینؓ کے ہمراہ مدینہ سے چلے اور کربلا میں شہید ہوئے یہ حضرت علی کی طرف سے جمل، صفین اور نہروان کے معرکوں میں شامل رہے۔

۲۵۔ ضرغامہ رضؓ بن مالک تغلبی
یہ کوفہ کے رہنے والے تھے مسلم بن عقیل سے امام حسین کے لئے بیعت کی تھی لیکن مسلم کی شہادت کے بعد روپوش ہو گئے اور خفیہ طور پر کربلا پہنچے اور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۲۶۔ عامرؓ بن عبدی
بصرہ کے رہنے والے تھے اور یزید بن شبیط کے ہمراہ روانہ ہو کر مقام ابطح پر قافلہ حسینی میں شامل ہوئے اور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۲۷۔ عبدالرحمنؓ بن مسعود
یہ اپنے والد مسعود بن حجاج کے ساتھ عمر بن سعد

کے لشکر میں شامل تھے مگر ساتویں محرم کو اس لشکر سے علیحدہ ہو کر امام حسینؓ کے پاس آئے اور حملہ اولیٰ میں زخمی ہوئے اور شہادت پائی۔

۲۸۔ عبادؓ بن مہاجر جہنی
یہ مکہ کے رہنے والے تھے اور قبیلہ جہنی کے ان دیگر سینکڑوں افراد کے ہمراہ قافلہ میں شامل ہوئے ان لوگوں کو یہ غلط فہمی تھی کہ کوفہ امام حسینؓ نے فتح کر لیا ہے اور مال غنیمت کے لالچ میں آئے تھے جب مسلم بن عقیل کی شہادت کے بعد امام حسینؓ نے تقریر کی تو بہت سے لوگ جو مال غنیمت کے لالچ میں ان کے ہمراہ آئے تھے واپس لوٹ گئے مگر عباد بن مہاجر جہنی سچے دل سے آخر دم تک ساتھ رہے اور شہادت پائی۔

۲۹۔ عبدالرحمٰنؓ بن عبدالرب انصاری
رسول اللہ کے صحابی وحدیث کے راوی اور خم غدیر کے موقع کے شاہد۔ مدینہ کے رہنے والے۔ حضرت علیؓ کے تلامذہ خاص میں شامل تھے مدینہ ہی سے امام حسینؓ کے ہمراہ کربلا آئے اور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۳۰۔ عبدالرحمٰنؓ بن عبداللہ کوادنی
کوفہ کے بہادر اور معزز تھے کوفہ کے جن ۳۲ احباب نے وفد کے ذریعہ امام حسینؓ کو اپنی حمایت کا یقین دلایا تھا ان میں یہ بھی شامل تھے پھر مسلم بن عقیل کو جب امام حسینؓ نے مکہ سے کوفہ بھیجا تو یہ ساتھ تھے لیکن مسلم کی شہادت کے بعد روپوش ہو گئے پھر کربلا کے معرکہ میں شامل ہو کر شہادت کا اعزاز حاصل کیا۔

۴۱۔ عبداللہ بن بشر خشعمی

یہ قبیلہ بنو کلب کے رہنے والے اور کوفہ کے با اثر شخص تھے جنگ قادسیہ میں حضرت عمرؓ فاروق نے ان کو خاص طور پر شامل لشکر کیا تھا اور قادسیہ میں انہوں نے بہادری کے جوہر دکھائے لشکر عمر بن سعد میں ایک دستہ کے افسر تھے لیکن نویں محرم کو ابن سعد کا لشکر چھوڑ کر امام حسینؑ کے انصار میں شامل ہو کر شہادت پائی۔

۴۲۔ عبداللہؓ بن یزید شبیط قیسی

یہ بصرہ کے رہنے والے اور امام حسینؑ کے طرفداروں میں نمایاں تھے بصرہ میں امام حسینؑ کے حامیوں کی جو جماعت تھی ان کے والد اس جماعت کے رہنما تھے یہ دس بھائی تھے سعد کی تحریک پر صرف دو بھائی حضرت امام حسینؑ کی حمایت میں اپنے باپ کے ہمراہ چلے بعض مورخین کا بیان ہے کہ یہ تینوں باپ بیٹے مدینہ سے ساتھ چلے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ ابطح میں آکر ملے اور حملہ اولیٰ میں شہادت پائی۔

۴۳۔ عُبیداللہ بن زہیر

یہ عبداللہ بن یزید شبیط قیسی کے حقیقی بھائی اور بصرہ کے رہنے والے تھے حملہ اولیٰ میں شہادت پائی۔

۴۴۔ عقبہ بن جلتؓ جہنی

یہ صحرائی قبائل تھے جو مال غنیمت کے لالچ میں امام حسینؑ کے ساتھ شامل ہوئے۔ مقام زبالہ پر ان کے تمام ساتھی صورت حال بھانپ کر واپس چلے گئے مگر عُبیداللہ بن زہیر آخر دم تک ساتھ رہے بہادری اور جانبازی سے لڑے اور حملہ اولیٰ میں شہادت پائی۔

۴۵۔ عمارؓ بن ابی سلامہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کو اصحابِ رسول میں شمار کیا ہے یہ ہمدانی تھے اور جنگ جمل صفین۔ نہروان میں حضرت علیؓ کی طرف سے شامل ہوئے بعض نے ان کو راویان حدیث میں شمار کیا ہے حملہ اولیٰ میں شہادت کی تکمیل ہوئی۔

۴۶۔ عمارؓ بن حسان طائی

قبیلہ طے کے ان ممتاز افراد میں شامل تھے جو حضرت علیؓ کے طرفدار شمار ہوتے تھے ان کے والد حسّان جنگ صفین میں جاں بحق ہوئے یہ مکہ سے امام حسینؓ کے ساتھ کربلا آئے اور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۴۷۔ عمروؓ بن ضبیعۃ قیس

یہ مشہور تیر انداز تھے اور نواح کوفہ کے رہنے والے تھے ابن زیاد گورنر کوفہ نے جو لشکر عمر بن سعد کی قیادت میں بھیجا تھا اس میں شامل تھے۔ میدان کربلا پہنچ کر امام حسینؓ کے ساتھیوں کے ساتھ شہادت پائی

۴۸۔ عمرانؓ بن کعب اشجعی

مورخین نے ان کو معرکہ کربلا کے شہدا کی فہرست میں شامل کیا ہے دیگر کوائف نہیں مل سکے۔

۴۹۔ قاسطؓ بن زہیر تغلبی

یہ تین بھائی کوفہ سے آئے تھے ان کا خاندان حضرت امام حسنؓ کا خصوصی طرف دار تھا اور حضرت علیؓ کے ساتھ بھی مختلف جنگوں میں شریک رہے حضرت قاسط حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۵۰۔ قاربؓ مولی الحسین

یہ حضرت امام حسینؓ کے غلام تھے ان کی والدہ حکیہ حضرت ام رباب اور سکینہ کی کنیز تھیں۔ امام حسینؓ

نے ان کی شادی عبداللہ بن ارقط سے کر دی۔ قارب ان کے فرزند تھے بعمر سولہ سال کربلا میں شہادت پائی۔

۵۱۔ قاسم بن حبیبؓ ازدی

کوفہ کے رہنے والے اور جناب معاویہ کے خاص طرفداروں میں سے تھے۔ لشکر عمر بن سعد میں شامل ہو کر کربلا پہنچے لیکن امام حسینؓ کی تقریر سن کر بہت متاثر ہوئے۔ لشکر عمر بن سعد سے نکل کر امام حسینؓ کے لشکر میں شامل ہوئے اور حملہ اولیٰ میں شہادت پائی۔

۵۲۔ کردوسؓ بن زہیر

حضرت قاسط بن زہیر کے حقیقی بھائی تھے اور کوفہ سے چھپ کر آئے قافلہ حسینؓ میں شامل ہوئے اور مرتبہ شہادت حاصل کیا۔

۵۳۔ کنانہؓ بن عتیق

شاخ تغلبی سے اور کوفہ کے رہنے والے تھے نویں محرم کو امام حسینؓ کے پاس آئے اور شہادت پائی۔

۵۴۔ مجمعؓ بن زیاد جہنی

یہ ان صحرائی قبائل میں سے تھے جو کوفہ کی خبر سن کر امام حسینؓ کے ساتھ مکہ سے چلے تھے ان کے دیگر ساتھی شہادت مسلمؓ کے بعد واپس چلے گئے یہ ساتھ رہے ان کا گھوڑا زخمی ہو کر گرا تو شامی سپاہ نے چاروں طرف سے گھیر کر شہید کر دیا۔

۵۵۔ مسعودؓ بن حجاج تیمی

یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے اور لشکر عمر بن سعد میں اپنے بیٹے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن مسعود کے ہمراہ کربلا آئے تھے لیکن رات کو اچانک ان کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ دونوں باپ

بیٹا لشکر عمر بن سعد سے بھاگ کر انصار حسینؑ میں شامل ہو گئے اور حملہ اولیٰ میں شہادت پائی۔

۵۶۔ مسلمؓ بن کثیر صدفی ازدی

یہ اصحابِ رسولؐ میں شامل ہیں جنگ جمل میں حضرت علیؑ کی طرف سے لڑے اس لڑائی میں ایک ٹانگ ضائع ہو گئی تھی کوفہ کے رہنے والے تھے اور مسلمؓ کی شہادت کے بعد کربلا آئے اور حملہ اولیٰ میں شہادت پائی۔

۵۷۔ مسقطؓ بن زہیر

یہ قاسط و کردوس بن زہیر کے حقیقی بھائی تھے اور کوفہ سے خفیہ طور پر بھاگ کر حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں پہنچے تھے تینوں بھائی شہید ہوئے بعض مورخین کا بیان ہے کہ ان کی نسل ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔

۵۸۔ منیعؓ بن زیاد

ان کا نام شہدائے کربلا کی فہرست میں شامل ہے ایک مورخ نے لکھا ہے کہ امام حسینؓ کے خصوصی احباب میں شامل تھے لیکن کوائف نہ مل سکے حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۵۹۔ نصرؓ بن ابی نذیر

نصر کے والد حبش کے رہنے والے تھے جب مکہ سے کچھ مسلمان ہجرت کر کے حبشہ گئے تو نذیر ان مسلمانوں کی خدمت میں رہے جب مسلمانوں کا وفد واپس مدینہ پہنچا تو یہ جعفر طیار کے ہمراہ جناب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ حضورؐ نبی کریم نے ان کو حضرت علی کے سپرد کر دیا۔ یہ حضرت علیؓ کے باغ میں بطور مالی

کام کرتے رہے۔ حضرت علیؓ نے ان کی شادی کرائی جس سے نصر پیدا ہو۔ نصر بن ابی نذیر مدینہ سے قافلہ حسینؓ میں شامل ہوئے تھے کربلا میں جام شہادت نوش کیا

۶۰۔ نعمانؓ بن عمر وازدی
کوفہ کے رہنے والے اور حضرت علی کے طرفداروں میں شامل تھے جنگ صفین میں بھی شامل رہے مگر امام حسنؓ کی خلافت کے بعد حضرت معاویہؓ کے طرفدار بن گئے اور اپنے بھائی حلاس بن عمرو رہ؟ کے ساتھ عمر بن سعد کے لشکر میں شامل ہو کر کربلا آئے لیکن مصالحت کی گفتگو ناکام ہو جانے کے بعد امام حسینؓ کے پاس آ گئے اور حملہ اولیٰ میں شہادت پائی۔

۶۱۔ نعیمؓ بن عجلان انصاری
یہ انصار مدینہ میں سے تھے جب حضرت علیؓ نے مرکز خلافت مدینہ کی بجائے کوفہ بنایا تو یہ تین بھائی نعیم نعمان اور نصر کربلا منتقل ہو گئے۔ نعمان حضرت علیؓ کے عہد میں بحرین کے گورنر تھے۔ نصر کوفہ کے پولیس افسر تھے۔ امام حسنؓ کے عہد خلافت میں دونوں بھائی انتقال کر گئے تو نعیم کوفہ کے پولیس افسر بنے۔ امام حسنؓ کی خلافت سے دستبرداری کے بعد خاموش زندگی بسر کرنے لگے۔ یہ کوفہ سے خفیہ طور پر کربلا پہنچے اور امام حسینؓ کے انصار میں شامل ہو کر حملہ اولیٰ میں شہادت حاصل کی۔

یہاں تک صرف ان شہداء کے نام دیتے گئے ہیں جو عمر بن سعد کے اچانک

حملہ میں زخمی ہو کر شہید ہوئے ان میں تین وہ شہید بھی شامل ہیں جنہوں نے مقابلہ کیا دو پہر کے وقت شمر نے امام حسینؓ کے خیموں کو گرانے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہا پھر اس نے خیموں کو آگ لگانے کا حکم دیا لیکن وہ اس تجویز پر بھی عمل نہ کرا سکا اس دوران زہیرؓ بن قین نے لشکر یزید پر زبردست حملہ کر دیا جس سے پھر دست بدست لڑائی شروع ہو گئی اس معرکہ میں حسب ذیل اصحاب نے شہادت پائی۔

۶۲۔ بکر بن حیٔ تمیمؓ یہ کوفہ کے رہنے والے تھے اور لشکر عمر بن سعد میں شامل ہو کر آئے تھے لیکن ۱۰ محرم کی صبح کو عین جنگ کے وقت بھاگ کر امام حسینؓ کی مدد میں آ گئے اور مقابلہ میں حصہ لے کر شہادت پائی۔

۶۳۔ عمروؓ بن جنادہ ان کے والد جنادہ خود بھی ۱۶ حملہ اولیٰ میں شہید ہو گئے تھے ان کی عمر دس سال کی تھی۔ باپ کی شہادت کے بعد ان کی والدہ جن کا نام بحریہ مورخین نے لکھا ہے ان کو ہتھیار سجا کر میدان میں بھیجا لیکن امام حسینؓ نے ان کو روک دیا اور فرمایا کہ تم یتیم ہو چکے ہو۔ اور ماں کی آنکھوں کے سامنے تمہارے سوا کوئی نہیں مگر یہ بچہ رو پڑا اور بضد رہا تو امام حسینؓ نے اجازت دے دی شامی فوجوں نے اس بچہ کا سر قلم کر دیا اور کٹا ہوا سر اس کی ماں کے خیمہ کی طرف پھینک دیا۔

۶۴۔ یزیدؓ بن حصین بعض مورخین نے ان کو حصین بن نمیر کا لڑکا بتایا ہے یہ کوفہ کے رہنے والے تھے عین دوپہر کے وقت جب پیاس کی شدت محسوس ہوئی تو انہوں

نے امام حسینؓ سے کہا کہ مجھے اجازت دیں میں عمر بن سعد کے پاس جاکر پانی کیلئے بات کرتا ہوں، چنانچہ اجازت لے کر گئے گفتگو ناکام ہوگئی تو واپس آکر مقابلہ میں حصہ لیا اور شہید ہو گئے۔

نماز ظہر

نماز ظہر کا وقت ہوا تو سعیدؓ بن عبداللہ حنفی اور عمروؓ بن عبداللہ عرف ابوثمامہ صائدی نے امام حسینؓ سے کہا کہ موت آنے والی ہے ہماری خواہش ہے کہ زندگی کی آخری نماز آپ کی اقتدا میں پڑھیں چنانچہ امام حسینؓ نے نماز کی ادائیگی کے لئے زہیرؓ بن قین اور عابس شاکری سے فرمایا کہ میری پشت کی طرف کھڑے ہو جائیے تاکہ نماز پڑھا سکوں اسی دوران شامی سپاہ نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی جس کی وجہ سے بہت سے اصحاب زخمی ہو گئے۔

۶۵۔ عمروؓ بن عبداللہ ابوثمامہ مورخین میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ انہوں نے نماز پڑھ لی تھی اور بعض کا بیان ہے کہ نماز شروع ہی کی تھی کہ شہید ہو گئے۔ ابوثمامہ ہمدانی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور کوفہ کے رہنے والے تھے۔ مسلمؓ جب کوفہ پہنچے تو انہوں نے گرم جوشی سے استقبال کیا اور جب مسلمؓ نے ابن زیاد کے قصر عمارت پر حملہ کیا تو یہ ہمدان اور تمیم قبیلوں کے سردار کی حیثیت سے ساتھ تھے لیکن مسلم کی شہادت کے بعد خفیہ طور پر نافعؓ بن ہلال کے ہمراہ کوفہ سے نکل کر انصار حسین میں شامل ہو گئے اور نماز کے دوران شہادت پائی۔

۶۶۔ حبیبؓ بن مظاہر اسدی معرکہ کربلا کا تذکرہ ان کی شخصیت، قربانی اور بہادری کا ذکر کئے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ بعض مورخین نے ان کو اصحابِ رسول لکھا ہے اور وصال نبوت کے وقت ان کی عمر دس بارہ برس کی تھی۔ زیارت و صحبت سے مشرف تھے وصال نبوی کے بعد آپ حضرت علیؓ کے ارشد تلامذہ میں رشید ہجری کی طرح شامل رہے اور حضرت علیؓ کے ساتھ سفر و حضر میں شریک ہوئے۔ مسلمؓ بن عقیل کو بلانے اور بیعت کے معاملہ میں سب سے اول تھے لیکن جب کوفہ کے حالات بدلے تو آپ کربلا پہنچے۔ نویں محرم کو آپ قبیلہ بنو اسد کے لوگوں کو حمایت حسینؓ کے لئے بلا لائے لیکن عمر بن سعد نے قبیلہ اسد کے لوگوں کو روکنے کے لئے پانچ سو سپاہی ناکہ بندی پر مقرر کر دیئے دونوں میں مقابلہ ہوا بنو اسد شکست کھا گئے تو حبیبؓ بن مظاہر واپس چلے آئے جب امام حسینؓ نماز ظہر ادا کر رہے تھے اور یہ پہرہ دے رہے تھے تو تیروں سے زخمی ہوئے بعد میں مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے قاتل نے جب ان کا سر کاٹ لیا تو ایک شامی نے آ کر کہا کہ میں بھی اس کے قتل میں شامل ہوا چنانچہ دونوں نے باری باری ان کے سر کو لے کر فوج میں پھرایا اور اپنی بہادری و انعام کا حق ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حصین بن تمیم ان کا سر

لے کر کوفہ میں ابن زیاد کے ہاں انعام لینے جا رہا تھا کہ حبیبؓ بن مظاہر کے فرزند قاسم نے اس شخص کو قتل کر دیا۔ حُر بن یزید ریاحی بھی اسی وقت دوبارہ مقابلہ کے لئے گئے اور شہادت پائی۔

۶۰۔ سعیدؓ بن عبداللہ حنفی

یہ کوفہ کے معزز اور با اثر تھے حضرت علیؓ کے خصوصی معاون اور ساتھی تھے۔ مسلمؓ کی شہادت سے قبل جن مرحلوں سے مسلم گزرے آپ ساتھ رہے شہادت کے بعد کوفہ سے خفیہ طور پر نکلے اور کربلا پہنچے امام حسینؓ جب نماز پڑھ رہے تھے تو حبیب کی طرح یہ بھی حفاظت کر رہے تھے ان کا جسم تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

۶۱۔ زہیرؓ بن قین بجلی

یہ کوفہ کے سرکردہ بزرگ تھے اور حضرت عثمان غنیؓ کے خون کا قصاص طلب کرنے والوں میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ شامل تھے اسی وجہ سے ان کو عثمانی کہا جاتا تھا جنگ جمل و صفین میں یہ حضرت علیؓ کے مخالف تھے۔

۶۰ھ میں اپنی بیوی اور غلاموں کے ہمراہ حج کے لئے مکہ آئے ہوئے تھے واپسی پر ان کا قافلہ امام حسینؓ کے قافلہ سے تھوڑی دور ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ منزل زرود پر امام حسینؓ کو جب ان کے بارے میں معلوم ہوا تو انہوں نے قاصد کے ذریعہ بلا بھیجا پہلے تو انہوں نے تامل کیا لیکن بیوی دیلم کے کہنے پر آپ گئے دونوں کے درمیان گفتگو ہوئی۔

تو آپ واپس آئے اور اپنے بیوی بچوں سے کہا تم آزاد ہو واپس چلے جاؤ میں امام حسینؓ کے ہمراہ جاؤں گا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ انہوں نے بیوی کو طلاق دے کر واپس بھجوا دیا اور بعض کہتے ہیں کہ بیوی معرکہ کربلا میں موجود تھی زہیر بن قین مصالحت کی گفت گو اور جنگ میں برابر شامل رہے اور زبردست مقابلہ کرنے کے بعد شہید ہوئے

۶۹۔ سلمانؓ بن مضارب بجلی

یہ زہیر بن قین کے چچا زاد بھائی اور کوفہ کے رہنے والے تھے اور زہیر کے ساتھ ہی حج سے واپس گھر جا رہے تھے جب زہیر بن قین نے امام حسینؓ کی حمایت کا اعلان کیا تو آپ بھی کربلا پہنچے اور شہادت پائی۔

۷۰۔ عمروؓ بن قرظہ انصاری

یہ مدینہ کے رہنے والے تھے جنگ احد سے کچھ دن پہلے مسلمان ہوئے پھر معرکہ احد میں شامل ہوئے حضورؐ کے صحابی تھے اور حضورؐ کے عہد میں جس قدر غزوات ہوئے آپ ان میں شریک رہے۔ ۲۳ھ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے حکم پر ایرانی علاقوں پر جو یلغار ہوئی اس میں شامل رہے۔ رے کا علاقہ آپ نے فتح کیا تھا۔ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں کوفہ کے گورنر رہے اور جنگ جمل میں حضرت علیؓ کی طرف سے لڑے۔ مدینہ سے زمانہ خلافت علیؓ میں کوفہ آباد ہوئے اپنے دونوں بیٹوں عمر و علی کے ہمراہ کربلا پہنچے اور شہادت پائی ان کا حقیقی بھائی علی جو لشکر شام میں شامل تھا ان کے مقابلہ میں آیا۔

۷۱۔ نافع رضؓ بن ہلال جملی

یہ کوفہ کے مشہور عالمِ حدیث۔ حافظ۔ مفسرِ قرآن اور اپنے قبیلہ کے سردار تھے ان کے تلامذہ کا وسیع حلقہ تھا ان کے اکثر شاگرد عمر بن سعد کے لشکر میں شامل تھے اور وہ اپنے استاد کے سامنے آنے سے شرماتے رہے یہ دیگر چار آدمیوں مجمع بن عبداللہؓ۔ عمرو بن خالد صیداوی جنادہ بن حارث کے ہمراہ کوفہ سے نکل کر مقام عذیب الہجانات پر امام حسینؓ سے ملے تھے ساتویں محرم کو جب حضرت عباس پانی بھرنے نہر فرات پر گئے تو یہ بھی ہمراہ تھے اور انہوں نے شامی سپاہ کو شکست دے کر پانی حاصل کر لیا تھا۔

۱۰ محرم کو جب مقابلہ پر گئے تو ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے شمر نے ان کو گرفتار کر لیا اور عمر بن سعد کے سامنے پیش کیا ان کی تلخ گفتگو کی تاب نہ لاتے ہوئے عمر ابن سعد نے شمر کو کہا کہ قتل کر دو۔ چنانچہ شمر نے سر قلم کر دیا اور اس طرح شہادت پائی۔

۷۲۔ شوذبؓ بن عبداللہ

یہ قبیلہ شاکر سے تھے اور عابس شاکری کے غلام تھے یہ مکہ سے اپنے آقا کے ساتھ قافلہ حسین میں شامل ہوئے یہ حافظ قرآن اور محدث بھی تھے اور کوفہ کے رہنے والے تھے جم کر لڑے اور شہادت پائی۔

۷۳۔ عابسؓ بن شبیب شاکری

قبیلہ ہمدان کی شاخ شاکر کے رئیس اور سردار تھے جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے بڑی بہادری سے لڑے اور مخالفین کو پسپا کیا ان کی جرأت دیکھ کر

حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ ان جیسے ایک ہزار مسلمان ہوں تو جنگ فتح کی جا سکتی ہے۔ یہ حضرت مسلمؓ کا کوفہ سے وہ خط "جس میں بیعت کے لئے کوفہ آنے کی تاکید کی تھی" لے کر امام حسینؓ کے پاس مکہ آئے تھے اور پھر کربلا تک ساتھ رہے پہلے تلوار سے مقابلہ کیا پھر کپڑے اتار کر لنگوٹ کس لیا اور میدان میں پہلوانوں کی طرح مخالف سپاہیوں کو ٹھکتے رہے اور جب ان کا سر قلم کیا گیا تو قتل کے کئی دعویدار بن گئے۔

۷۴۔ عبداللہؓ بن عروہ غفاری

قبیلہ غفار سے تعلق رکھتے تھے ان کے والد حضورؐ کے صحابی اور حضرت ابوذرؓ غفاری کے نزدیکی رشتہ دار تھے جنگ جمل نہروان اور صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ شامل رہے کوفہ سے کربلا آئے اور شہادت پائی۔

۷۵۔ عبدالرحمٰنؓ بن عروہ غفاری

یہ عبداللہ بن عروہ غفاری کے حقیقی بھائی تھے اور ان کے ساتھ کوفہ سے کربلا آکر لشکر امام حسینؓ میں شامل ہوئے اور شہادت کے رتبہ پر فائز ہوئے۔

۷۶۔ حنظلہؓ بن اسعد غفاری

کوفہ کے رہنے والے قبیلہ ہمدان کے مقرر، حافظ قرآن اور مشہور شجاع تھے خاندان علی کو ان پر بڑا اعتماد تھا چنانچہ امام حسینؓ کی کربلا کو روانگی کی اطلاع ملتے ہی روانہ ہو گئے۔ امام حسینؓ اور عمر بن سعد کے درمیان مفاہمت کی جو بات چیت ہوئی اس میں یہ بھی بطور وفد جاتے رہے ان کی پرجوش تقریریں مورخین نے قلم بند کی ہیں

انہوں نے مقابلہ میں شہادت پائی۔

۷۷۔ بریرین بن خضیر ہمدانیؓ
معرکہ کربلا میں ان کا کردار نمایاں ہے یہ سید القرا مشہور تھے کوفہ کے رہنے والے محدث اور تابعی عمر رسیدہ تھے بعض مورخین نے ان کو رسول اللہ کے صحابہ میں شمار کیا ہے کوفہ کی جامع مسجد میں ان کا مدرسہ تھا مقابلہ میں جم کر لڑے اور شہید ہوئے بعض مورخین نے ان کی شہادت قبل از ظہر بیان کی ہے فصاحت و بلاغت کے امام تھے

۷۸۔ سیف بن حارث ہمدانیؓ
یہ بھی کوفہ کے رہنے والے تھے اور خفیہ طور پر کربلا پہنچ کر جنگ میں شرکت کی اور شہید ہوئے۔

۷۹۔ مالکؓ بن عبد ہمدانی
سیف بن حارث ہمدانی اور مالک بن عبد ہمدانی کی والدہ ایک تھیں دونوں کے باپ آپس میں بھائی تھے مالک بن عبد اپنے بھائی کے ہمراہ کربلا آئے اور شہادت پائی

۸۰۔ جونؓ غلام ابوذر غفاری
یہ حبشی النسل تھے بعض مورخ ان کو یورپین نسل کا بتاتے ہیں فضل بن عباس کی ملکیت میں تھے لیکن حضرت علیؓ نے ان کو ڈیڑھ سو اشرفی میں خرید کر حضرت ابوذر غفاریؓ کو دیدیا تھا جب حضرتؓ ابوذر کو مدینہ سے جلا وطن کیا گیا تو یہ ان کے ساتھ تھے ۳۲ھ میں جب ابوذرؓ کا انتقال ہوا تو یہ حضرت علیؓ کے پاس واپس آ گئے۔ مدینہ سے حضرت امام حسینؓ کے ساتھ کربلا آئے ظہر کے بعد شہادت پائی۔

۸۱۔ ترکی غلامؓ
مورخین نام کی تحقیق نہیں کر سکے صرف ترکی النسل غلام لکھنے پر اکتفا کیا یہ امام حسینؓ کے پاس تھے انہوں

نے اسے اپنے بیٹے زین العابدین کو دے دیا تھا جب یہ جنگ میں حصہ لینے کے لئے اجازت مانگنے آئے تو امام حسینؓ نے ان سے کہا کہ علی زین العابدین سے اجازت لو جن کی ملکیت میں ہو چنانچہ زین العابدین نے ان کو اجازت دے دی تو یہ شامل ہوئے اور شہادت پائی۔ یہ حافظ قرآن تھے اور واقعہ کربلا کے بعد ان کے رشتہ دار قسطنطنیہ سے ان کو ملنے آئے تھے شہادت کی خبر سن کر مایوس لوٹ گئے

۸۲۔ انسؓ بن حارث اسدی

معرکہ کربلا میں عمر کے لحاظ سے سب سے بڑے تھے ان کی عمر ۱۰۱ سال کی تھی نبیؐ کریم کے صحابی تھے اور ان سے محدثین نے روایات بھی اخذ کی ہیں۔ مدینہ سے ہی امام حسینؓ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے جب مقابلہ میں اترے تو ان کی بھنوؤں کی جلد ڈھیلی ہو کر آنکھوں کے سامنے لٹک رہی تھی اس لئے ان کو سامنے کچھ نظر نہیں آتا تھا چنانچہ انہوں نے رومال پیشانی پر باندھ لیا اور مقابلہ میں جم کر لڑے اور جام شہادت نوش کیا۔

۸۳۔ حجاجؓ بن مسروق جعفی

یہ قافلہ امام حسینؓ کے مؤذن تھے کوفہ کے باشندے تھے اور مکہ میں امام حسینؓ سے آ کر ملے تھے۔ بہت اچھے خوش آواز تھے جس وقت حرؓ نے امام حسینؓ کو راستہ میں روکنے کی کوشش کی اور نماز کا وقت ہوا تو انہی کی اذان سن کر حرؓ نے لشکر سے کہا تھا کہ امام حسینؓ کے پیچھے نماز پڑھو۔ یہ مقابلہ میں شہید ہوئے۔

۸۴۔ زیاد بن عریبؓ
یہ قبیلہ ہمدان کے ممتاز فرد تھے ان کے والد حضورؐ کے صحابی تھے خود بڑے عابد و زاہد اور شب زندہ دار بزرگ تھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کہاں سے امام حسینؑ کے ساتھ شامل ہوئے سخت مقابلہ کے بعد شہید ہوئے

۸۵۔ سالم بنؓ عمرو کلبی
یہ حضرت یزید بن حارثہ صحابی رسول کے داماد تھے اور کوفہ کے رہنے والے تھے مسلم بنؑ عقیل کی شہادت کے بعد گرفتار ہو گئے تھے اور کوفہ کے جیل خانے میں قید رہے مگر موقع پاکر جیل سے بھاگ نکلے عین دسویں محرم کی صبح کو آغاز جنگ میں کربلا آئے ان کے ساتھ قبیلہ کلب کے اور لوگ بھی تھے، مقابلہ میں حصہ لے کر شہادت پائی۔

۸۶۔ سعدؓ بن حارث
یہ حضرت علیؓ کے زرخرید غلام تھے اور امام حسینؑ کی خدمت پر مامور تھے مدینہ سے ہی امام کے ساتھ آئے جم کر مقابلہ کیا اور شہادت پائی۔

۸۷۔ عمر بنؓ جندب حضرمی
کوفہ کے باثر اور ممتاز اصحاب میں سے تھے جنگ جمل و صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے شامل ہوئے جب حضرت معاویہؓ نے حجر بنؓ عدی صحابی رسول اور ان کے ۱۲ دیگر اصحاب کو گرفتار کرا کر قتل کرایا تو ان کے بھی وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے تھے مگر یہ روپوش رہے اور زیاد بن سمیہ کی وفات کے بعد کوفہ آئے۔ مسلم کی شہادت کے بعد خفیہ طور پر کربلا آئے اور شہادت پائی۔

۸۸۔ قعنبؓ بن عمرو غنیری
یہ بصرہ کے رہنے والے تھے اور حجاج بن زید

سعدی کے ساتھ کربلا میں اس وقت پہنچے جبکہ قتال و جدال کا معرکہ شروع تھا بعد نماز ظہر مقابلہ میں شہادت پائی

۸۹- یزید بن ثبیط رض

یہ بصرہ کے رہنے والے اور ممتاز شہری تھے۔ ابن زیاد نے ان کی نگرانی پر سپاہی مامور کر رکھے تھے تاہم یہ ماریہ بنت منقذ جو کہ خاندان علی کی خصوصی طرفدار تھی کے مکان پر جلسہ کرتے تھے چونکہ حضرت علیؓ سے انہوں نے علم قرآن حاصل کیا تھا۔ انہوں نے بصرہ و کوفہ کے حالات کو دیکھ کر اپنے دس بیٹوں کو جمع کر کے ان سے کہا، امام حسینؓ کا اس نازک وقت میں کون ساتھ دیتا ہے تو دو بیٹے عبداللہ و عبیداللہ نے ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ تینوں مقام بطح پر آکر ملے ان کے دونوں بیٹے حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے یہ بھی مقابلہ کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

۹۰- یزید بن زیاد ابوالشعثا رض

یہ لشکر حر میں شامل تھے کوفہ کے رہنے والے اور بڑے بہادر شمار ہوتے تھے۔ حر کی امام حسینؓ سے ملاقات کے وقت یہ امام حسینؓ کے پاس آگئے اور دسویں محرم کو تیراندازی سے شامی سپاہ کو خاصا نقصان پہنچایا اور سخت مقابلہ کے بعد آخر شہید ہوئے۔

۹۱- یزید معقل جعفی

یہ کوفہ کے رہنے والے تھے جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے حصہ لیا جب خلافت علی میں اہواز کے لوگوں نے خروج کیا تو یہ علیؓ کی فوج میں افسر

میمنہ کے طور پر شامل جنگ تھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ
کس وقت کربلا آئے یہ طبقہ تابعین میں شامل تھے
دسویں محرم کو بعد نماز ظہر شہادت پائی۔

۹۔ رافع بن عبداللہ

یہ حضرت مسلم بن کثیر صحابی رسول کے غلام تھے اور
ان ہی کے ساتھ وارد کربلا ہوئے خوب مقابلہ کیا اور نماز
ظہر کے بعد شہادت پائی۔

۱۰۔ بشر بن عمرو کندی

یہ قبیلہ کندہ کے ممتاز فرد و حضرموت کے رہنے والے
تھے اس وقت کربلا پہنچے جب کہ مصالحت کی گفتگو
ہو رہی تھی انہوں نے امام حسینؑ کے خیمہ میں قیام کیا عاشور
کے روز معلوم ہوا کہ ان کا لڑکا عمرو رے کی سرحد پر گرفتار
ہو گیا ہے تو امام حسینؑ نے ان کو ایک ہزار اشرفی مالیت کا
سامان دیا کہ جا کر اپنے بیٹے کو رہا کرو میں تمہیں اپنی بیعت سے
آزاد کرتا ہوں لیکن انہوں نے جواب دیا "میں نہیں چاہتا کہ
پیٹھ پھیر جانے والوں میں شمار کیا جاؤں" چنانچہ بیٹے کو اس
کی حالت پر چھوڑ کر مقابلہ میں گئے اور شہادت پائی۔

۱۱۔ سوید بن عمرو

یہ بصرہ کے رہنے والے اور بہت ضعیف العمر تھے
بعض مورخین نے ان کو اصحاب رسول اکرم میں شمار کیا ہے
خلافت راشدہ کے دوران متعدد جنگوں میں شریک رہے
تھے مقابلہ میں گئے تو زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑے
سب نے یہی سمجھا کہ جاں بحق ہو چکے ہیں لیکن وہ زندہ تھے
مگر جسم نڈھال تھا جس وقت حضرت امام حسینؑ کی شہادت

فاران سے گرد۔

ہوئی اور میدان میں شور برپا ہوا تو شدید زخمی ہونے کے باوجود کھڑے ہو کر اٹھے اور قاتلین امام حسین میں سے تین افراد کو قتل کیا جس کے بعد مخالف سپاہیوں نے گھوڑوں سے بری طرح کچل دیا کہ جسم کا ہر عضو علیحدہ اور مسخ ہو چکا تھا

۹۵- ابراہیمؓ بن الحصین

ان کے والد اور دادا حضورؐ کے صحابی تھے یہ طبقہ تابعین میں شامل تھے مورخین میں اختلاف ہے بعض ان کا واقعہ کربلا میں شامل ہونا درست تسلیم نہیں کرتے تاہم اکثر کتب میں ان کا نام ملتا ہے۔

۹۶- ابوالحتوفؓ انصاری

یہ لشکر عمر بن سعد میں شامل تھے جب تمام خدام حسین شہید ہو گئے اور امام حسینؓ کا خاندان ہی باقی رہ گیا تو یہ اپنے لشکر سے بھاگ کر امام حسینؓ کی نصرت کے لئے آئے شامی سپاہ نے نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ یہ حضرت علیؓ کے خلاف خروج کرنے والوں میں شامل تھے۔

۹۷- ابوعمرؓ نہشلی

بعض کتب میں ان کا نام شہدا کی فہرست میں شامل ہے لیکن کوائف نہیں مل سکے۔

۹۸- احمدؓ بن محمد ہاشمی

یہ بنو ہاشم سے نہیں بلکہ بنو ہاشم کے طرفدار ہونے کی وجہ سے ہاشمی مشہور تھے ان کے کوائف نہیں مل سکے۔

۹۹- انیسؓ بن معقل

شہدائے کربلا کی فہرست میں بعض مصنفین نے ان کا نام درج کیا ہے مزید کچھ علم نہیں۔

۱۰۰- خالدؓ بن عمرو ازدی

ان کے والد عمر ازدی حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے تھے یہ بعد نماز ظہر شہید ہوئے۔

۱۰۱۔ سعد بن حارث انصاری

یہ ابوالحتوف انصاری نمبر ۹۶ کے حقیقی بھائی تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد شہید ہوئے یہ بھی لشکر عمر بن سعد سے بھاگ کر آئے تھے۔

۱۰۲۔ سعید بن حنظلہ تمیمی

ان کے بارے میں صرف اس قدر معلومات حاصل ہو سکیں کہ کربلا میں دسویں محرم کو انصار حسینؑ میں شامل ہوئے اور شہادت پائی۔

۱۰۳۔ شبیبؓ بن جراد

یہ کوفہ کے شجاع اور تیرانداز تھے حضرت علیؑ کے ساتھ مختلف جنگوں میں شامل رہے انہوں نے کوفہ میں حضرت مسلمؑ کی بیعت کی مگر حالات بدل گئے تو لشکر عمر بن سعد میں شامل ہو کر کربلا آگئے نویں محرم کی رات کو موقع پا کر بھاگے اور انصار حسینؑ میں شامل ہو گئے حضرت عباسؑ بن علی کی والدہ ان ہی کے خاندان سے تھیں۔

۱۰۴۔ طرماحؓ بن عدی

یہ مقام عذیب پر امام حسینؑ سے ملے تھے اور ان سے کہا تھا کہ آپ کربلا جانے کی بجائے میرے ساتھ اجا اور سلمٰی کے علاقوں میں چلیں جہاں بیس ہزار افراد میرے قبیلہ کے آپ کے مددگار ہوں گے ان کو ساتھ لے کر یزید سے جنگ کریں مگر امام حسینؑ نے کہا میں جنگ کے ارادہ سے نہیں جا رہا تو اس نے جواب دیا آپ موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ طرماح امام حسینؑ سے وعدہ کر کے گئے تھے کہ اپنا سامان گھر چھوڑ کر واپس آجاؤں گا بعض مورخ کہتے ہیں کہ واپس آکر شامل جنگ ہوئے اور شہادت پائی۔

۱۰۵۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ یزنی رضؓ
مورخین نے فہرست شہدا میں ان کا ذکر کیا ہے۔ کوائف نہیں مل سکے۔

۱۰۶۔ علی بن مظاہر رضؓ
بعض مورخین نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حبیبؓ بن مظاہر کے بھائی تھے اور دسویں محرم کو عصر کے وقت کربلا آئے تھے جب ان کو معلوم ہوا کہ امامؑ شہید ہو چکے ہیں تو میدان میں آکر مقابلہ کیا اور شہادت پائی۔

۱۰۷۔ عمروؓ بن مطاع جعفی
روضۃ الصفا اور ناسخ التواریخ کی فہرست شہدا میں ان کا نام شامل ہے مزید کچھ معلوم نہیں"

۱۰۸۔ عمیرؓ بن عبداللہ
ان کے بارے میں دو روایتیں ملتی ہیں۔ پہلی یہ کہ اصل میں یہ عیسائی تھے عاشورہ کے روز امام حسینؑ کے ذریعہ اسلام قبول کیا اور پھر شامل جنگ ہو گئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ نویں محرم کو کربلا سے جنگ کی خبر سن کر آئے اور معلومات حاصل کرنے کے بعد امام حسینؑ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا اور مقابلہ کر کے شہادت پائی۔

۱۰۹۔ قرہؓ بن قرہ غفاری
بعض مورخین نے عبدالرحمٰن غفاری کے ہمراہ ان کے وارد کربلا ہونے کا بھی ذکر کیا ہے اور شہادت درج کی ہے۔

۱۱۰۔ مالکؓ بن ارس
ان کا نام شہدائے کربلا کی فہرست میں شامل ہے کوائف تاریخ کے صفحات سے گم ہیں۔

۱۱۱۔ مالکؓ بن دودان
تاریخ میں ان کا صرف نام ملتا ہے کوائف کسی مستند کتاب میں نہیں ملے۔ ۱۰ محرم کو شہادت پائی۔

۱۱۲۔ محمد بن مطاع رضؓ
شرح شافی میں شہداء کے ذکر میں ان کا

درج ہے مزید حالات دستیاب نہیں ہوئے۔ بعض مورخین نے ان کا نام عمر بن مطاع لکھا ہے۔

۱۱۳۔ معلیٰ بن علیؓ

یہ کوفہ کے بہادر شخص تھے مقابلہ میں زندہ گرفتار کر لئے گئے۔ عمر بن سعد نے ان کا سر قلم کر کے جسم پر گھوڑے دوڑا دیئے۔

۱۱۴۔ یحییٰ بن کثیر انصاریؓ

ان کا نام صرف شرح شافی میں درج ہے مزید حالات نہیں ملے آپ نے مقابلہ میں شہادت پائی۔

۱۱۵۔ یحییٰ بن ہانیؓ

یہ ہانی بن عروہ کے فرزند تھے جن کے پاس حضرت مسلم بن عقیل نے پناہ لی تھی مسلمؑ و حضرتؓ ہانی کی شہادت کے بعد روپوش ہو گئے اور خفیہ راستوں سے کربلا پہنچے۔ لشکر عمر بن سعد نے ان کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے سخت مقابلہ کیا اور شہادت پائی۔

۱۱۶۔ مصعب بن یزیدؓ

اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ حُر بن یزید جب شامی لشکر چھوڑ کر انصار حسین میں شامل ہوئے اور شہادت پائی تو ان کے حقیقی بھائی مصعب یہ منظر دیکھ کر صبر نہ کر سکے اور نعرہ مار کر شامی لشکر سے نکل کر امام حسینؑ کی طرف آ رہے تھے کہ شامی لشکر نے ان پر حملہ کر دیا اور یہ شہید ہو گئے۔

۱۱۷۔ عروہ غلام حُرؓ

اپنے آقا کی شہادت کا منظر دیکھ کر لشکر عمر بن سعد سے نکل کر آئے اور امام حسینؑ کی طرف سے مقابلہ میں حصہ لیا انتہائی جوش و خروش کے ساتھ لڑے اور شہادت پائی۔

خاندانِ ابی طالب

تمام اعوان وانصار شہید ہو گئے تو خاندان ابی طالب خود میدان کارزار میں داخل ہوا مورخین میں چونکہ شہدا کی ترتیب فہرست میں اختلاف ہے اس لئے میں نے وہی ترتیب پیش نظر رکھی ہے جو اکثر مورخین نے درج کی ہے۔

۱۱۸- حضرت علی اکبرؓ

یہ حضرت امام حسینؓ کے فرزند جناب ام لیلیٰ کے بطن سے تھے ام لیلیٰ حضرت معاویہؓ کی حقیقی بھانجی اور یزید کی پھوپھی تھی۔ علی اکبرؓ شکل وصورت کے لحاظ سے مثیل نبی شمار ہوتے تھے آپ کی عمر کے بارے میں مورخین علما میں اختلاف ہے۔ کم سے کم اٹھارہ اور زیادہ سے زیادہ تیس سال کی عمر تھی کہ المیہ کربلا میں شہید ہوئے بڑی بہادری سے لڑے پشت پر نیزہ لگنے کی وجہ سے گرے تو شامی سپاہ نے جسم پر اس قدر تلواریں ماریں کہ جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا امام حسینؓ نے آگے بڑھ کر لاش کے ٹکڑے اٹھائے اور اپنے خیمہ کے سامنے رکھ دیئے۔

۱۱۹- عبداللہؓ بن مسلمؓ بن عقیل

یہ حضرت مسلمؓ بن عقیل کے صاحبزادے حضرت علیؓ کے نواسے اور امام حسینؓ کے بھانجے تھے ان کی والدہ کا نام رقیہ تھا یہ اور خیام حسینؓ میں پناہ لینے والے دیگر کم سن بچے حضرت علی اکبر کی شہادت سن کر گھبرا گئے اور خیم سے باہر نکل آئے اچانک لشکر عمر بن سعد سے کسی نے تیر پھینکنے شروع کئے تو انہوں نے پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا۔ ایک تیر

ان کے ہاتھ کو چیرتا ہوا پیشانی میں پیوست ہوگیا۔ دوسرا تیر سینہ میں لگا یہ چودہ پندرہ سال کا کم سن بچہ لڑکھڑا کر گرا اور جام شہادت نوش کیا۔

۱۲۰۔ محمدؓ بن مسلمؓ بن عقیل
یہ مسلمؓ کے صاحبزادے تھے ان کی والدہ ام ولد تھیں عبداللہ کی شہادت کے بعد لشکر شام کے تیروں کا نشانہ بنے ان کی عمر بارہ تیرہ برس کے قریب تھی۔

۱۲۱۔ جعفرؓ بن عقیل
یہ حضرت مسلمؓ کے حقیقی بھائی اور حضرت علیؓ کے بھتیجے تھے مقابلہ میں آکر شہید ہوئے ان کی عمر ۳۰ سال تھی۔

۱۲۲۔ عبدالرحمٰنؓ بن عقیل
یہ بھی حضرت مسلمؓ کے حقیقی بھائی اور حضرت علیؓ کے بھتیجے تھے مقابلہ میں آکر شہید ہوئے۔

۱۲۳۔ محمدؓ بن ابی سعید بن عقیل
یہ مسلمؓ کے باپ کی طرف سے بھائی تھے ماں ان کی دوسری تھی۔ تیروں کی بوچھاڑ میں زخمی ہوکر شہید ہوئے۔

۱۲۴۔ محمدؓ بن عبداللہ بن جعفر
یہ خوصہ بنت جعفر کے بطن سے تھے حضرت علیؓ کے پرنواسے اور اسی سلسلہ میں حضرت علیؓ کے بھائی جعفرؓ کے پوتے تھے ان کی عمر ۱۸۔۲۰ سال کے قریب تھی۔

۱۲۵۔ عونؓ بن عبداللہ بن جعفر
یہ سیدہ زینبؓ کے بطن سے تھے رشتہ کے لحاظ سے امام حسینؓ کے حقیقی بھانجے حضرت علیؓ کے نواسے اور ان کے حقیقی بھائی جعفر کے پوتے تھے۔ محمدؓ اور عونؓ حاکم مدینہ کا خط لے کر امام حسینؓ کے پاس مکہ آئے تھے اور پھر کربلا پہنچے بوقت شہادت عمر سولہ اور اٹھارہ سال کے درمیان تھی۔

۱۲۶- قاسمؓ بن امام حسن
امام حسینؓ کے حقیقی بھتیجے اور داماد تھے بعض مورخین کا بیان ہے کہ ان کا نکاح کربلا کے میدان میں ہوا تھا۔ شامی سپاہ کے مقابلہ میں بہادری سے لڑے لیکن مخالفوں نے گھیر کر شہید کر دیا ان کی عمر ۲۰ سال کے قریب تھی امام حسینؓ نے ان کی لاش اٹھا کر علی اکبر شہید کے پاس لاکر رکھ دی۔

۱۲۷- ابوبکرؓ بن امام حسن
یہ بھی امام حسنؓ کے فرزند تھے قاسم کے بعد میدان میں گئے اور شہادت پائی۔ مورخین نے عمر نہیں لکھی۔

۱۲۸- محمد بن علیؓ
مولانا علی نقی کی کتاب "شہید انسانیت" مطبوعہ سرفراز پریس لکھنؤ ۱۳۶۱ھ کے مطابق ان کی والدہ کا نام امامہ بنت ابی العاص تھا جو سیدہ زینب دختر رسول اللہ کی بیٹی تھیں اور جناب فاطمۃ الزہرہؓ کی وصیت کے مطابق حضرت علیؓ نے ان سے نکاح کیا تھا معرکہ میں گئے اور شہادت پائی۔

۱۲۹- عبداللہؓ بن عقیل
بعض مورخین نے ان کی شہادت کا ذکر کیا ہے یہ حضرت علیؓ کے حقیقی بھتیجے تھے اور جواں سال تھے۔

۱۳۰- موسیٰؓ بن عقیل
یہ بھی حضرت علیؓ کے حقیقی بھتیجے تھے ان کی والدہ کا نام ام البنین بنت ابی بکر ہے تیروں کے حملہ میں شہید ہوئے

۱۳۱- عونؓ بن عقیل
بعض مورخین نے ان کو حضرت مسلمؓ کا فرزند لکھا ہے لیکن اکثریت نے مسلمؓ کا حقیقی بھائی بتایا ہے اس لحاظ سے یہ حضرت علیؓ کے بھتیجے تھے اور معرکہ میں شہید ہوئے

۱۳۲- علیؓ بن عقیل
مورخین نے ان کے بارے میں تفصیلی حالات نہیں لکھے مدینہ سے امام حسینؓ کے ساتھ آئے اور شہادت پائی۔

۱۲۳۔ جعفرؓ بن محمد بن عقیل

اکثر مورخین نے شہدائے کربلا میں ان کا نام بھی درج کیا ہے لیکن بعض کا خیال ہے کہ یہ واقعہ حرہ میں شہید ہوئے تھے۔

۱۲۴۔ احمدؓ بن محمد بن عقیل

واقعہ کربلا میں حضرت عقیل کی اولاد کے گیارہ افراد نے شہادت پائی ان کو گھیرے میں لے کر لشکرِ زیاد نے شہید کیا (بعض مورخین کا بیان ہے کہ جناب عقیل کی نسل ہی ختم ہو گئی)

۱۲۵۔ عبیداللہؓ بن عبداللہ بن جعفر

یہ حضرت جعفر کے پوتے تھے معرکہ کربلا میں شہید ہوئے مورخین نے عمر اور دوسرے کوائف نہیں لکھے۔

۱۲۶۔ قاسمؓ بن محمد بن جعفر

بعض مورخین نے حضرت قاسم ابن امام حسنؑ کے بجائے ام کلثوم بنت سیدہ زینبؑ کا نکاح ان سے کربلا میں واقع ہونا بیان کیا ہے یہ اولادِ عقیل کے بعد شہید ہوئے۔

۱۲۷۔ عبداللہؓ بن سفیان بن حارث

حافظ ابن حجر نے ان کو رسول اللہ کا صحابی شمار کیا ہے یہ سفیان بن حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے تھے یعنی رسول اللہ کے چچا زاد بھائی کی اولاد تھے۔ حارث کی اولاد میں یہ پہلے شخص ہیں جو حضرت امام حسینؑ کے شریکِ سفر ہوئے اور شہادت پائی۔

۱۲۸۔ عبداللہؓ بن امام حسن

یہ اپنے بھائی قاسم سے عمر میں بڑے تھے مورخین نے ان کے نام کے ساتھ عبداللہ اکبر کا اضافہ اس لئے کیا ہے کہ عبداللہ اصغر بن امام حسن امام حسینؑ کی شہادت کے بعد شہید ہوئے تھے شناخت کیلئے اکبر و اصغر کی تخصیص کی گئی ہے۔

۱۲۹۔ ابوبکرؓ بن حسن

ابن شہر آشوب نے طبری کے حوالہ سے ان کی شہادت بیان کی ہے یہ قاسم ابن حسنؑ کے ہم عمر تھے۔

۱۴۰۔ احمدؓ بن حسن

تنقیح المقال کے مطابق ان کی والدہ ام بشر مسعود انصاریہ تھیں، احمد بن حسن کی عمر سولہ سال تھی یہ اپنی دو بہنوں کے ہمراہ مدینہ سے امام حسینؑ کے ساتھ آئے اور شہادت پائی

۱۴۱۔ بشرؓ بن حسن

علامہ محسن شامی کی تحقیق کے مطابق امام حسنؑ کے اس نام کے صاحبزادے کی بھی شہادت وقوع پذیر ہوئی۔

۱۴۲۔ ابوبکرؓ بن علی

یہ لیلیٰ بنت مسعود نہشلی کے بطن سے تھے بعض کہتے ہیں لیلےٰ بنت مسعود کے بطن سے تھے ان کی شہادت کربلا میں ہوئی۔

۱۴۳۔ عمر بن علیؓ

ان کی والدہ صہبا بنت عباد تھیں آپ حضرت علیؓ کے فرزند تھے اور حضرت رقیہ زوجہ حضرت مسلم بن عقیل جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ بعض مورخ انکی شہادت کربلا درست تسلیم نہیں کرتے بعض کے نزدیک درست ہے

۱۴۴۔ عونؓ بن علی

ان کی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں جو حضرت جعفر کی بیوہ تھیں ان سے جعفر کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نکاح کیا محمد بن ابی بکر ان ہی کے بطن سے تھے جو ماں کی طرف سے عون بن علی کے حقیقی بھائی تھے حضرت ابوبکر صدیق کی وفات پر ان سے حضرت علیؓ نے نکاح کیا تھا مورخین نے انکی عمر کے بارے میں کچھ نہیں لکھا یہ کربلا میں شہید ہوتے۔

۱۴۵۔ ابراہیمؓ بن علی

ابن شہر آشوب نے شہدائے کربلا بنو ہاشم میں ان کا نام لکھا ہے اور کسی مورخ نے ذکر نہیں کیا۔

۱۴۶۔ عبیداللہ رضؓ بن علی

ان کی والدہ لیلےٰ بنت مسعود تمیمی تھیں۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ ابو بکر بن علی کو ہی عبیداللہ کہا جاتا تھا۔ ایک مورخ کی تحقیق کے مطابق عبیداللہ مصعب بن زبیر کے عہد میں جاں بحق ہوئے تھے تاہم اکثر مورخین نے ان کو شہدائے کربلا میں شامل کیا ہے۔

۱۴۷۔ عبداللہ رضؓ بن علی

یہ حضرت ابوالفضل عباس کے حقیقی بھائی، ام البنین کے بطن سے تھے ان کے لئے شمر نے ابن زیاد سے امان نامہ حاصل کیا تھا اس خاتون سے حضرت علیؓ کے چار فرزند عباسؓ، عبداللہؓ، عثمانؓ، جعفرؓ پیدا ہوئے ان میں حضرت عباسؓ جو علمبردار مشہور ہیں سب سے بڑے تھے۔ شمر ذی الجوشن اور ام البنین رشتہ میں قریبی بھائی بہن تھے شہادت کے وقت ان کی عمر پچیس سال تھی۔

۱۴۸۔ عثمانؓ بن علی

یہ حضرت عباسؓ کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کی عمر ۲۳ سال تھی جبکہ شہادت پائی بڑی بہادری سے مقابلہ کیا شامی سپاہ نے ان کو گھیر لیا اور قتل کر دیا ان کا کٹا ہوا سر خیام حسین کی طرف پھینک دیا گیا۔

۱۴۹۔ جعفرؓ بن علی

یہ بھی حضرت عباسؓ کے حقیقی بھائی تھے انکی عمر ۲۱ سال تھی۔ طبری نے ان کی بہادری کا ذکر کیا ہے۔

۱۵۰۔ عباسؓ بن علی

اپنے تین بھائیوں کی شہادت کے بعد میدان محاربہ میں آئے ان کا کردار معرکۂ کربلا میں سب سے منفرد ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے خواہش ظاہر کی کہ وہ

کسی بہادر قبیلہ کی عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ جناب عقیلؓ نے ام البنین بنت حزام کلابی کا نام تجویز کیا کیونکہ وہ بہادر قبیلہ سے تھیں حضرت علیؓ نے ان سے نکاح کیا۔ حضرت عباسؓ کی ولادت ۲۶ھ میں حضرت عثمان غنی کے عہد خلافت میں ہوئی چودہ سال والد کی شفقت میں رہے جنگ صفین کے موقعہ پر فوجیوں کو کم سنی کے باوجود پانی پلانے کی خدمت انجام دی۔ امام حسینؓ سے بڑی محبت رکھتے تھے کربلا میں ان کی شخصیت پوری طرح نکھری۔ ابن سعد اور شمر سے ان کی گفتگو ہی ان کی ذہانت کا پتہ دیتی ہے پہلی بار سات محرم کو فرات سے پانی بھر کر لائے۔ ۵۰۰ افراد کا تنہا مقابلہ کیا۔ دوسری بار دسویں محرم کو دوپہر کے بعد پانی لانے گئے بہادری سے دشمن کی یلغار کو روکا ہاتھ قطع ہو گئے لیکن پانی کا مشکیزہ دانتوں سے پکڑ لیا مزار بھی اسی جگہ موجود ہے۔

۱۵۱۔ عبداللہ بن حسین

یہ حضرت امام حسینؓ کا شیر خوار فرزند ۱۶ رجب ۶۰ھ میں پیدا ہوا۔ مدینہ سے روانگی کے وقت اس کی عمر صرف بارہ روز تھی اور کربلا میں شہادت کے وقت ۵ ماہ ۲۰ دن تھی یہ فرزند ام رباب کے بطن سے تھے۔ جناب سکینہ کے حقیقی بھائی! ...... حضرت امام حسینؓ جب خود میدان میں جانے لگے تو خیمہ کے باہر کھڑے ہو کر آواز دی کہ عبداللہ کو لاؤ میں اسے پیار کر لوں چنانچہ عبداللہ

لائے گئے کہ اس اثنا میں ایک تیر ان کی پیشانی میں آکر لگا۔ شیر خوار عبداللہ تڑپ کر جاں بحق ہو گئے۔

۱۵۲۔ علی اصغر

بعض مورخین کا بیان ہے کہ علی اصغر کا نام ہی عبداللہ تھا اور وہ ہی شیر خوار تھے لیکن کچھ مورخ دونوں کو علیحدہ علیحدہ وجود قرار دیتے ہیں علی اصغر کی عمر سوا سال سے کچھ اوپر تھی شدت پیاس سے تڑپ رہے تھے امام حسینؑ ان کو باہر لائے اور شامی سپاہ سے کہا کہ بچوں سے تمہیں کیا دشمنی ہے کہ ان کے لئے بھی پانی نہیں ملتا حرملہ نے تیر کھینچ کر مارا جو علی اصغر کے حلق میں لگا یہ بچہ جاں بحق ہو گیا تو امام حسینؑ نے گڑھا کھود کر دفن کیا۔

۱۵۳۔ ابراہیم بن حسینؑ

ابن شہر آشوب اور علامہ سید محسن نے امام حسینؑ کے اس فرزند کی شہادت بھی کربلا میں ذکر کی ہے اور کسی مورخ نے اس نام کا تذکرہ نہیں کیا۔

۱۵۴۔ محمد بن حسینؑ

ابن شہر آشوب نے ان کا ذکر فہرست شہدائے کربلا میں کیا ہے یہ حضرت ام رباب کے بطن سے تھے اور کم سن تھے

۱۵۵۔ حمزہ بن حسینؑ

امام حسینؑ کے اس فرزند کی شہادت بھی کم سنی میں ہوئی مورخین نے ان کی والدہ کا نام بیان نہیں کیا۔

۱۵۶۔ جعفر بن حسینؑ

امام حسینؑ کے اس صاحبزادے کی شہادت بھی ابن شہر آشوب کے بیان کے مطابق کربلا میں ہوئی۔

۱۶۰۔ عمر بن حسینؑ

اس نام کے فرزند کا تذکرہ فہرست شہدائے کربلا میں ہے۔ ابن شہر آشوب کے بیان کے مطابق اسکی شہادت کربلا میں ہوئی

۱۵۸۔ زید بن حسینؓ
صرف ابن شہر آشوب نے فہرست شہدا میں ان کا ذکر کیا ہے اور کسی مورخ نے کچھ نہیں لکھا۔

۱۵۹۔ عبداللہ بن حسنؓ
امام حسنؓ کے صاحبزادے رملہ بنت شبیب یا رباب کے بطن سے تھے۔ مورخین نے ان کی شہادت کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ جب امام حسینؓ پر لشکر شامی نے حملہ کیا تو یہ بچہ بیتاب ہو کر اپنے چچا کی امداد کو پہنچا لیکن تیروں کا نشانہ بن گیا۔ بعض مورخین نے اس بچہ کا نام بشر اور عمرو بھی بتایا ہے۔

شہدائے کربلا کے بقیہ نام

بعض کتب تواریخ میں شہدائے کربلا کی فہرست میں ان چھتیس بزرگوں کے ناموں کا تذکرہ بھی ملتا ہے مگر ان کے مزید کوائف مجھے نہیں ملے اس لئے ان کا تذکرہ ایک ہی جگہ کر رہا ہوں ان کی توثیق و تصدیق بھی نہیں ہو سکی (ب)

۱۶۰۔ ابراہیمؓ بن حسین اسدی ۱۶۱۔ ابو دجانہؓ ۱۶۲۔ ابو عمارہؓ ۱۶۳۔ اشعثؓ بن سعد ۱۶۴۔ انسؓ بن کابل اسدی ۱۶۵۔ بدرؓ بن معقل جعفی ۱۶۶۔ جریحؓ بن ابی حمید نہمی ۱۶۷ جویرؓ بن مالک ۱۶۸ حطیمہؓ بن دعاد ۶۹۔ حماد بن انس ۱۷۰ حبشیؓ بن قیس تیمی ۱۷۱۔ رافع غلام مسلم ازدی ۱۷۲ زاہر غلام عمرو بن الحمق (یہ شخص قاتلین عثمان غنی میں شامل تھا) ۱۷۳۔ زیادؓ بن مہاجر کندی ۱۷۴ زیادؓ بن شعیان ۱۷۵ سعدؓ غلام حضرت علی ۱۷۶ عبداللہؓ بن عمر ۱۷۷۔ عبداللہ بن یزید ۱۷۸۔ عبد الاعلیٰؓ یزید عبسی ۱۷۹۔ عبید اللہؓ بن عبداللہ ۱۸۰۔ عمروؓ بن احدوس ۱۸۱ عمرؓ بن قاب ۱۸۲ عمر بن شبعہ ۱۸۳ فضلؓ بن علی ۱۸۴ قاسمؓ بن عباس ۱۸۵ قاسمؓ بن جبیب ازدی ۱۸۶ قاب بن امیر ۱۸۷ قیسؓ بن ربیع ۱۸۸ مالک بن اود ۱۸۹ محمدؓ بن انس بن ابو دجانہ ۱۹۰ محمدؓ بن مقداد ۱۹۱ مرثدؓ ۱۹۲ وقاصؓ بن مالک ۱۹۳ ہاشمؓ بن عتبہ

۱۹۴- جبال بن حباب ۱۹۵- رینس ابن صباح

۱۹۶- امام الشہدا سیدنا حسینؓ ابن علی

تمام رفقاء انصار، اولاد شہید ہو چکی تو سیدنا حسینؓ بن علی خود میدان میں اترے

چاروں طرف عزیزوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں سر صلیبۂ تر بہ علیہ۔ خون انسانی ریت کے ذرول پر فرش کی طرح بچھا ہوا تھا لشکر یزید نے اسلام کے اس عظیم ہستی پر حملہ کر دیا اور سر مبارک کاٹ لیا حسینؓ بن علی کے جسم پر نیزوں کے ۳۴ اور تلوار کے ۴۳ زخم تھے یزیدی فوج نے شہداء کے جسموں پر گھوڑے دوڑا دیئے جس سے ان کے مبارک جسموں کی ہڈیاں تک ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئیں

"ذرا اس وقت کا تصور کیجئے اور سوچئے کہ یہ المیہ کس سے انسانیت کے لئے قابل برداشت ہو سکتا ہے جسے مرنے والوں اور انکے رفقا نے خندہ پیشانی سے قبول کیا ہے"

مولانا کا تاثر

معرکۂ حق و باطل ختم ہوا۔ کربلا میں ہو کا عالم تھا ایک طرف یزیدی سپاہ فتح و نصرت کی خوشی میں مغرور تھی تو دوسری طرف خاندان علی کے بچے اور خواتین بے چارگی کے عالم میں ڈوبے ہوئے تھے رات آئی تو خیام حسینی میں زیر پناہ بچوں اور خواتین کی خبر گیری کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ دوسرے روز عمر بن سعد نے اپنے مقتولوں کی شناخت کرائی اور ان کی لاشیں جمع کر کے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور گڑھا کھود کر تمام لاشوں کو ایک ہی جگہ دفن کیا۔

امام حسینؓ ابن علی کے طرفداروں کی لاشیں یونہی پڑی رہیں نہ کسی نے ان کا جنازہ پڑھا اور نہ ہی دفن کیا۔

تیسرے روز قبیلہ بنو اسد غاضریہ کے لوگوں نے امام حسینؓ کے شہیدوں کی لاشیں جمع کر کے نماز جنازہ پڑھی اور گڑھا کھود کر دفن کیا۔

امام شافعیؒ

آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں

وَمَا نَفَی نَوْمِی شَیْبُ لِحیٰ || تَصَارِیفُ اَیَّامٍ لَہُنَّ خَطِیبُ

جس چیز نے میری نیند اڑا دی اور میری لٹوں کو سفید کر دیا وہ زمانہ کی شدید ترین گردشیں اور مصیبتیں ہیں۔

تَاَوَّبَ ہَمِّی اَلْفُؤَادُ کَئِیبُ || وَاَرَّقَ عَیْنِی وَالرُّقَادُ غَرِیبُ

میرا غم پلٹ آیا اور میرا دل محزون ہے اور میری آنکھوں کی نیند اڑ گئی اور اس غم سے بیحال ہوں۔

تَزَلْزَلَتِ الدُّنْیَا لِآلِ مُحَمَّدٍ || وَکَادَتْ لَہُمْ صُمُّ الْجِبَالِ تَذُوبُ

دنیا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبتوں سے ہل گئی اور پہاڑ اس غم میں قریب ہیں کہ پگھل جائیں

وَمَنْ مُبْلِغٌ عَنِّی الْحُسَیْنَ رِسَالَۃً || وَاِنْ کَرِہَتْہَا اَنْفُسٌ وَقُلُوبُ

حسینؓ کی خدمت میں میری طرف سے کوئی پیغام پہنچا دے اگرچہ یہ پیغام اکثر دلوں کو برا معلوم ہوگا۔

قَتِیلٌ بِلَا جُرْمٍ کَاَنَّ قَمِیصَہٗ || صَبِیغٌ بِدَمٍ کَارْجُوَانٍ خَضِیبُ

وہ حسینؓ جو بلا جرم قتل کیے گئے اور کرتہ ان کے خون کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔

نُصَلِّی عَلَی الْمُخْتَارِ مِنْ آلِ ہَاشِمٍ || وَنُؤْذِی بَنِیہِ اِنَّ ذَالَ عَجِیبُ

یہ بات عجیب ہے کہ ہم مسلمان رسول صلعم پر درود بھیجتے ہیں اور ان کی اولاد کو ایذا پہنچاتے ہیں۔

لَئِنْ کَانَ ذَنْبِی حُبَّ آلِ مُحَمَّدٍ || فَذَالِکَ ذَنْبٌ لَسْتُ عَنْہُ اَتُوبُ

اگر اہلبیت رسول صلعم کی محبت گناہ ہے تو یہ وہ گناہ ہے جس سے میں کبھی توبہ نہیں کر سکتا۔

ہُمْ شُفَعَائِی یَوْمَ حَشْرِی وَمَوْقِفِی || وَبُغْضُہُمْ لِلشَّافِعِی ذُنُوبُ

آل رسول صلعم حشر کے روز ہماری شفاعت کرنے والے ہیں اور ان کا بغض شافعی کے نزدیک گناہ ہے

کوفہ کو روانگی

ابن سعد نے واقعہ کے دوسرے روز بعد دوپہر قافلہ کو روانگی کا حکم دیا اہل بیت کے اس لٹے ہوئے بے سرو سامان کارواں میں سید زین العابدینؑ۔ امام محمد باقرؑ۔ فاطمہ بنت امام حسن لیلیٰ زوجہ امام حسین۔ سکینہ بنت امام حسینؑ۔ ام اسحاق۔ فاطمہ بنت امام حسین۔ رقیہ بنت علی المرتضیٰ۔ ام کلثوم بنت علی۔ حمیدہ بنت مسلم۔ فاطمہ بنت حزام زوجہ علی مرتضیٰ۔ جینیہ۔ نگہبیہ۔ بحریہ وغیرہ قریباً اٹھارہ نفوس شامل تھے۔ ستم ظریفی زمانہ دیکھئے کہ خاندان علی کی بیٹیاں جن کے چہرے چاند سورج بھی دیکھنے سے شرماتے تھے بغیر حجاب کے بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کرائی گئیں اور رات کے وقت کوفہ شہر میں اس طرح داخل ہوئیں کہ آگے آگے ۹۶ شہداء کے کٹے ہوئے سر تھے۔ یہ جلوس جا رہا تھا اس شہر میں جہاں ان کے والد کا پایۂ تخت تھا۔ آل علی کی شہزادیاں اسیر تھیں چونکہ رات ہو چکی تھی اس لئے قافلہ کے اصحاب کو ابن زیاد کے پاس پہنچایا نہ گیا۔ دوسرے روز اسیران اہلبیت ابن زیاد کے پاس "دربار میں" لائے گئے ابن زیاد نے شہداء کے سر دیکھ کر فخر کا اظہار کیا اور حسینؑ بن علی کے ہونٹوں پر چھڑی ماری جس پر حضور کے صحابی زید بن ارقم نے اس پر تبرا کیا اور کہا بدبخت ان ہونٹوں کی توہین کرتا ہے جن کے بوسے حضور لیتے تھے لیکن ابن زیاد ان حرکتوں سے باز نہ آیا اور حضور کے اس معمر صحابی کو ڈانٹ دیا ابن زیاد کے دربار میں حضرت سیدہ زینب اور سید الساجدین نے تقریریں کیں۔ بعد میں ابن زیاد مسجد میں آیا اور اپنی فتح کا اظہار کرنے کے لئے بنو ہاشم اور خاندان علی کو گالیاں دیں جس سے عبداللہ بن عفیف ضبط نہ کر سکے اور انہوں نے بھری مسجد میں کھڑے ہو کر کہا اے ابن سمیہ کے بیٹے اس وقتی فتح پر مغرور نہ ہو اس وقت سے ڈرو جب تم خدا کے حضور کے سامنے حاضر ہو گے اور تمہارے دامن پر خانوادہ نبوت کے فرزندوں کے خون

کے چھینٹے عترت خداوندی کو جوش دلا رہے ہوں گے۔ ابن زیاد نے اسی وقت ان کی گرفتاری کا حکم دیا اور جامعہ مسجد کے صحن میں ہی پھانسی دے کر شہید کر دیا۔

اسیران اہلبیت کی روانگی دمشق

ابن زیاد نے سید زین العابدین کو پابہ زنجیر کر دیا اور دیگر افراد اہلبیت کو بھی اس طرح دمشق روانہ کیا کہ ان خواتین کو سر ڈھانکنے کا کپڑا بھی میسر نہ تھا نبوت کی یہ بیٹیاں جن کے چہروں کو چاند سورج بھی دیکھنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے شام و موصل کے بازاروں میں بے پردہ پھرائی گئیں۔ ابن زیاد نے قافلہ کے محافظین کو ہدایت کی تھی کہ قافلہ کو بڑے بڑے شہروں سے دمشق پہنچایا جائے حالانکہ کوفہ سے دمشق صحرائی راستہ سے صرف آٹھ سو میل تھا چونکہ اس مختصر سے راستہ میں بڑے بڑے شہر نہیں تھے اور نہ ہی تشہیر ممکن تھی اس لئے قافلہ کو ایرانی سرحد کی طرف لے جایا گیا کوفہ سے واپسی پر جان بوجھ کر کربلا لائے تاکہ وہ اس سرزمین پر خون ناحق کے دھبے دیکھ سکیں پھر کربلا سے بابل۔ تکریت۔ نینوٰی۔ موصل۔ حلب۔ قنسرین۔ حمار۔ حمص کے شہروں سے گزر کر دمشق پہنچے اس طرح یہ فاصلہ چودہ سو میل کا طے کیا تاکہ سفر کی اذیت اسیران کربلا کو مزید پریشان کرے دمشق کی راہ میں اونٹوں کو اس طرح بھگایا گیا کہ امام حسینؓ کی ایک بیوی کا حمل ساقط ہو کر بچہ پیدا ہوا جسے اہل قافلہ نے جوشن پہاڑ کی گھاٹی میں دفن کیا جہاں آج بھی قبر پر کتبہ موجود ہے جب قافلہ دمشق کے دروازہ پر پہنچا تو قافلہ کا محافظ زحر بن قیس آگے بڑھا اور امام حسینؓ کا سر نیزہ پر بلند کر کے دربار یزید میں داخل ہو کر اسے مبارک باد پیش کی اور امام حسینؓ کا سر سامنے رکھ کر واقعات کوفہ و کربلا بیان کئے بعض مورخین کا بیان ہے کہ یزید نے زحر بن قیس کی باتیں سن کر اسے جھڑک دیا اور اس کی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دی لیکن اکثر نے بتایا کہ یزید نے تمام تفصیلات سننے کے بعد اطمینان کا اظہار کیا اور اسیران اہلبیت کو اپنے محل میں رکھا۔ ابن زیاد کی طرف سے کی گئی سختیوں پر معافی مانگی اور ان سے چھینے ہوئے سامان کے بدلے میں سامان فراہم کیا اور نعمان بن بشیر کی محافظت میں ان کو مدینہ کے لئے روانہ کیا۔ یہ قافلہ ۶۱ھ

ماہ صفر میں کربلا پہنچا اور کچھ دن قیام کے بعد مدینہ وارد ہوا جب یہ لٹا پٹا قافلہ مدینہ پہنچا تو کہرام مچ گیا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ۶۱ھ

اموی خاندان میں یعنی وہ شاخ جس سے حکم بن العاص (مروان کے والد) تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی ایسی شخصیت کے حامل تھے جن میں وہ تمام خصوصیات موجود تھیں جو ایک خلیفہ راشد کے لئے مخصوص ہیں ان کا عہد حکومت حضرت فاروق اعظم اور علی مرتضیٰ کے عہد حکومت کے مشابہ تھا اور انہوں نے نظم ونسق مملکت میں جس تیزی اور صلاحیت کے ساتھ اصلاحات نافذ کیں بلاشبہ ان کا عہد خلافت راشدہ کا دور ثانی قرار دیا گیا۔

ان کی ولادت کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف رائے ہے بعض ان کی ولادت ۶۱ھ اور بعض ۶۳ھ بتاتے ہیں اسی طرح بعض نے جائے پیدائش مدینہ اور کچھ نے قصبہ حلوان مصر بتائی ہے۔ امام نووی کے حوالہ سے امام بخاری نے ۶۱ھ کو سنہ ولادت اور مقام ولادت مدینہ طیبہ تحریر کیا ہے اور میری تحقیق بھی یہی ہے۔

دو خاندانوں کا ملاپ

مورخین نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی منفرد شخصیت اور خاندان بنو امیہ کے دیگر افراد سے عملی طور پر تضاد کی یہ وجہ بتائی ہے کہ ان کی والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور ان کے اولوالعزم ہونے کی یہی وجہ ہے۔

سیدنا فاروق اعظم کے ایک صاحبزادے عاصم کا نکاح بنی ہلال کی ایک عورت سے ہوا تھا اس کا مشورہ بھی فاروق اعظم نے دیا تھا امام نووی نے اس عورت کا نام لیلیٰ [illegible] بن [illegible] تحریر کیا ابن عساکر نے "ختمہ" تحریر کیا ہے زیادہ شواہد "لیلیٰ" کے حق میں ہیں لیلیٰ کے بطن سے عاصم کی ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نکاح عبدالعزیز بن مروان سے ہوا جو مروان کے عہد میں مصر کے گورنر تھے اور عبدالعزیز کے ہاں حضرت فاروق اعظم کی پوتی کے بطن سے حضرت عمر پیدا ہوئے ان کی تعلیم وتربیت حضرت عبداللہ بن عمر کی نگرانی میں ہوئی ان ہی کی صحبت اور

فیض کا اثر تھا کہ ان کی شخصیت نے تاریخ اسلام میں اپنا منفرد مقام حاصل کیا حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان ۔ عبدالملک ۔ سلیمان اور ولید کے بعد ۹۹ھ میں خلیفہ چنے گئے صرف دو سال دو ماہ حکومت کرنے کے بعد ۳۹ سال کی عمر میں انتقال کیا ان کو حجاج بن یوسف سے سخت نفرت تھی ۔ مشہور واقعہ ہے کہ حجاج ایک سال امیر حج مقرر ہوا تو آپ نے اس کی مارت منسوخ کرادی اپنے زمانہ میں ان تمام سرکاری ملازمین کو ہٹادیا جو حجاج کے دست و بازو بنے ہوئے تھے یہاں تک کہ جس روز حجاج کی وفات ہوئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ ایک ظالم انسان سے دنیا خالی ہو گئی ۔

مدینہ طیبہ پر حملہ

واقعہ کربلا کے بعد ۶۲ھ میں مدینہ کے گورنر عثمان بن محمد بن ابی سفیان مقرر ہوئے مگر اہل مدینہ نے اس کی اطاعت سے انکار کر کے انصار نے عبداللہ بن حنظلہ کو اور مہاجرین نے عبداللہ بن مطیع کو سربراہ مدینہ مقرر کر دیا انہوں نے عثمان حاکم مدینہ اور مروان بن حکم کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا ۔ یزید کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو اس نے مدینہ پر فوج کشی کا حکم دے دیا اور اس کے لئے عمر بن سعد کو افسر مقرر کیا اس نے معذوری ظاہر کی اور کہا میرے انجام کے لئے امام حسینؓ کا قتل کیا تھوڑا ہے ۔ عبیداللہ بن زیاد سے کہا تو اس نے بھی انکار کر دیا مجبور ہو کر یزید نے مسلم بن عقبہ کو قیادت سپرد کی اور ۱۲ ہزار سپاہی مدینہ روانہ کئے ساتھ ہی حصین بن نمیر کو مشورہ کے لئے بھیجا اور ہدایت کی کہ اہل مدینہ کو پہلے اطاعت پر مجبور کرو اور جنگ میں کامیابی کے بعد تین روز تک قتل عام کرنا تاکہ اہل مدینہ کو آئندہ اس قسم کا حوصلہ نہ پڑے

مدینہ طیبہ کی بے حرمتی

مسلم بن عقبہ نے اپنی فوج مدینہ کے گرد پھیلا دی اور اہل مدینہ کو اطاعت پر مجبور کرنا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا اس پر مسلم نے مدینہ پر اس شدت سے حملہ کیا کہ اہل مدینہ پسپا ہو گئے تین دن اور تین رات قتل عام جاری رہا ۔ پندرہ ہزار مرد ۔ عورتیں اور معصوم بچے قتل ہوئے مسجد نبوی

کے آس پاس لاشوں کے ڈھیر لگ گئے مدینہ کی گلیوں میں انسانی خون بہتا رہا۔

اس حملہ میں چھ سو کے قریب تابعین انتیس صحابۂ رسول اور دیگر شرفائے قریش جن میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے صاحبزادے عبداللہ بھی شامل ہیں لقمۂ اجل ہوئے طبری کی روایت کے مطابق ۲۵-۲۶-۲۷ ذوالحجہ ۶۳ھ میں یہ واقعہ ہوا۔ تاریخ کے اس سانحۂ عظیم کے شب و روز میں اہل مدینہ کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا گیا ان تین راتوں میں یزیدی لشکر نے زنا بالجبر بھی کیا۔ بعض مورخین نے تو یہاں تک لکھا کہ ان دنوں مدینہ کی کم و بیش ایک ہزار عورتوں سے زنا بالجبر کیا گیا بنو ہاشم خاندان میں سے امام زین العابدین نے کوئی حصہ نہیں لیا محمد بن حنفیہ شامل ہوئے اور ان کا ایک بیٹا شہید ہوا۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

• حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ جو شخص مدینہ والوں کے ساتھ برائی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ میں سیسہ کی طرح پگھلا دے گا • آپ نے فرمایا کہ جو شخص اہل مدینہ کو خوفزدہ کرے گا ان پر ظلم ڈھائے گا ان کے جان و مال کو تلف کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے قیامت تک لعنت کرتے رہیں گے اور ایسے شخص کے اس گناہ کا کوئی کسی بھی فدیہ سے قبول نہیں ہوگی۔

(بخاری۔ نسائی۔ مسلم۔ مسند احمد حنبل)

انہی متفق علیہ احادیث کی بنا پر حضرت امام احمد حنبلؒ۔ امام ابن جوزیؒ۔ قاضی ابو یعلیؒ علامہ تفتازانیؒ۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے یزید پر لعنت بھیجنے کا حکم دیا ہے امام احمد کے بارے میں ان کے لڑکے عبداللہ نے ان سے یزید پر لعنت بھیجنے کے بارے میں سوال کیا تو امام نے فرمایا "میں کیسے اس شخص پر لعنت نہ بھیجوں جس پر خدا نے لعنت بھیجی" اور ثبوت میں یہ آیت پڑھی۔ "فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدو"

لیکن علمائے احناف کا عقیدہ ہے کہ یزید پر لعنت نہ بھیجی جائے کیونکہ کسی مسلمان پر لعنت بھیجنا روا نہیں ہے یزید نے جو مظالم کئے اس کے لئے وہ خدا کے حضور خود جوابدہ ہوگا۔

حرم مکہ کی توہین

یزید کی بدبخت فوج نے مدینہ کو تباہ و برباد کرنے کے بعد مکہ کا رخ کیا۔ ۲۶ر محرم ۶۴ھ کو حصین بن نمیر نے اہل مکہ سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا لیکن اہل مکہ نے انکار کر دیا اہل حجاز و نجد نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو خلیفہ نامزد کر کے یزید کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا دونوں فریقوں کے درمیان یکم صفر ۶۴ھ کو جنگ کا آغاز ہوا اور ۳ر ربیع الاول تک معرکہ گرم رہا اس دوران کسی شخص کو طواف کعبہ کرنے کی اجازت نہ دی گئی جونہی کوئی شخص حرم میں داخل ہوتا یزیدی لشکر اسے پکڑ لیتا ۴ر ربیع الاول کو حصین بن نمیر نے حرم پر آگ برسانی شروع کر دی جس سے غلاف کعبہ جل گیا بلکہ کعبہ کی کچھ دیواریں بھی جل کر شکستہ ہو کر گر پڑیں لیکن یزیدی سپاہ نے اس کی پرواہ کی اور سنگباری و آتشباری جاری رکھی اس دوران حضرت عبداللہ بن زبیر حرم کے سامنے آئے اور حصین بن نمیر سے کہا۔ بدبخت امیر کے بدبخت غلام، تمہارا گمراہ امیر واصل جہنم ہو چکا ہے اب تو شرم کرو لیکن حصین بن نمیر نے حملہ سے ہاتھ نہ کھینچا اور بدستور سنگباری جاری رکھی۔

یزید کی موت ۶۴ھ

۱۵ر ربیع الاول ۶۴ھ میں یزید بن معاویہ ۳۸ سال کی عمر میں ۳ سال ۶ ماہ حکومت کرنے کے بعد فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا معاویہ حکمران بنا لیکن یہ صرف چالیس روز حکومت کر سکا اور اقتدار سے دستبرداری کا اعلان کر دیا اس نے حکومت سے دستبرداری کے وقت کہا تھا کہ میرے باپ نے جو عمل کیا اس کی وجہ سے مجھے مسلمانوں کے سامنے آتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے میں خلافت کو امت کی امانت سمجھتے ہوئے اسے دوبارہ امت کے حوالہ کرتا ہوں وہ جسے چاہیں خلیفہ بنائیں۔

چنانچہ معاویہ بن یزید اس روز کے بعد محل سے باہر نہیں نکلا اس کا جنازہ ہی باہر آیا۔ صرف اکیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

یزید کی قبر

دمشق میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح کی تعمیر شدہ مسجد سے قبرستان کی طرف جو سڑک جاتی ہے اس کے کنارے یزید بن معاویہ کی قبر ہے جو قبر نہیں اینٹوں کا اونچا سا ڈھیر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ قبرستان کی طرف جاتے ہیں وہ آتے جاتے وقت پتھر یا اینٹیں پھینکنا ثواب سمجھتے ہیں جون ۱۹۵۶ء تک یہی عالم تھا آج کل کے بارے میں علم نہیں۔

مروان کی کامیابی

یزید بن معاویہ کی موت کے بعد اس کا بیٹا معاویہ برسر اقتدار آیا لیکن جلد ہی حکومت سے دستبردار ہو گیا ایک روایت کے مطابق دو ماہ یا پانچ ماہ بعد اس کی موت واقع ہو گئی اس وقت یزید کا ایک اور لڑکا ۸ سالہ خالد باقی تھا چونکہ یہ کمسن تھا مروان نے یزید کی بیوہ اور خالد کی والدہ سے مراسم پیدا کئے اور اس سے نکاح کر لیا۔ نکاح میں شرط اول یہ تھی کہ جب خالد جوان ہو گا تو مروان اس کے حق میں دستبردار ہو جائے گا اس شرط کے ساتھ حکومت اموی خاندان کی ایک شاخ جس سے یزید و معاویہ تھے منتقل ہو کر دوسری شاخ میں آگئی ۴ ذیقعدہ ۶۴ھ مطابق ۱۱ اپریل ۶۸۴ء کو مروان بن حکم مختلف حیلوں اور سازشوں کی وجہ سے حکومت پر قابض ہوا اور اپنی طبیعت کے مطابق خالد بن یزید کو ولی عہدی سے محروم کر کے اپنے بیٹے عبدالملک کی جانشینی کا اعلان کر دیا جس کی وجہ سے خالد کی ماں کو صدمہ ہوا اس نے مروان کو موقع پا کر اس طرح قتل کیا کہ جب وہ محل میں سویا ہوا تھا اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر گلا دبا دیا تاکہ اس کی آواز بھی باہر نہ نکل سکے مروان ۲ رمضان ۶۵ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوا اس کے بعد عبدالملک۔ سلیمان۔ ولید۔ عمر بن عبدالعزیز۔ یزید ثانی۔ مروان۔ ہشام وغیرہ اموی خلیفہ برسر اقتدار آئے۔

عباسی عہد کا آغاز

۱۳۲ھ میں عباسیوں نے امویوں کو سلطنت سے محروم کر دیا عباسی خلافت کا بانی ابوالعباس عبداللہ سفاح بن محمد ۱۰۴ھ میں پیدا ہوا۔

حدیث قسطنطنیہ اور یزید

مجموعہ احادیث میں رسول کریمؐ کا ایک ارشاد مختلف راویوں کے حوالے سے موجود ہے کہ حضور نے فرمایا "جو لوگ قسطنطنیہ کے جہاد میں شریک ہوں گے ان کے لئے جنت کی بشارت ہے" قسطنطنیہ کی مہم حضور کے وصال کے قریباً بیالیس سال بعد روانہ ہوئی ظاہر ہے کہ حدیث کی عبارت میں کسی شخص کا نام نہیں" اب دیکھنا یہ ہے کہ مذکورہ حدیث رسول کی تطبیق کن لوگوں پر ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ یہ معلومات ہمیں صرف تاریخ ہی مہیا کرتی ہے اور مورخین نے اس مہم کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے انہی پر انحصار کرنا پڑے گا بعض مورخین نے اس مہم کے ضمن میں یزید کی شرکت بتائی ہے اور بعض نے ذکر تک نہیں کیا ایسے مورخ جن کو شیعہ کہا جاتا ہے وہ اس کے راوی ہیں کہ یزید اس مہم میں شامل تھا" کیا حدیث کی تصدیق کے لئے کسی مورخ پر اعتبار کیا جا سکتا ہے؟ جبکہ مورخین کی اکثریت بقول یزید پسند تعصب کا شکار تھی اور ان کی پیش کردہ روایات پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تو فرمایئے کہ اس مہم میں یزید کی شرکت کے بارے میں ان کی روایات پر کیوں اعتماد کیا جائے اگر یزید کی شرکت جہاد قسطنطنیہ کے بارے میں یہ تصور کر لیا جائے کہ اکثر مورخین نے اسے درست تسلیم کیا ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نوع کے ہزاروں واقعات۔ جیسے حضرت عمارؓ کی جنگ صفین میں شہادت، خاندان علی پر سب وشتم، امویوں کے مظالم وغیرہ ان کو درست تسلیم کرنے میں کیا امر مانع ہے؟؟

اگر تاریخ محض افسانے کی حیثیت رکھتی ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ یزید کا جہاد قسطنطنیہ میں شرکت کرنا بھی محض ایک افسانہ ہے اور افسانے کی بنیاد پر زبردستی یزید کو جنت میں داخل نہیں کیا جا سکتا اور اگر یہ موقف اختیار کیا جائے کہ جو روایتیں امویوں کے حق میں کی جاتی ہیں وہ درست ہیں اور دوسری غلط تو پھر ایسی تحقیق کو کس منہ سے تحقیق کہا جا سکتا ہے؟

تاریخ اسلام کے خونچکاں واقعات کا

سیاسی جائزہ

اختلاف عقائد کوئی بری چیز نہیں۔ ورنہ ہی ایک مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ وہ قرآن مجید کے واضح فرمان "لا اکراہ فی الدین" کے علی الرغم جبراً اختیار کرے بشرطیکہ توحید و رسالت مابہ النزاع نہ ہوں جو شخص خود کو مسلمانوں کے اندر شمار کرنے کے باوجود توحید و رسالت کی نفی کا باعث بنتا ہے یا اسلام کے دیگر بنیادی احکام (عبادت) سے جن میں احترام آدمیت اور احساس انسانیت کو اہم مقام حاصل ہے روگردانی کرتا ہے قابل محاسبہ ہے ایسے شخص کو تائب نہ ہونے کی صورت میں مسلم سوسائٹی سے خارج کر دینا ضروری ہے جس کا اسلامی معاشرے کو پورا پورا حق ہے جہاں تک فروعی اختلافات کا تعلق ہے اور جس نے ہماری تاریخ پر بھی گہرے اثرات مرتسم کئے ہیں مثلاً دولت کے بارے میں حضرت ابوذرؓ غفاری، حضرت عمارؓ بن یاسر، حضرت علیؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت معاویہؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نقطہ نظر ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ اسی طرح حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے نظام سیاست و جہانبانی میں واضح نظریاتی بعد تھا ائمہ و فقہا کے مابین بعض جزوی اختلافات نے آج بھی ملت اسلامیہ کو کئی فرقوں میں تقسیم کر رکھا ہے ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ہم مختلف ائمہ و فقہا کے اقوال و فرامین پر آنکھیں بند کر کے عمل کرتے ہیں اور ان کی پیدا کردہ حدود و قیود سے اختلاف کفر و شرک کے مترادف سمجھتے ہیں اس طرح ہماری عقیدت فکری و نظری لگاؤ کے ساتھ شخصیت پرستی کی دلدل میں پھنس گئی ہے ہم نے اپنے دین کا مدار بعض شخصیتوں کے گرد قائم کر لیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان شخصیتوں سے وابستہ عقائد و تصورات دین بن گئے ہیں جن کو علیحدہ کرنے کی صورت میں پورا دین ہی مشکوک نظر آتا ہے میری دانست میں یہی شخصیت پرستی فساد امت کا باعث ہے حالانکہ اسلام میں اس کی گنجائش ہوتی تو سب سے پہلے ہادی مرسل کی پرستش

کا حکم نظر آتا۔ ظاہر ہے کہ ہمارے مذہب میں ایسی کوئی شق نہیں ہے البتہ موجودہ دور کے بعض یزید پسند محققین نے شخصیت پرستی کا رخ دوسری طرف پھیرنے کے لئے اکثر تاویلات اور غلط اقتباسات کا سہارا لے کر نئی طرح ڈالی ہے جس سے امت کے مجموعی عقائد کو متاثر کرنا مقصود ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا مطالعہ تاریخ بھی مذہب و مذہبیات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا ہم تاریخ اسلام کا مطالعہ بھی عقائد کی عینک لگا کر کرتے ہیں جس سے مختلف شخصیتوں کے اعمال کا تفاوت ہمارے لئے حیرانی کا سبب بن جاتا ہے حالانکہ تاریخ دین کا جزو نہیں محض ایک سیاسی دستاویز ہے۔ تاریخ کا مقصد واقعات کو ہم آہنگ کرنے اور انہیں ایک سلسلہ میں پرونے کے علاوہ کچھ نہیں" تاریخ کو نہ تو بلند مقام حاصل ہے اور نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسے احادیث کا درجہ مل سکتا ہے دین کے بارے میں ہماری معلومات کا منبع و ماخذ کتاب و سنت ہی ہو سکتے ہیں اگر سیر صحابہ کا مطالعہ مقصود ہو تب بھی کتاب و سنت ہی کو اولیت حاصل رہے گی تاریخ کا درجہ ثانوی ہے جس کی شرعی حیثیت کوئی نہیں

اس میں شک نہیں کہ تاریخ نے قرن اول کے باب میں جن بزرگوں کو ذکر کیا ہے کہیں کہیں ان کے اقوال و اعمال میں نمایاں تضاد ہے لیکن اس میں صحابہ کرام کی نیک نیتی اور عادل ہونے پر کسی قسم کا شبہ قائم کرنا اچھی بات نہیں ہے اور ہمارے لئے ان کی فضیلت علمی پر حرف گیری بھی ہرگز مناسب نہیں ہے کیا اسی طرح حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے باہمی اختلافات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم ان کے یا ان کے ہمنوا صحابہ کے درجہ صحابیت اور فضیلت کو نظر انداز کر سکتے ہیں؟ حضرت علیؓ کی رسول اللہ سے قرابت، دین کے لئے ان کی خدمات اور علمی و روحانی فضائل مسلمہ ہیں حضرت معاویہؓ حضور کے کاتب وحی اور برادر نسبتی تھے ان حقیقتوں سے کس کو انکار کی جرأت ہو سکتی ہے دونوں ہی حضور کے صحابی تھے بس ایک معمولی فرق یہ تھا کہ حضرت

علیؓ عشرہ مبشرہ میں شامل تھے اور حضرت معاویہؓ اس فہرست سے اسی طرح باہر تھے جیسے اور ہزاروں صحابہ کرام! لیکن یہ فرق حضرت معاویہؓ کے مقام صحابیت پر کسی طرح اثر انداز نہیں ہوتا۔ جہاں تک حضرت معاویہؓ کے اسلام قبول کرنے کا مسئلہ ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے اور اس سے بھی انکار ممکن نہیں کہ ان کے والد اور دیگر افراد خاندان نے مکہ میں حضورؐ کو اذیتیں پہنچانے اور ستانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی اور جب دیکھا کہ ان کی مخالفت پیہم کے باوجود ہادیٔ برحق اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے ہیں اور اسلام قبول کرنے کے بجز کوئی چارہ نہیں تو انہوں نے اسلام پر اپنے ایمان کا اعلان کر دیا اور حضور نبی کریمؐ نے جو رحمت اللعالمین بن کر آئے تھے سب کچھ جاننے کے باوجود ان کو مناصب بھی عطا کئے اور اپنے احباب کی صف میں بھی جگہ دی۔ تاہم ان کے قبل از اسلام کردار کو زیر بحث نہیں لانا چاہیئے اسلام لانے کے بعد ان کی سیاسی زندگی کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے مگر بطور محاسبہ یا محاکمہ نہیں۔

میں اس موقعہ پر تاریخ کے بعض واقعات کا ایک مختصر تجزیہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو سراسر میرے ذاتی افکار پر مشتمل ہوگا۔

ہمارے بعض علماء، دین رفتار وقت سے متاثر ہو کر اسلام کے نظام خلافت کو بھی جدید "جمہوریت" سے ہم آہنگ قرار دیتے ہیں اور اس کا نام "اسلامی جمہوریت" تجویز کرتے ہیں جو حقائق کے خلاف ہے اسلام کا مغربی طرز کی جمہوریت سے دور کا واسطہ بھی نہیں، اسلام جمہوریت اور ملوکیت کے درمیان ایک متوازن راہ ہے" اسلام نے امیر حکومت کے انتخاب کے لئے سرے سے کوئی طریق کار ہی نہیں دیا بلکہ ایک اصول مقرر کر دیا ہے کہ اپنے سے بہتر شخص کو اپنا امیر چن لیا جائے اس میں کثرت دقلت کا بھی کوئی ذکر نہیں۔ مثال کے طور پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب حضورؐ کے وصال سے دوسرے روز ثقیفہ بنو ساعدہ میں ہوا۔ حضرت عمرؓ نے نام تجویز کیا اور بیعت کر لی۔

جس کے بعد حاضرینِ مجلس نے بھی بیعت کر لی اور وہ خلیفہ منتخب ہو گئے۔ اسی طرح جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وقت رحلت آیا تو آپ نے حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین نامزد کر دیا اور وصیت تحریر کر دی چنانچہ عمرؓ نے نامزدگی کے بعد عام بیعت لی۔ سوم جب حضرت عمرؓ کا وقت رحلت قریب آیا تو انہوں نے چھ اصحاب کو بطور امیدوار نامزد کر دیا اور سات اصحاب کی مشاورتی کمیٹی بنا دی کہ وہ باہمی مشاورت سے ان چھ میں سے کسی ایک کو خلیفہ چن لیں۔ چہارم حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد اہل مدینہ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ چن لیا باقی علاقوں کے مسلمانوں نے بعد میں بیعت کی۔

اب غور کریں کہ حضرت علیؓ کے لئے طریق انتخاب حضرت عثمانؓ کے طریق انتخاب سے مختلف تھا اور حضرت عمرؓ کا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے وعلیٰ ہذا القیاس۔ گویا خلیفہ کے لئے مختلف طریق انتخاب عمل میں آیا تاہم ایک بات چاروں میں مشترک تھی کہ امت نے بلا امتیاز ان کی بیعت و اطاعت کی اور پھر کسی غیر مسلم کو خلیفہ کے انتخاب میں ووٹ کا حق نہیں دیا گیا جبکہ مفتوحہ علاقوں میں غیر مسلم آبادیاں موجود تھیں بلکہ خود مدینہ میں یہودی اور عیسائی قبیلہ کے لوگ آباد تھے اس سے ظاہر ہے کہ اسلام نے اس نوع کی جمہوریت رائج نہیں کی جس کا تصور ہمارے بعض علماء مغربی جمہوریت سے متاثر ہو کر پھیلانے کے لئے کوشاں ہیں اس ضمن میں ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے انتخاب میں حضرت علیؓ شامل مشورہ نہیں ہوئے تھے لیکن بایں ہمہ حضرت علیؓ نے خلیفہ کی مرکزیت توڑنے یا اس سے انحراف کرنے کی کبھی کوشش نہ کی اسی طرح جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کیا حضرت علیؓ نے خواہ ان کو اختلاف تھا یا نہیں، خلافت کی مرکزیت کا ہمیشہ خیال رکھا بلکہ جب مسلمانوں نے حضرت عثمانؓ کو ان کی پالیسی سے اختلاف کرتے ہوئے شہید کر دیا تو حضرت علیؓ نے باغیوں کے سامنے ان کی پوزیشن صاف کر دی اور خلیفہ کی امداد جاری رکھی بلکہ

باغیوں کو مرکزیت قائم رکھنے کی تلقین کی، اس کے برعکس جب حضرت علیؓ خود خلیفہ منتخب ہوئے تو حضور کے بعض صحابہ نے نہ صرف ان کی بیعت سے گریز کیا بلکہ تلوار لے کر میدان میں نکل آئے ان میں طلحہؓ و زبیرؓ جو حضرت علیؓ کی طرح عشرہ مبشرہ میں شامل تھے اور امیر معاویہؓ پیش پیش تھے جس کی وجہ سے جمل میں پندرہ ہزار اور صفین میں ستر ہزار مسلمان لقمۂ اجل ہوئے بعض محققین نے صحابہ کے اس خروج اور حکم عدولی کو حضرت عثمان کے خون کے قصاص پر محمول کیا ہے کیونکہ حضرت علیؓ حضرت عثمان کے قاتلوں کا محاسبہ کرنے میں ناکام رہے تھے اور صحابۂ کرام پر قصاص عثمانؓ کے لئے ان سے نبرد آزما ہونا ضروری ہو گیا تھا اگر یہ دلیل یا مفروضہ تسلیم کر لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب عبیداللہؓ بن عمر نے ہرمزان، فیروز اور ان کے دیگر ساتھیوں کو جن میں دو مسلمان تھے اور ایک غیر مسلم، حضرت عمرؓ کے خون کے بدلہ میں قتل کر دیا تھا تاکہ معاملہ نئے خلیفہ کے روبرو پیش کیا جائے جن کا انتخاب ابھی عمل میں نہ آیا تھا اس وقت یہ جواز کہاں تھا۔

حضرت عثمانؓ نے اس پیچیدہ مقدمہ کے بارے میں حضرت علیؓ سے بھی دریافت کیا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ شرعی نقطۂ نظر سے عبیداللہؓ بن عمر پر خون بہا کی ادائی واجب ہے، لیکن حضرت عثمانؓ نے عبیداللہ بن عمرؓ سے خون بہا طلب نہ کیا بلکہ یہ دلیل اختیار کی کہ حضرت عمرؓ کا خاندان ابھی صدمہ سے دوچار ہے اس لئے ان کو مزید کسی پریشانی میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے اس کے علاوہ خلیفہ رعایا کا والی ہوتا ہے اس طرح حضرت عثمانؓ نے عبیداللہ بن عمر کو قتل عمد معاف کر دیا اور مقتولین کے پس ماندگان کو بیت المال سے نقد خون بہا ادا کر دیا۔ کیا اس مقدمہ میں قصاص کی حد پوری ہو گئی تھی؟ تاریخی طور پر کوئی شہادت ایسی نہیں ملتی جس کے مطابق حضرت عثمانؓ نے خون بہا ادا کرنے کے فیصلہ سے قبل مقتولین کے ورثا کی رضامندی حاصل کی ہو۔ اسلام نے ایسے امور میں دو ہی صورتیں پیش کی ہیں خون کا بدلہ خون یا اگر ورثا مطالبۂ قصاص سے دستبردار ہونے پر تیار ہوں تو خون بہا

کی ادائی ۔ حضرت عثمانؓ نے فیصلے کے نفاذ سے قبل مقتولین کے ورثا کی رائے حاصل نہیں کی
تھی اور نہ بیت المال سے خون بہا کی ادائی درست تھی ۔ بعض صحابہ کرام نے حضرت علیؓ
سمیت اس فیصلہ کی حیثیت کو تسلیم نہ کیا اور خود مقتولین کے وارث اس فیصلہ سے
مطمئن نہ تھے یہی وجہ تھی کہ حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں عبیداللہ بن عمر کو
گرفتار کرنے کا حکم دیا مگر وہ روپوش ہو گئے ۔ چنانچہ جب حضرت عثمانؓ کے خلاف
شورشوں کا سلسلہ جاری ہوا تو یہی لوگ ان میں بڑھ چڑھ کر شامل ہوئے اور اس طرح امت
خلفشار کا شکار ہو گئی ایسی صورت میں حضرت علیؓ کو قصاصِ عثمانؓ سے تغافل کا الزام
دینا مناسب معلوم نہیں ہوتا کیوں کہ حضرت عثمانؓ کے قتل میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں
افراد شریک تھے جبکہ ہرمزان سابق گورنر فارس وغیرہ تین آدمیوں کے قتل میں شخص واحد
ملوث تھا اور واقعہ کی نوعیت بھی زیادہ سنگین تھی اس ضمن میں ایک اور دلیل بھی پیش
کی جاتی ہے کہ حضرت عثمانؓ صحابی اور خلیفہ تھے اس لئے ان کے قصاص کو اولیت
حاصل ہونی چاہئے تھی ۔ معمولی نظر میں یہ دلیل حقیقتاً وزنی ہے مگر اسلام نے قتل اور خون بہا کے
سلسلے میں امیر و غریب یا حاکم و محکوم کی تفریق نہیں کی ۔ اس صورت میں حضرت علیؓ
اور دیگر صحابہ بھی جو حضرت عثمانؓ کے اس فیصلہ سے اختلاف میں تھے خروج کر سکتے تھے
کیونکہ ان کی نظر میں معاملہ شرعی حد کے نفاذ کا تھا لیکن تاریخ شاہد ہے کہ حضرت
علیؓ یا دیگر صحابہ نے حضرت عثمانؓ کے خلاف کبھی کوئی سیاسی اقدام نہ کیا کیونکہ حضرت
عثمانؓ کو اجتہاد کا حق تھا اور ان کا ہر فیصلہ شرعی اعتبارات قابل قبول تھا مگر حضرت معاویہؓ
نے جو شام کے گورنر تھے حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کو خلیفہ برحق تسلیم نہ کیا
اور ان کے حکم معزولی کو رد کر کے بغاوت پر آمادہ ہونا دلالت کرتا ہے کہ ان کے اختلاف
کی نوعیت کچھ اور تھی ۔ تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے حضرت عمرؓ کے فرمان
کی فوری اطاعت کی تھی حضرت معاویہؓ پر بھی لازم تھا کہ وہ بھی خلیفہ وقت کا حکم

مانتے اور پھر خونِ عثمان کی تحریک چلاتے اول تو تحریک کی ضرورت اس وقت ہوتی جب حضرت علیؓ قصاص لینے میں قطعاً ناکام ہو جاتے اور اپنی بے بسی کا اعلان فرما دیتے یہ تحریک ہیئت مرکزیہ میں انتشار پیدا کئے بغیر چند ماہ انتظار کے بعد چلائی جا سکتی تھی اور اگر اس کے باوجود بھی حضرت علیؓ کے ذمہ یہ قصور باقی رہتا تو آخرت میں خدا اور بندے کے درمیان فیصلہ ہو جاتا۔ لہٰذا عصرِ حاضر کے اموی سیاست کے محققین کا یہ فرمان کہ حضرت معاویہؓ نے خروج یا بغاوت نہیں کی تو میں بصد ادب کہوں گا کہ پھر حضرت معاویہؓ کے اس فیصلے اور اس طریق حکم عدولی کو دوسرے معنی پہنا دیجئے اور اگر اس حکم عدولی کو انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہی تصور کرنا ہے تو پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے عہد کی کوئی مثال بھی تائید میں پیش کریں تاکہ معاملہ ایک اصول تک پہنچ سکیں لیکن یقین ہے کہ حضرت علیؓ سے قبل کے بزرگوں کے عہد میں ایسے خروج و بغاوت کی کوئی مثال نہیں ملے گی لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خونِ عثمان کی تحریک کے پس منظر میں کوئی اور بات پوشیدہ تھی ورنہ خونِ عثمان کو سیاسی رنگ دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی اور اگر یہ مسئلہ اٹھانا ہی مقصود تھا تو حضرت عثمانؓ کی زوجہ اور ان کے صاحبزادے حضرت سعید اور صاحبزادی جناب عائشہ بقید حیات تھے ان کی طرف سے تقاضا ہونا چاہیے تھا لیکن تاریخ اس پہلو پر خاموش ہے اگر بات یوں تھی کہ حضرت عثمانؓ کے لواحقین نے ہی حضرت معاویہؓ کے ذریعہ قصاص کا مطالبہ کیا تھا جس سے حضرت علیؓ نے پہلوتہی کی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت معاویہؓ شام کی گورنری سے مستعفی ہو کر قصاص کی تحریک چلاتے تو اسے عوامی کہا جا سکتا تھا مگر وہ تو حضرت عثمانؓ کے گورنر تھے جب حضرت عثمانؓ کا محاصرہ جاری تھا تو ان کو امداد کے لئے پہنچنا چاہئے تھا اس وقت تو مدینہ طیبہ کی طرف چند سپاہی بھیج کر شہادت کے بعد بھی خاموش رہے مگر جب اپنی معزولی کا حکم سنا تو خلیفۂ مظلوم کا قصاص سامنے آ گیا۔ حضرت معاویہؓ شہادت عثمان کے بعد

گروہ نہیں تھے ان کو عہد سے الگ ہو کر تحریک قصاص چلانی چاہیے تھی۔ خلافت کی مرکزیت توڑ کر اپنی حکومت قائم رکھتے ہوئے خلیفہ برحق کے خلاف خروج مسلمہ اصولوں کے خلاف تھا۔ جمل کا واقعہ بھی شرمناک تھا اور صفین میں بھی حضرت معاویہؓ کا کردار ناپسندیدہ تھا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ صفین کے ڈھائی سال بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور حضرت معاویہؓ بلا شرکت غیرے انیس سال تک اقتدار پر فائز رہے انہوں نے اس سلسلہ میں کیا کیا؟

بعض روایات کے مطابق حضرت معاویہؓ نے خلافت کے منصب جلیلہ پر فائز ہو جانے کے بعد قاتلین عثمان کے خلاف کوئی تحریک منظم نہیں کی جبکہ جناب عائشہ بنت عثمان نے مسجد میں دردناک انداز میں حضرت معاویہؓ سے واقعات شہادت عثمان کا ذکر بھی کیا۔ یہ تو ثابت ہے کہ معرکہ صفین تک حضرت علیؓ قاتلان عثمان کا محاسبہ کرنے میں ناکام رہے تھے اور حضرت معاویہؓ کو جنگ لڑنا پڑی تھی کیا وہ مصری، مدنی، مکی اور کوفی جن کی تعداد ایک ہزار سے لے کر دس ہزار تک تھی معرکہ صفین کے بعد تمام کے تمام قتل ہو گئے تھے؟ بلکہ تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ ان میں سے کچھ صفین کے بعد تک زندہ رہے اور بعض مختلف علاقوں کے حاکم بھی بنے رہے بعدازاں ان لوگوں کو حجاج بن یوسف نے اپنے عہد میں قتل کیا۔ صفین کے بعد رجب ۶۰ھ تک کوئی منظم تحریک قاتلان عثمان کے خلاف نہ چلی اور نہ ہی حضرت عثمانؓ کی اولاد کو خون بہا مل سکا" یہ الگ بات ہے کہ خلیفہ مظلوم کے قاتل قدرت کے ہاتھوں دردناک عذاب میں مبتلا ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

موجودہ دور کے محققین نے شاید سلسلہ کے اس پہلو پر توجہ منعطف نہیں کی حالانکہ انہوں نے یزید کو امیرالمومنین لکھنے میں کوئی عار محسوس نہیں کیا بلکہ تاریخ سے چن چن کر ایسے واقعات نکالے ہیں جن سے یزید کی تعریف و تحسین کا پہلو نکلتا ہے یہ الگ بات ہے۔ بعض اوقات اپنے مقصد برآری کے لئے انہوں نے دور از کار تاویلوں کا سہارا

لیا ہے یا پھر سیاق و سباق کو بھی صرف نظر کر دیا ہے۔

یہاں بعض اہم واقعات کے بارے میں امت کے درمیان فکری اختلاف کے حقیقی پس منظر پر بھی روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔ خلافت کے معاملہ میں امت کے دو گروہوں میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے ایک گروہ کا مؤقف یہ ہے کہ خلفائے راشدینؓ انتخاب جس ترتیب سے ہوا وہ قطعی ہے اور کسی بھی شخصیت کو اس کی قطعیت سے انکار نہیں۔ دوسرا گروہ اس کے برعکس موقف کا حامل ہے کہ حضرت علیؓ کو جان بوجھ کر انتخاب خلافت سے دور رکھا گیا ہے حالانکہ وہ خلیفہ بلا فصل تھے۔

میں اس اختلاف کو وجہ بحث نہیں بنانا چاہتا البتہ یہ ضرور عرض کروں گا کہ یہ اختلاف حضرت علیؓ کے دور خلافت میں ہی کھل کر سامنے آگیا تھا۔ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان مخاصمت و چپقلش کی ایک وجہ تو یہی تھی کہ حضرت علیؓ قصاص عثمانؓ میں ناکام رہے تھے دوسری وجہ یہ تھی کہ اموی بزرگ ہاشمیوں کے اقتدار کو برداشت نہ کرتے تھے لیکن ایک تیسری وجہ اور بھی تھی جو میرے خیال میں سب سے اہم ہے اور وہ ہے نظام جہانبانی کے طریق کار میں اختلاف۔

حضرت علیؓ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس حقیقت کا ادراک کیا کہ اسلام عرب و ایران کی حدیں عبور کر چکا ہے اور بیشتر غیر عرب علاقے حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے غیر عربوں کو اپنی فوج اور اپنے دفتر میں اہم عہدوں پر فائز کیا اور اس طرح کاروبار حکومت میں عرب و عجم کی تفریق ختم کر دی لیکن حضرت معاویہؓ اس موقف کے مخالف تھے اور وہ حکومت کو عربوں اور خاص طور پر عرب کے قریشیوں میں محدود رکھنا چاہتے تھے۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی نے مسئلہ کے اس پہلو کا خوب تجزیہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اموی خاندان نے ہی سب سے پہلے عرب نیشنلزم کا نعرہ لگایا اور حکومت و مناصب کو خاص طور پر قریش تک محدود رکھنے کی انتہائی کوشش کی حضرت علیؓ عرب و [illegible]

ہی اور معزز فرد ہونے کے باوجود اسلامی حکومت کو عرب و غیر عرب کی تمیز سے بلند
رکھنا چاہتے تھے دونوں بزرگوں کے نظریات کا ٹکراؤ نسلی و نسبی اختلاف سمیت حضرت
علیؓ اور خاندان بنو ہاشم کے اعزاز دنیاوی کے لئے مضر ثابت ہوا بلکہ چند قدم اور تاریخ
کی طرف چلنے سے اس پس منظر پر مزید روشنی پڑتی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب
خلیفہ ثانی کے عہد میں ایران فتح ہوا۔ ایران کے شاہی خاندان کی شکست اور اس کی [illegible]
دور کا خاتمہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ ایک عظیم خطۂ زمین کی تہذیب اور روایات کا
خاتمہ تھا جسے شکست کھانے کے باوجود اہل ایران فراموش نہ کر سکتے تھے چنانچہ نومسلم
ایرانیوں کے دل و دماغ میں حضرت عمرؓ کے خلاف شکایات نے جنم لیا حضرت عمرؓ کی
شہادت فقط مغیرہ ابن شعبہ کے ایرانی غلام فیروز کی ذاتی رنجش کا نتیجہ نہ تھی بلکہ حقیقت میں
اسی ذہنیت کا پرتو تھا نومسلم ایرانیوں نے باقاعدہ منصوبہ بنا کر اسلام کے اس مدبر
اور منتظم کو شہید کیا تاکہ وہ ان سے ایران کی شکست کا بدلہ لے سکیں اور پھر ان لوگوں
کو یہ بھی گمان تھا کہ حضرت عمرؓ کے بعد شاید مسلمان خلیفہ کی گرفت ایرانی مقبوضات پر
کمزور ہو جائے اور وہ آزاد ہو جائیں لیکن ان کا یہ گمان غلط ثابت ہوا۔ اہل ایران نے بعد
میں متعدد بغاوتیں کیں مگر بے سود و ناکام ثابت ہوئیں جب اہل ایران کو اپنے مقاصد
میں کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے امت میں مستقل اختلاف کی بنیاد ڈال دی جو آج تک قائم ہے
حضرت علیؓ [illegible] اس بات کے حق میں تھے کہ ہر مسلمان حکومت میں برابر کا شریک رہے جبکہ
دوسرے بزرگ اس نظریہ کے مخالف تھے۔

قدرتی طور پر اہل ایران کا جھکاؤ حضرت علیؓ اور ان کے خاندان کی طرف زیادہ رہا
چنانچہ اہل ایران ہی نے مختلف رسومات کو مذہب کے نام پر اختیار کر لیا جن پر
آہستہ آہستہ توہین مذہب کے مترادف سمجھی جاتی ہے اور یہ انتہا پسندی کا رجحان ان ہی
رسومات کا شدید ردعمل ہے۔ اس ضمن میں ایک اور واقعہ جس نے عرب اور غیر عرب

کے امتیاز کو وسیع کیا حضرت عبیداللہؓ بن عمر سے قصاص تھا جس کا ذکر پہلے درج ہو چکا ہے۔

اب میں حضرت عثمانؓ کے انتخاب کے ضمن میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل چھ بزرگوں کو خلافت کا مستحق سمجھ کر ایک کمیٹی بنا دی تھی جو حضرت عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف پر مشتمل تھی یہ تمام اصحاب عشرہ مبشرہ میں شامل تھے اس کمیٹی کے ساتویں رکن حضرت عبداللہ بن عمر تھے جن کو ووٹ دینے کا حق تو تھا مگر خود خلافت کے امیدوار نہ بن سکتے تھے (ہر مورخ نے اس واقعہ کو اسی طرح روایت کیا ہے) ان میں حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف از خود امیدواری سے دستبردار ہو گئے اور موخرالذکر کو اختیار دے دیا کہ وہ حضرت علیؓ و عثمانؓ میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیں۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے مسجد نبوی میں آکر حضرت علیؓ کو مجمع عام کے سامنے بلایا اور پوچھا کہ اگر آپ کو خلیفہ نامزد کر دیا جائے تو کیا آپ کتاب و سنت اور سیرت شیخین کے پابند رہیں گے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ کتاب و سنت کے بعد میں اپنی صوابدید پر عمل کروں گا۔ اس کے بعد یہی سوال حضرت عثمانؓ کے سامنے دہرایا گیا انہوں نے اتباع سیرت شیخین کا اقرار کیا نتیجتاً حضرت عثمانؓ کی نامزدگی کا اعلان کر دیا گیا اور پھر عام بیعت ہوئی۔

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے کمیٹی بناتے وقت کتاب و سنت کے بعد سیرت شیخین کی تقلید کی شرط نہ رکھی تھی اگر وہ اس شرط کو ضروری سمجھتے تو اس کا بھی لازمی اعلان فرماتے۔ دوم یہ کہ حضرت ابوبکرؓ نے بھی ایسی کوئی شرط نہ رکھی تھی جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کی اپنی وصیت میں ہے۔ حضرت عمرؓ بھی ہرگز ایسی شرط نہیں رکھنا چاہتے تھے اور نہ ہی کتاب و سنت کے بعد کسی شخصی عمل کو مشروط کرنا مناسب سمجھتے تھے مگر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف (جو حضرت عثمانؓ کے حقیقی بہنوئی اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے چچازاد بھائی تھے) نے اپنی طرف سے اس شرط کا اضافہ فرما دیا۔

اس جگہ یہ امر قابل غور ہے کہ انہوں نے اس کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ اور اگر ضرورت تھی تو اس کی شرعی حیثیت کیا تھی اور اگر ہر خلیفہ یا امیر کے لئے اس شق کی پابندی لازمی تھی تو بعد کے خلفا و امراء نے اس شرط پر کس حد تک عمل کیا؟ اور اگر عمل نہیں کیا تو ان کے اعمال و افعال کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس شرط کے اضافے سے یہ محسوس ہوتا ہے جیسے کتاب و سنت اور سیرت شیخینؓ دو الگ الگ چیزیں ہوں کیا کوئی مسلمان ایک لمحے کے لئے بھی یہ باور کرنے یا اس کا تصور کرنے کی جسارت کر سکتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا عمل کتاب و سنت کے مطابق نہ تھا؟ یقیناً ایسا سوچنا اور تصور کرنا غلط ہوگا اگر ہم اس کا جواز یوں پیش کریں کہ نئے نئے علاقے حلقہ بگوش اسلام ہو رہے تھے جہاں نئے نئے مسائل پیدا ہوتے تھے یہ شرط ان کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی تھی لیکن ہر دور کے اپنے کچھ تقاضے ہوتے ہیں اور کوئی مسئلہ زمان و مکان اور سیاق و سباق کے بغیر حل نہیں ہو سکتا جو حالات ابوبکرؓ کے سامنے تھے من و عن وہی حالات حضرت عمرؓ کے عہد میں نہ تھے۔ کہ ہر قسم کے تغیر و تبدل جاری رہتے ہیں اسی طرح سیرت شیخینؓ کے اتباع کی شرط عملاً معدوم ہو جاتی ہے پھر کتاب و سنت نے اجتہاد سے کام لینے کا حق تو ہر ہر خلیفہ کو یکساں عطا کیا ہے (بلکہ علمائے امت بھی اجتہاد کی قدرت رکھتے ہیں) تاکہ وہ پیش آمدہ مسائل کو شریعت کے مطابق باسانی حل کر سکیں انفرادی نوعیت کے اجتہادوں میں ظاہر ہے اتنی لچک نہیں ہو سکتی کہ وہ بدلتے ہوئے تقاضوں کا ساتھ دے سکیں۔ مسئلہ کے حل کا حقیقی ماخذ کتاب و سنت ہی ہو سکتا ہے۔ کیا ان حقائق کی موجودگی میں یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تیسری شرط اس لئے ایزاد کی تھی کہ حضرت علیؓ کے لئے یہ شرط قابل قبول نہ ہوگی اور وہ اسے تسلیم نہ کر کے از خود خلافت سے دستبردار ہو جائیں گے اور اس طرح یہ ذمہ داری حضرت عثمانؓ کے سپرد ہو جائے گی۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اسلام کے تصور خلافت میں خلیفہ کسی مقررہ میعاد یا مخصوص مدت

تک کے لئے نہیں چنا جاتا جیسا کہ آج کے علمائے اسلامی جمہوریت کے نام پر امیر یا حاکم تین یا پانچ سال کے لئے چننا چاہتے ہیں یا ہر بالغ کو ووٹ کا حق دینے کے لئے اسلام کا سہارا لیتے ہیں اسلام نے نہ تو ہر بالغ کو خلیفہ کے انتخاب میں رائے دینے کی اجازت دی ہے نہ غیر مسلم کو ووٹ کا حق دیا ہے بلکہ مسلمانوں کا سربراہ فقط وہ شخص ہو سکتا ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو اور اسے صرف وہ لوگ چن سکتے ہیں جو خود تقویٰ کے حامل ہوں خلافت راشدہ نے یہی نمونہ عمل پیش کیا ہے اور اسی کو جملہ مسلمانوں کے لئے حجت قرار دیا جا سکتا ہے (امام ابو حنیفہؒ و دیگر فقہائے امت نے حسنؓ بن علیؓ کی مدت خلافت پر خلافت راشدہ کو محدود کر دیا ہے جو لوگ اس کے بعد امراء و خلفاء کو راشدین میں شمار کرتے ہیں وہ امت کے اجماعی عقائد کی نفی کرتے ہیں)، اس سلسلے میں نئے محققین کا تذکرہ ضروری ہے جو خود کو تابعین و محدثین علماء و فقہا سے افضل اور زیادہ محقق سمجھنے کے وہم میں مبتلا ہو کر احادیث کو افسانے اور تاریخ کو فرضی قصے تصور کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ مورخین نے خاص طور پر طبریؔ نے شیعہ ہونے کی وجہ سے اموی حکمرانوں کو غلط رنگ میں پیش کیا ہے" مگر محققین کرام یہ نہیں سوچتے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی اموی تھے قدیم علماء و مورخین نے ان کی نیک شہرت اور پاک طینت کا برملا اظہار کیا ہے اگر یہ بات نہیں تو ماننا پڑے گا کہ انہوں نے عمر بن عبدالعزیز کی نیک سیرتی کا ذکر غلط کیا وہ ایسے نہیں تھے ! میں ایسی مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں جن سے ان کا انداز فکر متعین ہو سکتا ہے ان محققین نے بعض اموی حکمرانوں کی توصیف و تائید اور غلو کی حد تک فضیلت بیان کرنے میں مسلمان مورخین پر شدید اعتراضات کئے ہیں اور ان کے قلم سے عہد ماضی کا کوئی بڑا مورخ محفوظ نہیں رہ سکا بلکہ انہیں گردن زدنی، شیعہ، رافضی اور غالی ایسے خطابات سے نوازا گیا اس کے برعکس یہی لوگ ان کی مفید مطلب روایات کو سیاق و سباق کے بغیر بطور سند پیش کرتے ہیں اور اگر ان سے بھی تسلی نہ ہو

تو غیر مسلم مورخین اور مستشرقین مثلاً پروفیسر ہٹی سر ولیم میور کی تصانیف سے حسب منشا
اقتباسات لینے اور ان کو سند و فخر کا درجہ دینے سے بھی گریز نہیں کرتے حالانکہ علماکرام
کا فیصلہ ہے کہ اسلامی تاریخ کو بگاڑنے، سیرت صحابہ پر کیچڑ اچھالنے اور حضورؐ نبی کریم
کی ذات اقدس پر بے محابا تنقید کرنے میں غیر مسلم مورخین اور مستشرقین نے اہم رول ادا
کیا ہے۔ حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ یہ محققین اپنے ممدوح کی "عظمت و بزرگی" بمقابلہ
ہاشمی بزرگوں کے ثابت کرنے میں جو لائحہ عمل اور انداز تحریر اختیار کرتے ہیں اس پر بھی قائم
نہیں رہتے، میرے سامنے بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ،
حضرت عمروؓ بن العاص حضورؐ کے صحابی انتہائی زیرک سیاستدان معاملہ فہم بزرگ اور وقت
شناس حاکم تھے حضرت معاویہؓ کے اقتدار کی ڈگمگاتی کشتی کو انہی کی حکمت عملیوں اور
سیاسی منصوبوں نے ساحل مراد تک پہنچایا تھا تاریخ کے اس متفقہ فیصلہ کو اگر سپرد قلم کیا
جائے تو یہ محققین فوراً برافروختہ ہو جاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ حضور کے صحابی پر محض
الزام ہے اس کے برعکس یہی محقق، دوسرے اکابر صحابہ پر نازیبا حملے کرتے ہیں اور ان کی دینی
فضیلت کو داغدار ظاہر کر کے غلط تاثر پیدا کرنے کی جسارت کرتے ہیں تو اس وقت
اپنے ہی طے کردہ اصول کی نفی کرتے ہیں شرم محسوس نہیں کرتے۔ میں اس کی چند مثالیں
پیش کرتا ہوں۔ "خلفائے محمدؐ" مصنف عمر ابو النصر مصری، ترجمہ محمد اسماعیل پانی پتی نے اپنی
اس کتاب میں برملا طور پر حضورؐ کے اکابر صحابہ کے کردار پر مخالفانہ انداز میں تبصرہ کیا ہے۔

و حضرت عمارؓ ابن یاسر کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ شہادت عثمانؓ سے قبل مصر گئے اور
مصر کے باغیوں کے منہ چڑھ کر ان کے ساتھی بن گئے بلکہ یہاں تک کہ مصری باغیوں کے سرغنوں
عبداللہ بن سوداء، خالد بن ملجم، سودان بن حمران وغیرہ نے حضرت عمار کی خوب خاطر مدارات کی اور
اس طرح ان کو بہت پھسلا لیا گیا حضرت عمارؓ مصر میں قتل یا گم ہو گئے، جنگ صفین میں شامل ہی
نہ تھے۔ (ہفوات مودودی خلیفہ محمود عباسی)

• حضرت ابوذر غفاریؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے اہل سرمایہ کے خلاف جو جہاد کیا وہ دراصل یہودی النسل عبداللہ بن سبا کے ہتھے چڑھ گئے تھے اور اسی کے ورغلانے میں آکر حضرت معاویہؓ کے خلاف شام میں اور حضرت عثمانؓ کے خلاف مدینہ میں تقریریں کیں۔ ابن سبا نے اس بزرگ صحابی کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا اور پھر اسی ابن سبا نے حضورؐ کے دوسرے صحابی حضرت ابودرداؓ کو ورغلایا اور ان کو بہلا پھسلا کر حضرت ابوذر غفاریؓ کی تقریروں کی ان سے تائید کروائی (خلفائے محمد ص ۱۱۶)

• زیاد بن سمیہ جیسے شخص کو سیدنا امیر زیاد رضی اللہ تعالیٰ بنا دیا گیا۔

• مروان بن حکم جس کا داخلہ حضورؐ نے مدینہ میں بند کر دیا تھا وہ سیدنا امیرالمومنین بن گیا۔

• عبداللہ بن ابی سرح جسے قتل کر دینے کا حکم حضورؐ نے دیا تھا وہ مصر کا گورنر اور رضی اللہ تعالیٰ بنا دیا گیا۔

• یزید جیسے شخص کو خلیفۃ المسلمین، امیرالمومنین سیدنا رشید ابن رشید قرار دیا گیا جبکہ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے ایک شخص کو محض اس لئے بیس کوڑے لگوائے تھے کہ اس نے ان کے سامنے خوشامد کی خاطر یزید کو امیرالمومنین کہا تھا (تہذیب التہذیب ص ۳۶ ج ۱۱)

• حضرت علیؓ کو باغیوں اور بلوائیوں کا محافظ قرار دے دیا گیا۔

الغرض بزرگ صحابہ پر الزام لگاتے وقت نام و نہاد محققین کو ذرا بھی شرم نہیں آئی کہ وہ عمروؓ بن العاص، معاویہؓ بن ابی سفیان، مغیرہ بن شعبہ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے حضورؐ اور دوسرے مقرب و ممتاز صحابہ پر نشانہ ستم باندھ رہے ہیں کیا عمارؓ یاسر، حضرت ابوذرؓ غفاری، حضرت علیؓ اسلام میں سبقت حاصل کرنے والوں کی فہرست میں شامل نہیں؟ اور کیا عمروؓ بن العاص، معاویہؓ بن ابی سفیان، مغیرہؓ بن شعبہ فتح مکہ سے قبل مشرکین کے دست و بازو نہیں تھے؟ اس بنیادی فرق کی موجودگی میں کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ حضورؐ کے مقرب صحابہ پر الزامات کے طومار باندھے جائیں۔ اموی بزرگوں اور

ان کے ساتھیوں کی بات ہو تو رسول اللہ کی یہ حدیث سنائی جائے کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جو جس کی پیروی کرے گا وہ صحیح راستے پر تصور کیا جائے گا مگر جب حضرت علیؑ، حضرت ابوذرؓ، حضرت عمار بنؓ یاسر کا معاملہ ہو تو محققین کرام اس حدیث کو بھول جاتے ہیں اور ان پر بھی اس طرح نقد وجرح کرتے ہیں جیسا کہ محقق صاحب خود ان صحابیوں میں شامل ہوں اور یہ بزرگ کوئی اہمیت و فضیلت نہیں رکھتے اور ان کو سبائی فتنہ کا کردار ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ انداز فکر دلالت کرتا ہے کہ مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ موجود ہے جو امت کے مجموعی عقائد کو خراب کرنے کے لئے منظم جدوجہد کر رہا ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ عمارؓ ابن یاسر جیسے صحابی رسول اموی پسند محققین کے ہاتھوں نظر انداز ہوتے رہے حالانکہ ان کو جنگ صفین کے موقع پر شب ہریر میں حضرت معاویہؓ کے حکم سے ان کی موجودگی میں شہید کیا گیا تھا کیا اسی کا نام دیانت داری ہے۔ اور اسی کو تحقیق کہتے ہیں کہ تاریخ کے اس المناک قتل کا ذکر ہی حذف کر دیا جائے اس وجہ سے کہ حضرت عمارؓ ابن یاسر حضرت معاویہؓ کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، دو قدم اور آگے بڑھیں آج کل ایک گروہ حضرت معاویہؓ اور ان کے خاندان کی برتری ثابت کرنے کے لئے اس بات پر زیادہ زور دے رہا ہے کہ وہ حضور کے برادر نسبتی، امت کے ماموں اور کاتب وحی تھے، ان مرتبوں سے کون کافر اختلاف کرتا ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی تو ماننا چاہئے کہ حضرت عبیداللہؓ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر، محمد بنؓ ابی بکر بھی تو حضورؐ کے برادر نسبتی اور امت کے ماموں تھے ان کا ذکر اس انداز سے کیوں نہیں کیا جاتا۔ اگر یہ رشتے ہی ذریعہ فضیلت ہیں تو غیر امویوں کو اس سے دیدہ دانستہ محروم رکھنا کیا تحقیق کے تقاضوں کے خلاف نہیں؟ اس لئے کہ ان بزرگوں نے اموی اقتدار کا ساتھ نہیں دیا۔ دیانت کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو اصول کسی ایک شخصیت کی پرکھ کے لئے مقرر کیا جائے اسی کے مطابق دوسری شخصیتوں کا مطالعہ بھی

کیا جائے۔ اگر حضورؐ کی اس حدیث کو بطور اصول پیش نظر رکھنا ہے کہ "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس نے جس کی اطاعت کی وہ منزل مقصود تک پہنچ گیا۔" تو پھر حضرت علیؓ۔ حضرت عمار ابنؓ یاسر۔ حضرتؓ ابوذر غفاری کے مسلک و موقف سے اتفاق رکھنے والے بزرگوں کو تنقیص کا نشانہ کیوں بنایا جاتا ہے اور دوسرے فریق کو سربلند ثابت کرنے پر کیوں زور قلم صرف کیا جاتا ہے؟ کیا حضرت طلحہؓ و زبیرؓ حضرت علیؓ کی طرح حضرت عثمانؓ کی پالیسی سے اختلاف نہیں رکھتے تھے؟ کیا ام المومنین جناب عائشہؓ نے حضرت عثمانؓ کے بعض احکامات سے اختلاف نہیں کیا تھا؟ پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت معاویہؓ اور ان کی اولاد کی فضیلت و برتری ثابت کرنے کے لئے صرف حضرت علیؓ اور ان کے خاندان اور اعوان و انصار پر ہی نقد و ابصر کیا جائے بلکہ تنقیص کی جائے۔ کیا جمل میں دونوں طرف حضورؐ کے صحابہ مقابل پہ نہیں تھے؟ کیا صفین میں دونوں فریقوں میں صحابۂ کرام نظر نہیں آئے کیا قتل عثمانؓ میں بعض بزرگ شامل نہیں تھے؟ یقیناً تھے تو پھر تنقید کی تلوار صرف خاندان علیؓ پر کیوں چلائی جاتی ہے اور ان اختلافات کو عبداللہ بن سبا کے سر کیوں منڈھا جاتا ہے کہ یہ فتنے سبائی تحریک کی وجہ سے ابھرے اور سبائیوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا۔ ان ہی سبائیوں نے حضرت علیؓ کے گرد گھیرا ڈال لیا جس سے وہ باہر نہ نکل سکے۔ یہ کس قدر غلط مفروضہ قائم کیا گیا ہے عجیب بات ہے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ مغیرہؓ بن شعبہ اور امیر معاویہؓ تو دنیاوی جھگڑوں میں صحابۂ رسول کی وجہ سے بالکل متاثر نہیں ہوئے لیکن حضرت علیؓ۔ عمار ابن یاسرؓ۔ ابوذر غفاریؓ اور ان کے دیگر ساتھی دوسروں کے ہتھے چڑھ گئے" اور ان کے بہکائے میں آگئے"۔ یہ کس قدر بے ہودہ تاثر ہے اگر نام نہاد محققین دیانتداری سے حقائق کو تسلیم کریں اور دور از کار تاویلوں کا سہارا نہ لیں تو کیا یہ ان کے لئے بہتر نہ ہوگا؟

اب میں کتاب "معاویہ" سے چند روایات دور از کار تاویلوں کے ثبوت میں بطور

اقتباس نقل کرتا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ مصنفین نے ان روایات کو جن مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے وہ ان سے حاصل ہوتے ہیں ؟

اس کتاب کے مصنف کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ انہوں نے انتہائی غیر جانبداری سے حضرت معاویہؓ اور ان کے اعوان و انصار کی سیرت کا جائزہ پیش کیا ہے اور بہت سی غلط فہمیوں کا بھی ازالہ کر دیا ہے جو حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں پائی جاتی تھیں۔ اس کتاب میں زیادہ تر اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ حضرت معاویہؓ کئی معاملات میں دیگر صحابہ پر فضیلت رکھتے تھے اور اس کی وجوہات یہ درج کی گئی ہیں۔

- حضرت معاویہؓ نسبی لحاظ سے اعلیٰ اور معزز تھے۔
- فتح مکہ سے قبل اسلام لائے۔
- حضور صلعم کے پاس بطور کاتب وحی تھے۔
- حضور صلعم کے برادر نسبتی تھے۔
- اُمت کے ماموں بنے۔
- حلیم اور سخی تھے، وغیرہ! حقیقتاً یہ سب اعزاز ان کو حاصل تھے مگر اس نوع کے فضائل و مناقب بیان کرنے سے قبل کم از کم یہ بھی تو سوچ لیا جاتا کہ صحابہ کرام کے درمیان فرق مراتب قائم کرنے سے امت کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے یا ایسے مسائل پر قلم چلانا اُمت کے اجتماعی مفاد اور تقاضوں سے بھی اس کی کوئی مناسبت ہے؟ اور پھر یہ کہ اگر حضرت معاویہؓ کو فضیلت اس لئے ملی ہے کہ وہ حضورؐ کے کاتب رہے تو کیا حضورؐ کے پاس اور کسی صحابی نے یہ خدمت انجام نہیں دی؟ حالانکہ قرآن مجید کی ۸۵ سورتیں مکی ہیں اور ۲۹ مدنی ہیں اور حضرت معاویہؓ صرف ایک سال فتح مکہ کے بعد کاتب رہے جن کاتبوں کی خدمات زیادہ ہیں ان کا تذکرہ نمایاں کیوں نہیں کیا جاتا۔

دوسرے نبی کریمؐ کی ازواج مطہرات گیارہ تھیں ان گیارہ کے بھائی بھی امت کے ماموں

میں ان کی فضیلت کیوں بیان نہیں کی جاتی۔ دیانتداری کا تقاضا ہے کہ حق بات کہی جائے اور خلاف واقعہ باتوں کی تائید میں غلط مفروضات کا سہارا نہ لیا جائے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۶۹ پر حضرت معاویہؓ کے اسلام لانے کے بارے میں جو عبارت درج ہے وہ بھی مصنف نے بطور سند فضیلت لکھی ہے کہ

"بعض وجوہ کی بناء پر آپ نے (معاویہؓ) اپنے ایمان کو چھپائے رکھا جن میں سب سے بڑی وجہ کفار مکہ کی مسلمانوں پر سختی تھی کیونکہ وہ زمانہ ایسا تھا کہ زبان سے لاالہ الا اللہ نکالنا سارے عرب کو اپنی مخالفت کی دعوت دینا تھا۔ آپ کے سامنے امام المؤذنین بلالؓ۔ عمار ابنؓ یاسر، صہیبؓ رومی اور خبابؓ کی ایذاؤں کا نقشہ تھا"

اس عبارت کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ حضرت معاویہؓ رسول اللہ کے فدائیوں پر کی جانے والی سختیوں سے خوفزدہ ہو کر اپنے اسلام لانے کا اعلان نہیں کرتے تھے اور فتح مکہ کے روز یا کچھ قبل اسلام لائے۔

کیا یہ عبارت حضرت معاویہؓ کی فضیلت ظاہر کرتی ہے یا کمزوری؟ خود ہی فیصلہ کر لیں۔ اسی کتاب کے صفحہ ۴۴ پر ظرافت کے عنوان سے یہ سوال و جواب درج ہے۔

حضرت عقیلؓ ابن ابی طالب جو نابینا ہو چکے تھے حضرت معاویہؓ کے پاس آئے اور انہوں نے ظرافتاً ان سے پوچھا۔

عقیلؓ ہاشمیوں کی بصارتیں کیوں جاتی رہیں؟

سیدنا عقیل نے جواباً کہا۔

امویوں کی بصیرتیں کیوں جاتی رہتی ہیں؟

اس سوال و جواب کو آسان الفاظ میں یوں سمجھئے کہ حضرت معاویہؓ نے طنزاً کہا ہاشمی اندھے کیوں ہو جاتے ہیں تو عقیلؓ نے جواب دیا جس طرح امویوں کی عقل جاتی رہتی

اب حضرت معاویہؓ کے سوال کو ذرا غور سے پڑھئے کیا ان کی طنز یا مزاح محض عقیلؓ تک محدود تھی یا تمام ہاشمیوں کے لئے جن میں خود حضورؐ نبی کریم بھی شامل ہیں۔ خاکم بہ دہن حضورؐ کی آنکھیں نہیں تھیں۔ ایسی روایات جس سے توہین رسالت کا پہلو نکلتا ہو فضیلت معاویہؓ کی برتری ظاہر ہوتی ہے یا صاحب تصنیف نے توہین رسالت کے خلاف حضرت معاویہؓ کے منہ میں ڈال کر معاملہ کو بہت دور پہنچا دیا۔

اور سنئے اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۴ پر یزید کی مدح میں ایک روایت درج ہے کہ جس اہتمام سے یزید کی بیعت بغیر کسی اختلاف کے ہوئی ایسی سابقہ کسی خلیفہ (حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ) کو بھی نہ مل سکی۔

ذرا دیکھئے کہ محقق مصنف نے حضورؐ کے اجل صحابہ اور جاں نثار ساتھیوں کا درجہ یزید سے کس قدر کم سمجھا ہے۔ روایت درج کرتے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ بات کہاں جا رہی ہے۔ مزید ملاحظہ فرمایئے اسی کتاب کے صفحہ ۴۲۶ پر درج ہے ——— کہ

"لوگ یزید کا پہلا خطبہ سننے کے بعد امیر المومنین کی حیثیت سے یزید پر کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے"

گویا یزید کا مقام حضرت سعدؓ بن ابی وقاص صحابی رسول سے بھی بلند تھا کیونکہ حضرت سعد بن ابی وقاص اس وقت زندہ تھے۔ اسی کتاب میں صفحہ ۴۲۵ پر درج ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا کہ تم قیصر و کسریٰ کی سیاست کو کیوں یاد کرتے ہو جبکہ تم میں معاویہؓ موجود ہیں۔

یہ روایت حضرت معاویہؓ کی سیاسی برتری ثابت کرنے کے لئے درج کی گئی ہے مگر مصنف نے شاید غور نہیں فرمایا کہ روایت کے الفاظ خود بول رہے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کی سیاست قیصر و کسریٰ کے مشابہ تھی۔

ایسی روایتیں کیوں درج کی جاتی ہیں اس لئے کہ ان سے اپنے مافی الضمیر کے

مطابق تاثر پیدا کیا جا سکے مگر ایسی حرکتیں تنقیص کا باعث بن جاتی ہیں جن روایات کا میں نے حوالہ دیا ہے وہ تمام سیاق و سباق کے بغیر درج ہیں اور ان کا جو حصہ محققین نے درج کیا ہے وہ بھی حقیقتاً اُن کے نصب العین کو فائدہ نہیں پہنچاتا۔

میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ اموی سیاست پر آج کل تحقیق فرما رہے ہیں وہ امت میں اختلاف کی خلیج کو مزید وسعت دے رہے ہیں امت کے مجموعی نظریات و عقائد کو متاثر کرنا چاہتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی بنو ہاشم کو قدرت نے جو فضیلت دی ہے اسے کم کرنے کی گہری سازش میں مصروف ہیں۔ ابتدا میں ان لوگوں نے مورخین پر سب و شتم شروع کیا پھر اموی حکمرانوں کی فضیلت پر بمقابلہ ہاشمی قلم چلایا گیا پھر حضرت علیؓ اور ان کے اعوان و انصار کے درجہ فضیلت کو کم کرنے کی چارہ جوئی کی گئی اور اب شاید یہ گستاخ ہاتھ حضورؐ کی عزت و حرمت تک بھی پہنچ جائے کیونکہ حضورؐ بہر حال ہاشمی ہیں اور ان کے خاندان نے امویوں کے مقابلہ میں مکہ کا اقتدار حاصل کیا تھا اسی وجہ سے محققین عصر نے ان تمام لوگوں کو جنت میں لے جانے کا تہیہ کر لیا ہے جن سے حضورؐ زندگی بھر ناراض رہے جن سے ابوبکرؓ و عمرؓ خوش نہیں تھے ان میں حکم بن العاص، مروان بن حکم اور عبداللہ ابن ابی سرح وغیرہ بھی شامل ہیں اب یہ تمام لوگ رضی اللہ ہو چکے ہیں ان ہی میں یزید بھی ہے کتنی عجیب بات ہے کہ حضرت امام احمد حنبلؒ جیسے ثقہ عالم اور فقیہہ یزید پر لعنت بھیجنا روا سمجھتے ہیں لیکن اس دور کے محققین اسے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

خلیفہ محمود عباسی مولانا مودودی کی کتاب خلافت و ملوکیت کے تبصرہ ہفوات مودودی میں جگہ جگہ لکھتے ہیں کہ "واقعہ کربلا کے صدیوں بعد لکھی جانے والی تاریخ کی کتابیں رطب و یابس سے بھری ہوئی ہیں ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا" لیکن خود چودہ سو سال کے بعد تحقیق فرما رہے ہیں اور اپنی مطلب براری کے لئے جگہ جگہ ان ہی ناقابل اعتماد مورخوں کی روایات کا سہارا لیتے ہیں بلکہ یہاں تک کہ صحابہ رسولؐ کو کمزور اور بے جرأت لکھ رہے ہیں ملاحظہ ہو:

تبصرۂ محمودی جلد دوم صفحہ ۲۸ کہ "حضرت طلحہؓ و زبیرؓ جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں انہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت خلافت مجبوراً کی تھی" لفظ مجبوراً ایسے جید صحابۂ رسول کے بارے میں استعمال کر کے انہوں نے صحابہ کی جو تنقیص کی ہے وہ ان ہی کی تحقیق کا حصہ ہے پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۵ پر واضح لکھا ہے کہ طلحہؓ و زبیرؓ سے جبریہ حضرت علیؓ نے بیعت لی تھی" سبحان اللہ صحابۂ رسول نعوذ باللہ خلیفہ صاحب جیسا بھی حوصلہ نہیں رکھتے تھے حیران کن امر تو یہ ہے کہ چودہ سو سال سے حدیث کی کتابیں جن پر ہمارے دین کا قرآن مجید کے بعد انحصار ہے موجود ہیں اس دور کے اموی محققین ان کو افسانے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ حضرت ابوذرؓ حضرت ابو درداؓ۔ حضرت عمار بن یاسرؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ و دیگر صحابہ کی عظمت و بزرگی کا فیصلہ تو ان ہی کتب نے کر دیا چودہ سو سال کے بعد اموی محققین تو محض امت کے اجتماعی عقائد کو خراب کرنے کے لئے تحقیق کے نام پر تکلف فرما رہے ہیں۔

اس موقع پر میں خلیفہ محمود احمد عباسی صاحب سے صرف ایک سوال پوچھتا ہوں کہ انہوں نے "ملفوظات مودودیؒ" کے صفحہ ۹۶ پر حضور نبی کریم کے ایک ارشاد کا ترجمہ درج کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ "جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اصحاب رسول میں سے کسی کی تنقیص کرتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے۔"

یہ ارشاد ابو زرعہ کے حوالہ سے لکھا گیا ہے اس ارشاد کی روشنی میں فرمائیں کہ عمرو بن الحمق (جسے انہوں نے خود صحابۂ رسول لکھا ہے) نے حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے کی ساری سازش کی بلکہ حضرت عثمانؓ پر نیزے کے نو وار کئے اور جب زیاد بن سمیہ کے زمانہ میں پہاڑ کی گھاٹی سے اسے گرفتار کر کے حضرت معاویہؓ کے سامنے لایا گیا تو انہوں نے حکم دیا کہ نیزے کے نو وار کر کے اسے قتل کیا جائے۔ عمرو بن الحمق کا قتل درج بالا ارشاد کی روشنی میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کا یہودیوں کے

بیٹے چڑھ جانا۔ حضرت ابوذرؓ اور ابودرداؓ کا یہودیوں کے درغلانے میں آجانا۔ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ سے حضرت علیؓ کی جبریہ بیعت لینا۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو بلاوجہ معزول کردینے کی روایتیں کس ضمن میں آئیں گی؟

یہ عرض بھی کردوں کہ خلیفہ صاحب نے دوسروں پر تو الزام لگادیا ہے کہ وہ طبقہ طلقاء سے تعلق رکھنے والے صحابہ پر رضی اللہ کا نشان نہیں لگاتے لیکن خود حضرت عمارؓ جیسے صحابی کی شہادت کو ہلاک ہونا لکھا ہے۔ اکثر جید صحابہ رسول پر خود ہی رضی اللہ تعالیٰ کا نشان لگانا غیر ضروری سمجھا۔

اب میں یزید کی ولی عہدی اور اس سے متعلقہ امور کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یزید پسندوں نے یزید کی نامزدگی اور ولی عہدی کے بارے میں جو نئی منطق اختیار کی ہے اس کے مطابق وہ لوگ یہ موقف لیتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے یزید کی نامزدگی کرنے سے قبل امت کے سرکردہ اصحاب سے استصواب رائے کرایا تھا جس کا نتیجہ یزید کے حق میں نکلا۔ اس سلسلہ میں پہلی گذارش تو یہ ہے کہ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو اپنی زندگی میں امام الصلوٰۃ مقرر فرمایا اور اسی تاثر کی بنا پر علمائے اہلسنت کی رو سے وہ جانشین رسول بلا اختلاف بنے حضورؐ نے استصواب امت ضروری نہ سمجھا پھر حضرت ابوبکرؓ صدیق نے حضرت عمرؓ کو نامزد کرتے وقت اسے ضروری خیال نہ کیا اور نہ ہی حضرت عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ نے استصواب کی ضرورت سمجھی حتیٰ کہ امام حسنؓ نے دستبرداری سے قبل بھی استصواب امت پر توجہ نہ فرمائی۔ کیا وجہ تھی کہ یزید کے لئے استصواب رائے ضروری سمجھا گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت عبداللہؓ بن عباس۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔ حضرت حسینؓ بن علی اور دیگر سینکڑوں اہل علم و نسبت بزرگوں کی موجودگی میں یزید کو جوہر قابل سمجھا اگر یزید جوہر قابل ہی تھا اور دیگر تمام بزرگوں کی نسبت رموز مملکت سے زیادہ واقف تھا تو پھر استصواب امت کی کیا ضرورت تھی؟

یہ استصواب بالکل اسی طرح کا تھا جیسا کہ آجکل اشتراکی روس میں رواج پا چکا ہے کہ اشتراکی پارٹی الیکشن کے موقعہ پر ہر حلقہ میں اپنے امیدوار نامزد کر دیتی ہے ان کے مقابل کسی امیدوار کو قانوناً حصہ لینے کی اجازت نہیں حلقہ کے ووٹر ایک ہی امیدوار کے حق میں ووٹ ڈالتے ہیں اور گنتی کے بعد نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ کل کتنے فیصد ووٹ امیدوار کو ملے اور جن لوگوں نے ووٹ نہیں دیئے ہوتے ان کی بعد میں بازپرس کی جاتی ہے اور ان کو نظام حکومت کا باغی تصور کیا جاتا ہے۔

بالفرض اگر استصواب امت ضروری تھا اور اس کا شرعی جواز بھی موجود تھا (جیسا کہ ہرگز نہیں) تو پھر معاویہؓ بن یزید۔ مروان بن حکم۔ عبدالملک۔ سلیمان ولید۔ عمرؒ بن عبدالعزیز کی تقرری و جانشینی کے لئے استصواب کیوں نہیں کرایا گیا نفس نامزدگی ہی کیوں کافی سمجھی گئی۔ دوسرا اہم امر یہ ہے کہ دو چیزیں ان میں سے کسی ایک کا انتخاب مقصود ہو تو استصواب کرایا جاتا ہے اگر یزید کے مقابلہ میں کوئی شخصیت ہوتی تو استصواب کا جواز تھا مگر جب تو یزید ہی یزید تھا چلئے اس حد تک مان لیجئے کہ یزید کی نامزدگی اس کے لئے استصواب بھی صحیح ہوا اور اس سے شریعت کی مقرر کردہ کسی حد تک کی نفی نہیں ہوتی۔ نظام شوریٰ یا اس نوع کا اجماع امت دونوں درست ہیں تو فرمایئے کہ یزید نے اپنے بیٹے معاویہ کو نامزد کیا۔ شریعت کے مطابق کیا مگر اس نے دستبردار ہو کر اس کی کیوں نفی کی؟ اگر یزید نے بیٹے کی نامزدگی اس لئے کی تھی کہ خود اس کے والد نے اس کی نامزدگی کرائی تھی اور سنت شریعت کی حد پوری ہو گئی تھی تو فرمایئے معاویہ ثانی بن یزید نے اپنے والد اور اپنے دادا کے ایجاد کردہ حکم کی پیروی کیوں نہ کی اور استصواب امت کے بغیر کیوں دستبردار ہوا؟ اس نے اجماع امت کی نفی نہیں کی

اور آگے چلئے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز بھی اموی تھے ان کو بھی وصیت خاندانی کے مطابق نامزد کیا گیا تھا آپ خلیفہ بننے کے بعد مسجد میں آئے اور پہلا خطبہ ہی دیا کہ میں

اپنے خاندان کی طرف سے خلیفہ نامزد ہوا ہوں مجھے امت نے نہیں چنا لہٰذا میں دستبردار ہوتا ہوں امت کو اختیار ہے کہ وہ اپنی مرضی کا خلیفہ چنے۔ ان کا یہ خطبہ ہر تاریخ کی کتاب میں موجود ہے اب فرمایئے کہ انہوں نے وصیت کو ٹھکرا کر معاملہ امت کے سپرد کیوں کر دیا؟ لہٰذا ظاہر ہے کہ شریعت میں ایسے اجماع یا استصواب کی کوئی گنجائش نہیں اب آگے چلئے! یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حضرت معاویہؓ کو اہل حجاز سے بیعت لینے میں ناکامی ہوئی تھی مکہ و مدینہ کے لوگوں نے اس نامزدگی پر اعتراض کیا تھا یہی علاقے مرکز اسلام کی حیثیت رکھتے تھے اور پہلے چار خلفاء کا انتخاب بھی اہل حجاز نے ہی کیا تھا۔ حضرت معاویہؓ کے زمانۂ حیات میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور دیگر صحابہ کرامؓ اور ان کے جید و فاضل صاحبزادے موجود تھے ان کے ہوتے ہوئے یزید کی نامزدگی قطعاً غلط تھی اگر بالفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ اس سے پہلے بھی نامزدگیاں ہوتی رہی تھیں۔ جیسے حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ صدیق نے نامزد کیا تھا تو سوال نامزدگی کا نہیں رہ جاتا بلکہ بیٹے کی نامزدگی کا ہے حضرت ابوبکرؓ نے اپنے چار بیٹوں میں سے کسی کو نامزد نہیں کیا انہوں نے حضرت عمرؓ کے حق میں وصیت کی جو ان کے ہم قبیلہ تک نہیں تھے۔ حضرت عمرؓ نے خصوصی وضاحت کر دی تھی کہ عبداللہ بن عمرؓ خلافت کے امیدوار نہیں بن سکتے حالانکہ تاریخ اسلام میں ان کا علمی مرتبہ بے مثال ہے پھر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے تو کسی کو بھی نامزد نہیں کیا اگر نامزدگی کی حد تک جواز مان لیا جائے تو بھی حضرت معاویہؓ کا یہ عمل حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی شرط کے مطابق سیرت شیخین کے منافی تھا حضرت علیؓ سیرت شیخین کے عمل پیرا نہ ہونے کے باعث خلافت سے محروم رہے جبکہ یزید کو اس کے عین برعکس نامزد کیا گیا اس کا ردعمل لازمی تھا جو ظاہر ہو کر رہا پھر دوسری بات یہ ہے کہ یزید شاعر ضرور تھا اور شاعری کا تعلق عقل سے نہیں بلکہ جذبات سے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی زندگی اسلامی معیار کے مطابق نہ تھی اس کی تربیت صحرائی

ماحول میں ہوئی تھی اور وہ مسلمانوں پر حکومت کرنے کا چنداں اہل نہ تھا۔

یزید کے بارے میں موجودہ دور کے محققین صرف تاریخ کو مسخ کرنے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں بلکہ مورخین پر مختلف قسم کی الزام تراشیوں کے ذریعہ یزید کو امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت کر کے اس کے دور حکومت کو خلافت راشدہ کے ہم مرتبہ یا پہلو بہ پہلو جگہ دینا چاہتے ہیں اور اس کی بیعت میں ۲۴۰ صحابہ کی شمولیت بھی ان کی تحقیقات کا جزو ہے (تعجب ہے کہ ۲۴۰ صحابہ رسول کی موجودگی میں یزید جیسے شخص کو کیونکر خلافت کے لئے نامزد کر دیا گیا) ایک طرف وہ طبری۔ ابن خلدون۔ ابن اثیر اور دوسرے مورخوں کو مطعون کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کی روایات کو ہی یزید کے بارے میں حق و صداقت کا معیار تسلیم کر کے دہراتے ہیں یہ امر دلچسپ اور تعجب خیز ہے کہ جب مورخ حضرت علیؑ اور خاندان علی کی بابت کچھ لکھتا ہے تو اس پر فوراً شیعہ ہونے کا لیبل چسپاں کر دیا جاتا ہے اور اس کی تحقیق ناقص قرار پاتی ہے لیکن جب وہی مورخ یزید کے بارے میں کوئی اچھی بات لکھ دیتا ہے تو فوراً مہر صداقت لگا دی جاتی ہے یہ منطق میری فہم سے ماوراء ہے امت کے تمام علماء و مورخ متفق ہیں کہ یزید مشکوک کردار کا مالک تھا اور وہ مسلمانوں پر حاکم بنائے جانے کے لائق نہ تھا مگر یزید پسند دل نے بعد کوشش اسے صحابہ کے درجہ تک پہنچا دیا ہے بلکہ صحابہ رسول کو اس کے تابع ظاہر کیا ہے۔ میں یزید کے بارے میں محض چند اقتباسات پر اکتفا کروں گا جن سے اس کی شخصیت اجاگر ہو جائے گی۔

- حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اپنی مشہور کتاب دمش الجنان مطبوعہ ۱۲۰۷ھ میں لکھتے ہیں "حضرت معاویہؓ نے یزید کو شراب پینے سے روکا اور فرمایا اب تو ولی عہد بن چکا ہے اس بد عادت کو ترک کر دے"

- علامہ دمیری کتاب حیوۃ الحیوان کے صفحہ ۲۰۱ جلد دوئم پر یزید کی بابت رقمطراز ہیں :-

"اُسے بندر پالنے اور ان کا تماشا دیکھنے کا بہت شوق تھا اور وہ بندروں کو آدمیوں کیسا لباس پہنا کر گدھے پر سوار کراتا اور تماشا دیکھتا تھا"

و اخبار الطوال میں صفحہ ۲۶۱ پر یہ عبارت موجود ہے۔

"یزید شراب پیتا تھا اور لوگوں نے اس کا نام ہی بدمست رکھ دیا تھا"

و کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۶۳ پر یوں مذکور ہے۔

"یزید امیر حج مقرر ہو کر مکہ میں آیا تو اپنے مصاحبوں کے ساتھ بیٹھ کر شراب پی"

و واقدی نے حضرت عبداللہؓ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کی زبانی یہ عبارت تحریر کی ہے کہ "خدا کی قسم ہم کو یزید کی حکومت میں یہ خوف لاحق ہو گیا تھا کہ آسمان سے پتھر برسیں گے کیونکہ وہ ایسا شخص ہے جو اپنی سوتیلی ماں اور بہنوں تک کو نہیں چھوڑتا اور نماز کا تارک ہے (صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۵، مطبوعہ مصر)

(یہ بزرگ یزید کے حکم پر مدینہ منورہ میں شہید کئے گئے تھے)

اب ایک ایسے بزرگ کی رائے درج کرتا ہوں جنہوں نے ہندوستان میں اسلام کا چراغ روشن رکھا یہ ہیں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی، آپ اپنی کتاب مدارج النبوۃ کے صفحہ ۱۴۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"یزید نے حضرت عائشہ صدیقہؓ ام المومنین کے حسن و جمال کو سن کر آپ کے بارے میں ہوس کی مگر لوگوں کے سمجھانے سے باز رہا۔ لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، استغفر اللہ

(بحوالہ شہید انسانیت)

و حضرت مولانا ابوالکلام آزاد اپنی کتاب "حریت اسلام" صفحہ ۲۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ "خلافت راشدہ کے بعد بنی امیہ کا غیر شرعی دور فتن و بدعات شروع ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے نظام حکومت اسلام کی بنیادیں متزلزل کر دیں اور جبر و قوت سے مسلمانوں کو اپنے زیر کیا۔"

• آخر میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمدؒ مدنی کے مکتوب حصہ اول مطبوعہ ۱۹۵۲ء اعظم گڑھ سے صفحہ ۲۵۸ تا ۲۸۸ کی تلخیص پیش کرتا ہوں "آپ یزید کے موضوع پر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حوالہ سے ارشاد فرماتے ہیں ———— کہ

حضرت امیر معاویہؓ اجلہ صحابہ رسول میں شامل نہیں تھے یزید ان کی زندگی میں فسق و فجور میں مبتلا نہ تھا لیکن اس کی برائیوں کا علم حضرت معاویہؓ کو نہیں تھا جب یہ حکومت پر قابض ہوا تو اس نے علانیہ نماز ترک کر دی۔ فسق و فجور کا مرتکب ہوا یہاں تک کہ اس عزل کیلئے امام الشہداء حسینؓ بن علی کو جہاد کرنا پڑا۔ امام حسینؓ کا یہ اقدام حق تھا اور شہدائے کربلا کا درجہ شہدائے بدر و حنینؓ کے برابر ہے۔

یزید خلافت اسلامی کا ہرگز مستحق نہیں تھا۔ عبداللہ بن عمرؓ اور چند دیگر اصحاب نے یزید کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا یا خاموشی اختیار کی ان کے سامنے صرف یہ مقصد تھا کہ کہیں یزید کے عزل کی کوشش میں امت فساد کا شکار نہ ہو جائے۔

یہ ہے اس شخص کا کردار جسے حضرت معاویہؓ کے بعد مسلمانوں پر خلیفہ نامزد کیا گیا اور جس کی تعریف و توصیف میں بعض لوگوں نے اب کتابیں سیاہ کرنی شروع کی ہیں۔ میں نے یہ تمام عبارتیں علماء کی کتب سے نقل کی ہیں مورخوں کو در خور اعتنا نہیں سمجھا۔ ایک مسلمان کے لیے تو شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی بیان کردہ روایت ہی یزید کے متعلق حتمی فیصلہ صادر کر سکتی ہے اگر ان اقتباسات پر بھی آج کے یزید پسند محقق معترض ہو کر یہ فرمادیں کہ اصل کتابوں میں ایسی عبارتیں نہیں تھیں بعد میں کسی نے اضافہ کیا ہے تو پھر دنیا کی کوئی کتاب بھی اصل حالت میں نہیں ہو سکتی۔

دو قدم اور آگے بڑھئے اور تاریخ کی تمام کتابوں کو بیک قلم منسوخ کر دیجئے علمائے متقدمین و متاخرین کی آراء کو بھی اہمیت نہ دیجئے صرف کتب حدیث کو معیار بنائیے کیونکہ دین کی عمارت انہی پر استوار ہے۔ بخاری، مسلم، ترمذی، مشکوٰۃ، ابن ماجہ، مسند احمد حنبل

وغیرہ کوئی کتاب حدیث کی ایسی ملتی ہے جس میں تابعی کی حیثیت سے یزید کا ذکر مناقب و فضائل کے ضمن میں موجود ہو؟ یا کسی روایت کا ماخذ اسے قرار دیا گیا ہو یا جس میں ائمہ حدیث نے یزید کے حوالے سے کوئی غریب، ضعیف، مسلسل، غیر مسلسل، مرفوع، غیر مرفوع کسی بھی نوعیت کی کوئی حدیث روایت کی ہو۔ کم از کم میری نظر میں ایسی کوئی مثال نہیں ہے اور جہاں تک علماء کرام کا تعلق ہے انہوں نے اس موضوع پر کبھی ذکر نہیں کیا۔

البدایہ والنہایہ جلد ۸ میں صرف ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمر کے حوالہ سے ملتی ہے کہ یزید علم و حلم رکھتا تھا خدا جانے اس علم و حلم سے امت کے عالم۔ محدث۔ مورخ کیوں باخبر نہ ہو سکے۔

یہاں علم حدیث کی تفصیلات بیان کرنا میرے موضوع سے باہر ہے میرا مقصد محض اتنا ہے کہ اگر یزید واقعی پاکباز تھا۔ راست گفتار تھا عالم و فاضل تھا اپنے دور کا مجتہد اور فقیہہ تھا اور جو کچھ بھی تھا اس کے حوالے سے حدیث کی کتابوں یا حضرات امام احمد حنبلؒ امام ابو حنیفہؒ۔ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ یا دیگر آئمہ فقہا نے کوئی روایت کیوں بیان نہیں کی امام بخاری نے دس ہزار سے زائد حدیثیں جمع کیں اور تین ہزار اپنی کتاب میں لکھیں ان میں سے ایک بھی یزید سے منسوب نہیں ہے حالانکہ یزید ۲۶ ھ میں پیدا ہوا اور ۶۴ھ میں فوت ہوا۔ اس کے ہم عمروں اور معاصروں میں کم و بیش تیرہ سو تابعی ایسے ہیں جن سے راویوں نے حدیثیں نقل کی ہیں اس دور کے صحابہ سے بھی بہت سی احادیث منقول ہیں بلکہ شہاب زہری جو عبدالمالک کے زمانے میں حدیثیں جمع کرنے پر مامور ہوئے تھے تبع تابعین تک سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ الغرض کسی نے بھی یزید سے کوئی روایت نقل نہ کی۔ کیا اس سے یہی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا کہ یزید کو علم دین سے کوئی نسبت ہی نہ تھی اس کی تربیت ہی غیر علمی ماحول میں ہوئی اور پھر تمام عمر علما کی صحبت سے دور رہا۔ اگر دین کا شغف ہوتا تو یقیناً علمی مجالس سے محروم نہ رہتا۔ کیا علماء محدثین

ے بھی مورخین کی طرح یزید سے بلا وجہ تعصب برتا ہے ؟ ایسا نہیں ہو سکتا یزید دراصل اس قابل ہی نہ تھا کہ جامعین حدیث اس پر اعتبار کرتے ۔ میرے لئے تو یزید کی پہچان کے واسطے یہی ایک پیمانہ کافی ہے بشرطیکہ میں صحیح العقیدہ مسلمان ہوں ۔

حضرت ابو ہریرہ رسول اللہ کے صحابی تھے اور احادیث کی مختلف کتب میں ان کے حوالہ سے ۵۳۷۴ روایات موجود ہیں ان کے شاگردوں کی تعداد ۸۰۰ تھی جس میں صحابہ کے بیٹے بھی شامل ہیں مگر ان آٹھ سو میں یزید بن معاویہ کا کوئی ذکر نہیں جب کہ حضرت ابو ہریرہ کا سال وفات ۵۹ھ یا ۵۸ھ ہے اور وہ معاویہؓ کے ہاں ہی مقیم تھے ۔ طبقات ابن سعد میں تابعین کے تعارف پر ایک پورا باب موجود ہے جس کے مطابق ۶۰ھ تک مدینہ میں ۴۸۴ مکہ میں ۱۳۱ کوفہ میں ۴۱۳ بصرہ میں ۱۶۴ شام میں ۱۸۲ تابعین سے علماء نے احادیث اخذ کی ہیں ان میں یزید کا کہیں ذکر نہیں حالانکہ حضرت معاویہؓ کے حوالہ سے متعدد روایات موجود ہیں ۔ اسلام میں علم رجال ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے اس علم کے تحت جن بزرگوں نے راویوں کے اسمائے گرامی منضبط کئے ہیں ان کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے جس میں ہاشمی اموی ۔ عباسی ۔ انصاری ۔ تیمی ۔ بنو عدی اور دیگر قبیلوں کے لوگ شامل ہیں اگر یزید کو ذرا سا بھی دین خداوندی سے انس ہوتا تو ان میں سے کوئی تو اس کا نام بھی لیتا جبکہ مروان جیسے شخص کا ذکر مل جاتا ہے ۔ اسماء رجال کی معتبر و مستند ترین کتاب تقریب التہذیب عربی مطبوعہ فاروقی پریس دہلی کے صفحہ نمبر ۲۸۲ پر درج ہے کہ یزید بن معاویہ نا اہل تھا اسی لئے جامعین حدیث نے نظر انداز کر دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے حوالہ سے کوئی حدیث مروی نہیں حالانکہ محدثین نے ایسے اصحاب کی بیان کردہ روایتیں بھی درج کی ہیں جن کو ضعیف اور کاذب تصور کرتے ہیں لیکن یزید بن معاویہ کا ذکر تک بھی نہیں ۔

مندرجہ بالا خاکہ مزید وضاحت کر دے گا ۔

نام	ولادت	وفات	تعداد احادیث	
حضرت عبداللہؓ بن مسعود	۰	۳۲ھ	۸۴۸	
حضرت ابوسعیدؓ خدری	۰	۴۶ ”	۱۱۷۰	
جنابِ ام المومنین عائشہؓ صدیقہ	۰	۵۸ ”	۲۲۱۰	
حضرت شروقؓ	۰	۶۲ ”		
حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص	۰	۶۳ ”	۷۰۰	یہ یزید کے ہم عمر اور قریبی تھے
حضرت عبداللہؓ بن عباس	۰	۶۸ ”	۱۶۱۰	یہ دونوں بزرگ یزید کے معاصر
حضرت عبداللہؓ بن عمر	۰	۷۰ ”	۱۶۳۰	اور اس کے معاملہ میں خاموش ہے
حضرت جابر بن عبداللہ	۰	۷۴ ”	۱۵۴۰	
حضرت اسودؓ بن یزید	۰	۷۵ ”		
حضرت قاضی شریحؒ	۰	۷۸ ”		
حضرت انسؓ بن مالک	۰	۹۳ ”	۱۲۸۴	
حضرت سعید بن المسیبؓ	۰	۹۳ ”		
حضرت عروہؓ بن زبیر	۲۲ھ	۹۴ ”		سیرتِ رسول پر سب سے پہلی کتاب انہوں نے لکھی
حضرت سعیدؓ بن جبیر	۰	۹۵ ”		
حضرت زین العابدینؒ	۲۱ھ	۱۰۴ ”		
حضرت قاسمؒ بن محمد بن ابی بکر	۳۷ ”	۱۰۶ ”		
حضرت سالمؒ بن عبداللہ بن عمر	۰	۱۰۶ ”		
حضرت حسنؒ بصری	۲۱ ”	۱۱۰ ”		
حضرت ابن سیرینؒ	۲۲ ”	۱۱۰ ”		
حضرت عطا بن ابی رباح	۰	۱۱۵ ”		

حضرت قتادہؓ	۰	۱۱۷ھ	
حضرت نافعؓ مولیٰ عبداللہ بن عمر	۰	۱۱۷ھ	
حضرت ابن شہابؒ زہری	۰	۱۲۴ھ	انہوں نے حدیث پر بہت بڑی کتاب لکھی
حضرت عامر الشعبیؒ	۰	۱۲۸ھ	
حضرت سلیمانؒ بن یسار	۰	۱۳۰ھ	
حضرت محمدؒ بن المنکدر	۰	۱۳۰ھ	
حضرت ایوبؒ السختیانی	۰	۱۳۱ھ	
حضرت رجا بن حیوۃؒ	۰	۱۳۱ھ	
حضرت ہمام بن منبہؒ	۰	۱۳۱ھ	انہوں نے ۵۲ھ میں سب سے پہلا مجموعہ حدیث کتاب کی صورت میں پیش کیا
حضرت سلیمانؒ الاعمش	۰	۱۴۸ھ	
حضرت عکرمہؒ مولیٰ ابن عباس	۰	۱۰۵ھ	

یہ نام ان راویان حدیث کے ہیں جو حضورؐ کے صحابی اور تابعی تھے اور جنہوں نے علم حدیث کو آگے بڑھایا۔ پہلی صدی ہجری یا دوسری صدی ہجری کے نصف تک ان کے علم و عمل کا ڈنکا بجتا رہا لیکن ان بزرگوں نے کسی ایک جگہ بھی یزید بن معاویہ کے تقویٰ پرہیز گاری اور علمی فضیلت کا ذکر تک نہیں کیا بلکہ یزید کے فسق و فجور سے امت کو آگاہ کرتے رہے پھر ان سب باتوں کے علاوہ یزید نے مرکز اسلام مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کو تباہ و برباد کرنے کے لئے ۶۲-۶۳ھ میں جو سیاہ کارنامہ انجام دیا کوئی مؤرخ اس سے صرف نظر نہیں کر سکا حتیٰ کہ علمائے متقدمین اور محدثین بھی اس واقعہ پر خاموش نہیں رہ سکے مدینہ طیبہ میں قتل عام لوٹ مار اور زنا بالجبر کے واقعات یزید کی اسلام دشمنی کے غماز ہیں نیز حرم مکہ مکرمہ پر سنگ باری و آتش زنی، حرم کعبہ کے غلاف کو جلانا. طواف کرنے

والوں کو گرفتار کرنا۔ حرم کی دیواروں کو مسمار کرنا ایسے المناک حادثے ہیں جن پر اکابر و صلحائے امت زبان بند نہیں رکھ سکتے تھے انہی واقعات کی روشنی میں کربلا کے سانحۂ عظیم اور اس کے اسباب و علل کا جائزہ لینا چاہیے۔

عصر حاضر کے بعض محققین اب اس کوشش میں مصروف ہیں کہ کربلا کی المناکی کا تاثر کم کرنے کے لئے تاریخی واقعات کو مسخ کر کے پیش کیا جائے۔ تمام زور اس بات پر لگایا جا رہا ہے کہ امام حسینؓ نے ایک متفقہ خلافت کے خلاف خروج کیا ثابت ہو جائے۔ مثلاً

— یزید کی خلافت کو ۳۰۰ صحابۂ رسول نے تسلیم کر لیا تھا۔
— یزید قسطنطنیہ کے جہاد میں شرکت کی وجہ سے جنتی تھا۔[1]
— امام حسینؓ خود خلافت کے دعویدار تھے۔
— امام حسینؓ کے ساتھ کربلا میں جو کچھ ہوا اس کی ذمہ داری یزید پر عائد نہیں ہوتی۔
— یزید نے امام حسینؓ کے ساتھ جو سلوک کیا وہ وہی تھا جو ایک باغی کے ساتھ ہونا چاہیے۔
— اگر حضرت علیؓ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے خلاف تلوار اٹھا سکتے ہیں تو یزید بھی امام حسینؓ کے خروج پر تلوار اٹھا سکتا ہے وغیرہ

ایک نئے محقق نے واقعۂ کربلا کے ساتھ وابستہ بعض تفصیلات کو خلاف واقعہ قرار دے کر درج ذیل نکات اٹھائے ہیں۔

• اولاً حسینؓ بن علی کا ۸ ذوالحجہ کو مکہ سے روانہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔
• ثانیاً حسینؓ بن علی جن راستوں سے گزر کر کربلا پہنچے ان کا مجموعی فاصلہ اتنا ہے کہ پیدل یا اونٹ سوار اتنے دنوں میں مکہ سے کربلا نہیں پہنچ سکتا۔
• ثالثاً حسینؓ بن علی ۱۰ ذوالحجہ کو مکہ سے چلے اور ۱۰ محرم کو کربلا پہنچے اسی روز شہادت

---

[1] مولانا حسین احمد مدنی اپنے مکتوب صفحہ ۲۹۶ میں یزید کو اس بشارت سے محروم قرار دیتے ہیں۔

پانی گو یکم محرم کو کربلا وارد ہونے یزید کے لشکر کی گرانی ۔ محرم کو پانی کی بندش خلاف واقعہ ہے ؛
تاریخی شواہد بتاتے ہیں کہ واقعہ کربلا کی ان تفصیلات سے ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا
مکہ اور کربلا کے فاصلے اور کارواں کی منزلوں پر اعتراض کی تائید میں غیر مسلم سیاحوں کی روایات
پر بھروسہ کرنا اصولاً غلط ہے جسے زندگی میں پیدل یا اونٹ گھوڑے پر سفر کا موقع میسر آیا
ہو وہ ایسا پوچ اعتراض نہیں کرسکتا امر واقعہ یہ ہے کہ مکہ سے حسینؓ بن علی ۸ ذوالحجہ کو
روانہ ہوئے اور محرم کا چاند کربلا سے کئی میل دور اشراف کے مقام پر دیکھا اور
دوسرے روز کربلا کی وادی میں اترے ۔ مکہ سے کربلا کا فاصلہ ۸ سو میل عربی ہے جس راستے
سے حسینؓ بن علی نے سفر کیا اگر کوئی شخص ساڑھے تین میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلے تو
معینہ تاریخ تک بآسانی کربلا پہنچ سکتا ہے نہ جانے معقول وجہ کے بغیر اس میں کیوں
الجھاؤ پیدا کیا گیا ہے اگر اعتراض برائے اعتراض ہی مقصود تھا تو مدینہ سے مکہ تک
کے سفر پر کیا جاتا جہاں امام حسینؓ نے پونے تین سو میل کا فاصلہ چھ یا سات روز میں
طے کیا جس کی اوسط پچاس میل روزانہ اس صورت میں بنتی ہے کہ دن رات کے کل ۲۴
گھنٹوں میں سے صرف ۱۰ گھنٹہ کا سفر شمار کیا جائے کیونکہ رات کا آرام ۔ نماز اور کھانے کے
اوقات نکالنے ضروری ہیں لیکن اس سفر سے معترضین کا کوئی مقصد حل نہیں ہوتا تھا
اعتراض نہ ارد ، اسی طرح ۲۴ رجب کو یزید کا قاصد دمشق سے روانہ ہو کر ۲۷ رجب
کو صرف تین دن میں ۹۰۰ میل کا فاصلہ طے کر کے مدینہ پہنچتا ہے تو ان کی نظر میں وہ
درست ہے مگر امام حسینؓ کے اس سفر کو وجہ بحث بنایا جاتا ہے دراصل جو لوگ حسینؓ
بن علی اور یزید بن معاویہ کو ایک ترازو میں تولنا چاہتے ہیں وہ تعصب کا شکار ہیں بلکہ
سواد اعظم کے عقائد و نظریات کو متزلزل کرنے کی سازش میں مصروف ہیں ۔

علماء و مورخین نے باتفاق رائے لکھا ہے کہ جب امام حسینؓ کربلا پہنچے اور لشکر یزید
کا سامنا ہوا تو آپ نے یزید کے کارندوں کے روبرو تین شرائط پیش کیں ۔ جنگ و جدل

کے خوف سے نہیں بلکہ امت کی بہبودی کے لئے
- جہاں سے آیا ہوں واپس چلا جاتا ہوں۔
- اس سلطنت کی حدود سے باہر نکل جاتا ہوں
- میں یزید سے خود معاملہ طے کر لوں گا مجھ سے تعرض نہ کیا جائے۔

اس موقعہ پر اگر یہ مفروضہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حسینؓ بن علی نے خروج کیا ایک متفقہ خلافت کے خلاف بغاوت کی۔ اپنے لئے خلافت حاصل کرنے کی مہم چلائی اور امت میں فتنہ و فساد پیدا کرنے کی کوشش کی تب بھی اس بات کا کیا جواب ہے کہ حسینؓ بن علی نے اپنے تمام مفروضہ دعاوی سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے یہ تین شرائط پیش کیں تو پھر حسینؓ بن علی کو قتل کرنے اور ان کے اعوان کو موت کے گھاٹ اتارنے کی کوئی وجہ باقی رہ گئی تھی!

ایسی صورت میں اگر کوئی غیر مسلم اسلامی فوج کے روبرو شرائط پیش کرے تو سالار لشکر پر شرعاً واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اس شخص کو سیاسی پناہ دے اور اس سے تعرض نہ کرے مگر یہاں تو شرائط پیش کرنے والا جگر گوشۂ رسول حسینؓ بن علی تھا۔ افسوس کہ ان لوگوں نے ان کی کسی شرط کو تسلیم نہ کیا اور ان کے خون میں ہاتھ رنگنا نہ ورنہ بھی مذکورہ بالا شرائط سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام حسینؓ نے خروج نہیں کیا تھا ورنہ عورتوں اور بچوں کو میدان میں لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی نیز ان کے لئے دس بیس ہزار فوج کی فراہمی بھی مشکل نہ تھی پھر اگر جنگ کا ارادہ ہوتا تو اس وقت شروع کر دیتے جب زہیر بن قین نے لشکرِ حُر پر حملہ کرنے کی تجویز پیش کی تھی اس وقت لشکر حُر کو بآسانی شکست دی جا سکتی تھی اور فرات پر قبضہ ہو سکتا تھا لیکن ان میں سے کسی تدبیر پہ امام حسینؓ نے عمل ضروری نہ سمجھا اور پھر جنگ کے وقت بھی آپ نے دینی آداب کو ملحوظ خاطر رکھا (معرکۂ کربلا کو لفظ جنگ سے تعبیر کرنا مناسب معلوم

نہیں ہوتا) اس کے برعکس یزید کے گماشتوں کا کردار تاریخ اسلامی کا افسوس ناک باب ہے،
حتیٰ کہ شامی لشکر کے قائد عمر بن سعد نے دوسرے روز صرف اپنے مقتولین کی نمازِ جنازہ
ادا کی۔ گویا عمر بن سعد حسینؑ بن علی اور ان کے ساتھیوں کو مسلمان ہی تصور نہ کرتا تھا ایسی صورت
میں یزیدی کارندوں کا اسلام محلِ نظر ہو جاتا ہے جو لوگ خانوادۂ نبوت کے فرزندوں کو مسلمان ہی نہ
سمجھیں اور ان کی لاشوں پر نمازِ جنازہ کے بھی روادار نہ ہوں تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ خود
اسلام سے کوسوں دور تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب یزید کو ان واقعات کا علم ہوا تو
اس نے اپنے ماتحتوں کو برا بھلا کہا اور تلافی مافات کی کوشش کی۔ مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ
سادہ لوح ذہنوں کی خام کاری ہے یزید نے ہرگز ایسا نہیں کیا اگر یزید خونِ حسینؑ سے بری الذمہ
ہونا چاہتا تو عمر بن سعد، شمر ذی الجوشن ضبابی، عبید اللہ بن زیاد، حصین بن نمیر وغیرہ کو اقتدار
سے محروم کر کے سزا دیتا مگر تاریخ بتاتی ہے کہ یہ لوگ یزید کی موت کے بعد تک نہ صرف
زندہ رہے بلکہ کسی نہ کسی حیثیت سے حکومت پر بھی فائز رہے۔ خاندانِ نبوت اور اصحاب
رسول ان لوگوں کے ہاتھوں ذلت اٹھاتے رہے اور قتل ہوتے رہے۔ میں نے انتہائی غیر
جانبدارانہ کی حیثیت سے تاریخ کے اس خونچکاں دور کا مطالعہ کیا ہے مخالف و موافق
روایات کو پرکھنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں .... کہ
یزید اور اس کے تمام کارندے اس بات کے شاکی تھے کہ رسالت بنو ہاشم میں کیوں چلی گئی اور
پھر یہ لوگ دنیاوی اقتدار سے محروم ہونے کے باوجود احساسِ برتری کا شکار رہے کہ مسلمان
ان کی حکومت اور ان کو دل سے تسلیم نہیں کرتے بلکہ عوام کی عقیدت و مودت بدستور
خاندانِ رسالت کے افراد سے وابستہ رہی۔ یہی وجہ ہے کہ یزید نے اپنی پوری قوت خاندان
نبوت کو ختم کرنے پر صرف کر دی اور عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس اور ہزاروں
صحابہ و تابعین کو بیعت پر مجبور کیا جو اس کے باوجود مدینہ میں مقیم تھے۔ یزید
نے ان بزرگوں سے کیوں زبردستی بیعت لینے کی کوشش کی جبکہ خلفائے راشدین

کے عہد میں جبریہ بیعت لینے کی کوئی ایک بھی مثال موجود نہ تھی، کسی بھی پہلو سے دیکھیں یزید اور اس کے رفقاء کار کے اس سیاہ کارنامے کا کوئی دینی، اخلاقی یا سیاسی جواز نہیں تھا لیکن حسینؓ کی عظمت اور ان کے ساتھیوں کی قربانیاں تاریخ انسانیت میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئیں اور بدبخت یزید اور اس کی اولاد ہمیشہ کے واسطے جاہ و جلال سے محروم ہو گئی اگر ہم واقعۂ کربلا کو کفر و اسلام کا معرکہ نہیں سمجھتے تب بھی ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ صحابہ کرام کے درمیان نظری و فکری اختلاف موجود تھا جس سے اموی بزرگوں نے خوب فائدہ اٹھایا اور اس طرح امت مسلمہ گروہ بندی کا نشانہ بنی۔

و امویوں نے خاندانی اقتدار بحال کرنے کے لئے ہر سیاسی حربہ آزمایا، دولت کے لالچ سے لے کر قتل و خون تک کو روا سمجھا۔

و سیدنا علیؓ ایسے صحابی اور علم و فضیلت کے مہر درخشاں کی خلافت کو ناکام بنانے کیلئے اموی بزرگوں نے ہر وہ قدم اٹھایا جسے وہ اپنے مفاد کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔

و سیدنا حسن بن علی نے محض امت کو خون خرابہ سے بچانے کے لئے حضرت معاویہؓ سے صلح کی تھی مگر امت کا کثیر طبقہ اس کے حق میں نہ تھا۔

و یزید کی نامزدگی کے بعد امام حسینؓ کے لئے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ پہلے یزید کی بیعت فسخ کرنے کی تحریک چلائیں چنانچہ انہوں نے اہل عراق سے یزید کو ہٹا کر نئے خلیفہ کا انتخاب امت کے سپرد کرنے کے لئے بیعت لی۔

عشرۂ محرّم
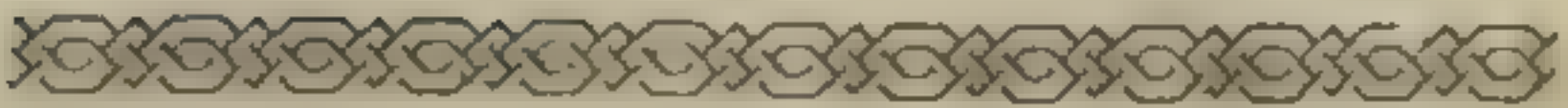
کربلا	انڈونیشیا	نجف اشرف
کوئٹہ	فلپین	بصرہ
قاہرہ	جنوبی افریقہ	بیت المقدس
طبروق	کوہ شہرباز	دمشق
مدینہ منورہ	مکہ معظمہ	نعت
استنبول	پاراچنار	

فضائل اہل بیت

قرآن مجید کی آیات

ندع ابنائنا و ابنائکم نازل ہوئی تو حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت کے مطابق حضور نے علیؓ، فاطمہ اور حسینؓ کو بلا کر فرمایا۔ "الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں"

جناب عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول خدا ایک روز سیاہ چادر پہنے باہر نکلے ...... تو حسینؓ، حسنؓ، فاطمہؓ اور علیؓ کو چادر میں چھپالیا اور یہ آیت پڑھی۔ "ویطہرکم تطہیرا"

مسورؓ بن مخرمہ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا سیدہ فاطمہؓ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے رنج دیا یا غصہ کیا اور ایذا دی اس نے مجھے ایذا پہنچائی۔

حضرت زیدؓ بن ارقم نے روایت کی کہ غدیر کے موقعہ پر رسول اللہ نے فرمایا ..... میں اپنے بعد خدا کی کتاب اور اپنے اہل بیت چھوڑ رہا ہوں ان دونوں سے محبت رکھنا۔ نیز فرمایا کہ "جو شخص علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ و حسینؓ سے لڑے گا وہ مجھ سے لڑے گا۔"

حضرت عبد اللہ ابن عمر اور ابو سعید روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا حسنؓ حسینؓ اہل جنت کے سردار ہیں اور میری دنیا کے پھول ہیں۔

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک بار حسنینؓ مسجد نبوی میں لڑکھڑاتے داخل ہوئے حضورؐ نے خطبہ روک کر دونوں کو اٹھالیا اور اپنے پاس ممبر پر بٹھا کر فرمایا .... یہ میرے بیٹے ہیں۔ ان سے بغض رکھنے والے اور ان سے لڑنے والے میرے دشمن ہیں۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا .... میرے اہل بیت کشتی نوح کی مانند ہیں۔ جو اس میں سوار ہوا منزل کو پہنچ گیا جو پیچھے رہا ہلاک ہوگیا۔

میں ہے۔ روضہ کے دو بڑے دروازوں کے سامنے ہیں۔ جو حضرت عباسؑ کے مزار تک چلے گئے ہیں۔ روضہ سے ملحق خیمہ گاہ ہے۔ کچھ فاصلے پر حضرت حُرؑ کا مزار اور گنج شہیداں ہے۔

یوں تو یہاں سارا سال ہی زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔ لیکن محرم کے دنوں میں تل دھرنے کو جگہ نہیں ملتی۔ دنیا کے مختلف گوشوں میں آباد مسلمان یہ ایام کربلا میں گذارنا پسند کرتے ہیں جس سال کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ اس محرم کی دس تاریخ کو کم و بیش آٹھ دس لاکھ انسانوں کا اژدہام تھا اور کسی جوان بہت شخص کو بھی حوصلہ نہ پڑتا تھا کہ ہجوم میں سے گزر سکے۔ اسی لئے عراقی حکومت ان دنوں ٹریفک اور حفظانِ صحت کا خصوصی انتظام کرتی ہے کوفہ، نجف اشرف، کاظمین، سامرہ، مسیب، موصل وغیرہ کے مسلمان تو ماہ ذوالحجہ ہی سے آنا شروع ہو جاتے ہیں اور ۱۳ ذوالحجہ سے چھوٹے چھوٹے جلوس نکلنے لگتے ہیں۔ لیکن اصل تقریبات کا آغاز یکم محرم ہی سے ہوتا ہے۔

محرم کا چاند نظر آنے کی اطلاع حکومت کی طرف سے ملتی ہے۔ جو ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے عوام تک پہنچائی جاتی ہے۔ لیکن کربلا میں لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ محرم کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ یکم سے بارہ محرم تک۔ ضلع کربلا کے تمام دفاتر عام تعطیلات مناتے ہیں۔ البتہ سپیشل پولیس اور فوج کو چھٹی نہیں ہوتی۔ اس روز سے گوشت ممنوع ہو جاتا ہے۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن پر علماء کی تقریریں شروع ہو جاتی ہیں۔ جتنے شہر بھر میں کانسی کے کٹورے بجا بجا کر آوازیں لگاتے ہیں "سبیل امام حسینؑ" اس قسم کی آوازیں ہی مجالس کا کام کرتی ہیں۔ روضۂ اقدس پر نصب شدہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ امام عالی مقام پر سلام پڑھا جاتا ہے۔ پھر کربلا کی جامع مسجد کے گلدستۂ اذان و اذان کے لئے مخصوص مینار سے اذان بلند ہوتی ہے۔ اس سے چاند کا اعلان کیا جاتا ہے۔ محرم کی پہلی رات کو سب سے پہلے جو سلام پڑھا جاتا ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

سلام ہو آپ پر اے فرزند رسولؐ
سلام ہو آپ پر اے فرزند خدیجۃ الکبریٰ

سلام ہو آپ پر اے فرزندِ علیؓ و فاطمہؑ۔

سلام ہو آپ پر اے وارثِ انبیاء۔

میں گواہی دیتا ہوں آپ نے نماز قائم کی۔

میں گواہی دیتا ہوں آپ نے زکوٰۃ کی ادائی کا حکم دیا۔

برائی سے روکا۔

حجت تمام کی۔

[illegible] کی ہدایت دی۔

میں برأت کا اعلان کرتا ہوں ان لوگوں سے جنھوں نے آپ کے نانا کی حرمت کا خیال نہ کیا۔

آپ کا خون ناحق بہایا۔

آپ کے حقوق کا احترام نہ کیا

آپ پر پانی بند کیا۔

آپ کے انصار و اعزہ کو قتل کیا۔

آپ کے بچوں کو ستایا۔

آپ کے اہلِ حرم کو اسیر کر کے دربدر پھرایا

اے خدا ہم کو حسینؑ کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا کر اور دشمنانِ حسینؑ کو شدید عذاب میں مبتلا فرما۔

یہ سلام نمازِ مغرب سے قبل پڑھا گیا۔ اس سے محرم کی ماتمی تقریبات کا آغاز ہوا۔ تمام مزارات کی ضریحیں سیاہ غلافوں میں لپیٹ دی گئیں۔ اسی رات بعد نمازِ عشاء محلہ سیفیہ تہران سے ایک ماتمی جلوس نکلا، جو سینہ کوبی کرتا ہوا روضۂ جناب امام زادہ یحییٰ پر ختم ہوا۔ یہاں سے روضۂ حضرت عباسؑ پر پہنچا اور ماتم کرنے کے بعد رات گئے تک

ہو گیا۔ اس کے بعد جگہ جگہ مجالس عزا شروع ہو گئیں۔ وسیع میدانوں میں ہر طرف لاؤڈ سپیکروں پر مصائب و مناقب پیش کئے جانے لگے ان مجالس میں علماء ذاکرین اردو، عربی، فارسی، سندھی بلکہ انگریزی اور پنجابی زبانوں تک میں اظہار خیال کرتے ہیں۔

یکم محرم صبح کے وقت سے لے کر سات محرم کی عصر تک چھوٹے بڑے جلوس مختلف محلوں اور بازاروں سے آتے رہے اور ماتم کر کے گزرتے رہے۔ ان دنوں شہر کے گلی کوچوں میں بھی تعزیئے رکھے رہے۔ یہ تعزیئے کشتی نما تھے۔ جن کی از حد بلندی چار پانچ فٹ ہو گی لیکن تعزیوں کو جلوس میں نہیں لایا جاتا۔ یہاں ہمیں جس قدر بھی تعزیئے دیکھنے میں آئے وہ عموماً لوہے یا ٹین کے بنے ہوئے تھے۔

حضرت قاسمؑ کا جلوس

سات آٹھ محرم کی درمیانی رات کو ایک بہت بڑا جلوس شہر میں داخل ہوتا ہے۔ جسے امام قاسم کا جلوس کہا جاتا ہے۔ اس میں دس بارہ سال کی عمر کا ایک لڑکا حضرت قاسم بن امام حسنؑ کے روپ میں لایا جاتا ہے۔ یہ جلوس ماتم کرتا ہوا پہلے روضۂ حضرت امام حسینؑ پر گیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرے بازار سے گزر کر روضۂ حضرت عباس پر پہنچا اور سینہ کوبی کے بعد منتشر ہو گیا۔ ان جلوسوں میں زنجیر کا ماتم نہیں دیکھا گیا۔ البتہ ہاتھ کا ماتم اتنے زور کا ہوتا ہے کہ دل دہل جاتا ہے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حضرت قاسمؑ کی شبیہہ کے لئے جو بچہ چنا جاتا ہے۔ کیا وہ کسی مخصوص خاندان سے ہوتا ہے یا عام! بہر حال لوگ اس پر عطر اور پھول نچھاور کرتے ہیں۔

اہل بحرین کا ماتم

آٹھ اور نو محرم کے دو روز اہل بحرین کے جلوس قابل دید ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے مخصوص لباس میں آتے ہیں۔ کوئی بھی موسم ہو یہ لوگ قمیض نہیں پہنتے ان کا ماتم زوردار ہوتا ہے۔ زنجیر، خنجر اور تلوار استعمال نہیں کرتے لیکن ہاتھ سے سینہ کوبی اس طرح کرتے ہیں کہ جلد پھٹ جاتی ہے اور خون کے لوتھڑے ہاتھ کے ساتھ اُڑ اُڑ کر زمین پر گرتے ہیں۔

۱۰ محرم کا ہنگامہ

یہ رات شاید ہی کوئی آرام سے گزارتا ہو۔ ساری رات سلسلہ مجالس جاری رہتا ہے۔ اگر علماء تھک جائیں تو قرأ تلاوت شروع کر دیتے ہیں۔ تمام رات ذکر اہل بیت میں کٹ جاتی ہے۔ دس محرم کو خیمہ گاہ کے احاطہ میں شمشیر زنوں کا ہجوم ہو گیا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ پہلے یہاں تلوار کا زبردست ماتم ہوتا تھا اور سینکڑوں ماتمی جاں بحق ہو جاتے تھے۔ لیکن عراقی حکومت نے یہ سلسلہ قانوناً بند کرا دیا ہے۔ اب اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ملک کے بڑے بڑے ڈاکٹر اور سرجن دس روز کے لئے یہاں کیمپ لگاتے ہیں۔ تلوار کا ماتم کرنے والے سر منڈوا کر کفن پہن لیتے ہیں اور ان ڈاکٹروں کے پاس اپنا نام درج کراتے ہیں۔ ڈاکٹر ان کا طبی معائنہ کرنے کے بعد دریافت کرتے ہیں کہ کتنے زخم کھانا چاہتے ہو؟ یہ لوگ اپنی عقیدت و جذبہ کے تحت زخموں کی تعداد بتاتے ہیں۔ ڈاکٹر طبی معائنہ رپورٹ کے پیش نظر ان کے زخموں کی تعداد مقرر کر دیتے ہیں اور جو لوگ فٹ قرار دیئے جاتے ہیں۔ وہ خیمہ گاہ کے اس رُخ پر بچھ جاتے ہیں۔ جو روضۂ امام حسینؑ کی طرف ہے اور پھر ڈاکٹر ایک بڑا سا وزنی چھرا لے کر ان کو بلاتے ہیں اور ان کے سر پر چھرے سے اتنے وار کرتے ہیں جو قابلِ برداشت ہوں۔ اس سے سر کی جلد پھٹ جاتی ہے اور جسم لہولہان ہو جاتا ہے۔ اس طرح یہ عجیب و غریب ماتم دو گھنٹے کے بعد ختم ہو گیا۔

حُر شہید کا لاشہ

اسی روز دوپہر سے ذرا قبل ایک زبردست جلوس خیمہ گاہ کی طرف آیا۔ آگے لکڑی کے تختہ پر جنازہ تھا جس کے اوپر سیاہ غلاف چڑھا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ حُر شہید کی شبیہ ہے۔ بغیر سر کے لاشہ تختہ پر لایا گیا ہے۔ اس کی صورت یہ تھی کہ تختہ پر ایک زندہ شخص لیٹا ہوا تھا۔ مگر اس کی گردن تختہ میں موٹا سا سوراخ کر کے نیچے لٹکا دی گئی تھی اور نیچے کا حصہ سیاہ چادر سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ صرف دھڑ ہی دھڑ نظر آتا تھا۔ یہ جلوس بھی سینہ کوبی کرتا ہوا روضۂ امام حسینؑ پر پہنچ کر منتشر ہو گیا۔ یہ جلوس ڈیڑھ میل دور حضرت حُر کے مزار سے شروع ہو کر حضرت عباسؑ

کے مزار پر پہنچا اور پھر اس طرف آیا۔ اس دوران اور بھی کئی ماتمی جلوس جو مختلف عراقی اور عربی قبیلوں کے تھے ماتم کرتے ہوئے آتے رہے اور مجلس میں بیٹھتے گئے۔

خیمہ کو آگ لگا دی گئی

نماز ظہر اور عصر کے وقت پختہ خیمہ گاہ کے قریب صحن میں سینکڑوں ماتمی آ گئے۔ انہوں نے اگرنے خیمے لگائے جیسا کہ امام حسینؓ نے اس وقت لگائے تھے۔ تھوڑی دیر میں ایک برص زدہ لمبا تڑنگا اور کریہہ صورت شخص چالیس پچاس تلواروں سے مسلح آدمیوں کے ہمراہ اس جگہ پہنچا اور عربی میں تیز کلامی کرتے ہوئے حکم دیا۔ ...... کہ ان خیموں کو آگ لگا دی جائے اور ان میں جو لوگ بیٹھے ہیں ان کو لوٹ لیا جائے۔

اس شخص کی ہدایت پر یہ لوگ خیموں میں گھس گئے۔ چیخ و پکار بلند ہوئی اور پھر خیموں کو آگ لگا دی گئی۔ یہ شخص شمر بن ذی الجوشن تھا۔ یہ منظر اس طرح پیش کیا جاتا ہے جیسا کہ بالکل حقیقی ہو۔ جو شخص شمر بنتا ہے اس پر زبردست لعنت وملامت ہوتی ہے۔

امام حسینؓ کے لاشہ کی شبیہہ

عصر کے بعد ایک جلوس اس جگہ سے تیار ہوا۔ اس کی صورت یہ تھی کہ لکڑی کے ایک تختہ پر حضرت امام حسینؓ کی بغیر سر کے لاش بنائی گئی۔ اس پر خون چھڑکا گیا اور پھر تختہ پر ابوالحارث کی بڑی سی تصویر رشیری صورت، آویزاں کی گئی۔ پھر اس تختہ کو اٹھایا گیا۔ اس وقت زبردست کہرام مچ۔ آہ و فغان سے آسمان پھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ سینہ کوبی شروع ہوئی۔ یہ جلوس خیمہ گاہ سے نکل کر روضہ امام حسینؓ کی طرف گیا اور یہاں پہنچ کر منتشر ہو گیا۔ دس محرم کو اس جلوس کے بعد کوئی جلوس نہیں نکلا۔ البتہ مجالس بدستور جاری رہیں۔

بنو اسد کا ماتمی جلوس

سب سے نرالا اور جذبات انگیز جلوس قبیلہ بنو اسد کا دیکھا۔ اس کی نوعیت دوسرے

اس کا بیرونی دروازہ ایک ہوتا ہے۔ یہاں سب سے بڑی گالی قادیانی اور یزید ہے۔ جب لوگ آپس میں کسی بات پر لڑتے ہیں تو ایک دوسرے کو قادیانی یا یزید کہتے ہیں۔ جو کسی فریق کے لئے قابلِ برداشت نہیں ہوتی۔ نجف اشرف میں زائرین کا ہجوم رمضان المبارک کے دنوں میں ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت علیؓ کی شہادت ۲۱ رمضان کو ہوئی تھی۔

یومِ شہیداں یوں تو سال کے تمام دن یہاں ماتم گساران حسینؓ و اہلبیت اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن ماہِ صفر کا درمیانی عشرہ ہنگامہ خیز ہوتا ہے۔ کوفہ۔ مدائن، سلمان پاک۔ اطفال مسلم وغیرہ شہر کے ماتمی جلوس نجف اشرف میں آتے ہیں۔ ان دنوں زائرین کا اژدہام ہوتا ہے۔ یہاں محرم کے دنوں میں رونق نہیں ہوتی۔ بلکہ صفر میں زائرین کا ہجوم ہوتا ہے۔ یہ لوگ چہلم یہاں مناتے ہیں اور حضرت امام حسینؓ کے جنازہ کی شبیہ بنا کر جلوس نکالتے ہیں۔ ان دنوں عراق کے تمام مشہور علماء کی سہ روزہ کانفرنس بھی ہوتی ہے نجف اشرف کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ یہاں شیعہ مسلمانوں کی عظیم یونیورسٹی قائم ہے۔

کوفہ

یہ عراق کا تاریخی شہر ہے۔ اسے حضرت عمرؓ فاروق کے عہد میں مسلمانوں نے فتح کیا اور پھر یہاں فوجی چھاؤنی قائم کی۔ بعد میں حضرت علیؓ نے اسی شہر کو اپنا دارالخلافہ بنایا حضرت امام حسنؓ کے عہد میں بھی یہی شہر مرکز خلافت رہا اور امام حسینؓ و دیگر شہدائے کربلا کے ساتھ جو واقعات پیش آئے۔ ان میں بھی اسی شہر کے باشندوں کو عمل دخل رہا۔ کوفہ دریائے فرات کے کنارے آباد ہے۔ اس کی آبادی ایک لاکھ کے قریب ہے۔ یہاں مقدس مقامات حسب ذیل ہیں:

جامع مسجد کوفہ جہاں حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ مزار حضرت مسلم بن عقیل

مزار ہانی بن عروہؓ۔ مزار مختار، کمرۂ عدالت حضرت علیؓ، حضرت علیؓ کا ذاتی رہائشی مکان، وہ تنور جس سے حضرت نوحؑ کے وقت طوفان پھوٹا تھا۔ مزار سیدہ خدیجہ صغرا بنت حضرت علیؓ، مزار حضرت یونس علیہ السلام احاطہ جس میں دس پیغمبروں کے مصلّے موجود ہیں، جامع مسجد سہلہ، مصلّے حضرت امام جعفر صادقؓ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت ادریس اور حضرت خضر علیہ السلام کے مصلّے، مزار حضرت زید، مزار جناب ابراہیم بن حسنؓ مثنیٰ۔ وہ مقام جہاں عبید اللہ بن زیاد نے اسیران اہل بیت کو رکھا۔ عراق کا یہ تاریخی شہر کربلا سے ساٹھ میل دور واقع ہے۔

محرّم کی رسُومات

پہلی محرم کو لوگ سیاہ لباس پہنتے ہیں۔ گھروں میں مجالس برپا کرتے ہیں اور نیازیں دلواتے ہیں۔ شہر میں کوئی امام بارہ نظر نہیں آیا۔ یہاں تعزیہ ذوالجناحؑ کے جلوس بھی نہیں دیکھے گئے۔ البتہ دس محرم کو سیاہ جھنڈوں کا جلوس بعد نماز ظہر جامع مسجد کوفہ سے شروع ہو کر مختلف بازاروں سے گزرتا ہوا مزار حضرت مسلمؓ پر ختم ہو جاتا ہے۔ لوگ خوب ماتم کرتے ہیں اور مختلف ٹولے مختلف نعرے لگاتے ہیں۔ جب جلوس ابن زیاد کے قصرِ امارت کے پاس پہنچتا ہے تو ابن زیاد پر خوب سب و شتم کیا جاتا ہے۔ گو قانوناً اس کی اجازت نہیں۔

کاظمین

عراق کی زمین قدرتی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہے۔ دریائے دجلہ کے کنارے سے بغداد کے اس طرف کی تمام آبادی سنی ہے۔ ان علاقوں میں خال خال شیعہ موجود ہیں اور بغداد سے کربلا کی طرف دجلہ کے اس پار کا علاقہ شیعہ آبادی پر مشتمل ہے

جلوسوں سے مختلف تھی۔ یہ جلوس دراصل بصرہ سے چلتا ہے۔ کیونکہ قبیلہ بنو اسد کے لوگوں نے ہی حضرت امام حسینؑ کے پاس کربلا کی زمین فروخت کی تھی۔ اس وقت اس قبیلہ کے لوگ کربلا کے آس پاس آباد تھے اور جب المیہ کربلا ہوا اور عمر بن سعد اپنے مقتولوں کی لاشیں دفن کر کے اس خطہ سے چلا گیا تو امام حسینؑ کے ساتھی شہداء کی لاشیں تیسرے روز یعنی ۱۲ محرم کو آکر دفن کی تھیں۔

یہ جلوس ان کی یادگار کے طور پر نکلتا ہے۔ اب بنو اسد کے لوگ بصرہ میں آباد ہیں جو کربلا سے ۲۶۰ میل دور ہے۔ مگر یہ لوگ وہاں سے پیدل روانہ ہوتے ہیں اور ۱۲ محرم کی صبح کو کربلا پہنچتے ہیں۔

اس جلوس میں سے آگے دس سال سے کم عمر کے بچے اور بچیاں تھیں۔ ان کے چہرے خاک آلود، گریبان چاک، پریشان بال، سفر کی صعوبتوں کی زندہ مثال ان کے پیچھے عورتیں گہوارے کے چوبی ڈھانچے سر پر اٹھائے ہوئے تھیں اور سب سے آخر میں مرد تھے۔ ان کے ایک ہاتھ میں بچہ اور دوسرے ہاتھ سے ماتم کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ اس جلوس کا استقبال کرنے کے لئے تمام زائرین اور کربلا کے شہری بازاروں میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور جلوس کے ساتھ شامل ہو کر روضۂ حضرت امام حسینؑ کے احاطہ میں آتے ہیں۔ یہاں زبردست ماتم ہوتا ہے۔ دو گھنٹے کے قریب ان کا ماتم ہوتا رہا۔ پھر یہ جلوس حضرت عباسؑ کے روضہ پر جا کر ختم ہو گیا۔

حضرت عباسؑ کا روضہ علقمہ نہر کے کنارے پر ہے۔

نہر فرات کے کنارے اور کربلا شہر میں بے شمار مزارات ہیں۔ ان میں حضرت امام حسینؑ، حضرت عباسؑ، جناب عونؑ و محمدؑ اور حضرت حرؑ کے مزارات کے علاوہ خیمہ گاہ، حضرت امام حسینؑ اور باغ حضرت امام جعفر صادقؑ زائرین کی عقیدت کی توجہ

توجہ کا مرکز بنے رہتے ہیں۔

انڈونیشیا!

(سماٹرا)

یہ ملک کئی ہزار جزیروں پر مشتمل ہے۔ دس کروڑ کی آبادی میں پچاسی فی صد مسلمان اور اکثر شافعی فقہ کے ماننے والوں کی ہے۔ اہلِ تشیع کی آبادی زیادہ تر سماٹرا میں ہے اسی شہر کے محلہ دارسنی میں ان کی بڑی جامع مسجد اور خوبصورت امام خانہ ہے۔ جہاں دسویں محرم کو تعزیہ کی نمائش ہوتی اور ماتم ہوتا ہے۔ عورتوں مردوں کی مخلوط مجالس کا رواج ہے صرف سماٹرا کے صوبہ میں دس محرم کو سرکاری تعطیل ہوتی ہے۔ سڑکوں پر جلوس نہیں نکلتے۔ شیعہ مسلمان عیدین کے علاوہ محرم کے دنوں میں قبرستان جانا ثواب سمجھتے ہیں۔ اور جادا شہر میں بھی اہلِ تشیع کا بہت بڑا تبلیغی مدرسہ و مرکز موجود ہے۔

نجف اشرف

دنیا بھر کے شیعہ مسلمانوں کا مقدس ترین مقام ہے۔ یہاں سیدنا حضرت علیؓ کا مزار ہے۔ یہ شہر عراق کے تمام شہروں کی نسبت قابل احترام تصور کیا جاتا ہے۔ یہ کوفہ سے چھ میل دور اور کربلا سے تیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں کے مقدس مقامات میں حضرت علیؓ کے مزار کے علاوہ حسب ذیل شامل ہیں:

مزار حضرت آدمؑ، مزار حضرت نوحؑ، جامع مسجد حنانہ جو نجف اشرف اور کوفہ کے درمیان واقع ہے۔ نجف اشرف کی آبادی چار لاکھ کے قریب ہے۔ اس میں نصف سے زائد غیر عراقی لوگ آباد ہیں۔ جو عقیدت و محبت کی وجہ سے، اپنے علاقوں سے مستقل طور پر ترک سکونت کر گئے۔ مکانوں کے نقشے بھی عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ خواہ کتنا ہی بڑا امکان ہو۔

ہے۔ پھر مناقب اور بعد میں مصائب اہل بیت بیان کئے جاتے ہیں۔ ایسے تمام چھوٹے بڑے جلوس جو شہر کے مختلف راستوں یا قریبی دیہاتوں سے آتے ہیں۔ مقام علی رضؑ پر جمع ہوجاتے ہیں۔ راستہ بھر ماتم ہوتا ہے اور اس جگہ پہنچ کر سینہ کوبی زور سے کی جاتی ہے بعض ماتمی زنجیر بھی استعمال کرتے ہیں۔ جلوس کے راستہ میں مختلف قراء سورۃ الرحمن بلند آواز سے پڑھتے جاتے ہیں۔ یہاں قرآن مجید کی تلاوت دوگانہ کے طور پر ہوتی ہے۔ پہلے ایک قاری آیت پڑھتا ہے تو دوسرا قاری دوسری آیت تلاوت کرتا ہے۔ جہاں مجالس حسینؑ برپا ہوتی ہیں۔ وہاں چھوٹے چھوٹے بچے کانسی کی ایک تھالی میں موم بتیاں سلگا کر رکھتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی سبز شاخیں بھی پاس رکھتے ہیں۔ ہر دس قدم پر جلوس روکا جاتا ہے اور یہ کلمہ پڑھا جاتا ہے..... "یا شہید کربلا یا لیتنا کنا معک فنفوزا"۔

ترجمہ:- اے شہید کربلا۔ کاش ہم اس وقت تیرے ساتھ ہوتے تو فلاح پاتے۔

ماتمی جلوس ساتویں محرم سے شروع ہو کر دسویں محرم عصر تک ختم ہوتے ہیں۔ ان تین دنوں میں سرکاری دفاتر بھی بند رکھے جاتے ہیں۔ محرم کے دنوں میں شیعہ آبادی جوش و خروش کا مظاہرہ کرتی ہے۔ لیکن یہاں کبھی جھگڑا فساد ان باتوں پر نہیں ہوتا۔ البتہ حکومت کی طرف سے انتظام سخت ہوتا ہے۔ مسلح پولیس اور فوج ساتھ چلتی ہے۔ کیونکہ اس شہر میں ماتمی جلوس نکالنے پر کوئی پابندی نہیں۔

شیعوں کے مقابلے میں دوسرے مسلمان فرقے بھی یہ دن عقیدت و احترام سے مناتے ہیں۔ ان ایام میں ختم شریف کراتے ہیں۔ خیرات تقسیم کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر نیکی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

——— .... ———

قاہرہ
(مصر)

قاہرہ جس کا پہلا نام فسطاط تھا حضرت عمرؓ کے عہد میں فتح ہوا۔ اس کے فاتح حضرت عمروؓ بن العاص تھے۔ قاہرہ میں ازہر یونیورسٹی کے علاوہ جس جگہ کی زیادہ شہرت ہے۔ اسے مقام حسینؓ کہتے ہیں۔ مقام حسینؓ وہ جگہ ہے۔ جہاں مصریوں کی روایت کے مطابق امام حسینؓ کا سر مبارک دفن ہے۔ سر مبارک کا مزار عالی شان اور وسیع ہے۔ پہلا مزار سلیمان بن عبد الملک کے عہد میں تعمیر ہوا تھا۔ جو گردش زمانہ کے ہاتھوں شکستہ ہو گیا۔ پھر برامکیوں نے اپنے عہد اقتدار میں اسے دوبارہ تعمیر کرایا۔ یہ منقش عمارت فن تعمیر کا نادر نمونہ ہے۔ جامعہ ازہر کے عین سامنے موجود ہے۔ جامعہ ازہر اور مقام حسینؓ سے ملحق وسیع میدان ہے۔ جو محرم کی تقریبات اور جامع ازہر کے اجتماعات کے لئے وقف ہے۔ مزار کے خاص حصہ پر خوبصورت گنبد ہے اور تین اطراف وسیع برآمدے ہیں۔ دائیں طرف بلند مینار ہے۔ جس کی کھڑکیاں جامع ازہر کے شمال کی طرف کھلتی ہیں۔

مزار سیدہ زینب مقام حسینؓ کے جنوبی جانب سیدہ زینبؓ بنت علیؓ کا مزارِ مقدس ہے۔ اس کا تمام انتظام خواتین کی ایک انجمن کے سپرد ہے۔ ہفتہ میں صرف جمعہ کے روز مردوں کو مزار پر حاضری دینے کی اجازت ہے۔ باقی دن عورتوں کے لئے مخصوص ہیں۔ مصریوں کا عقیدہ ہے کہ سیدہ کا حقیقی مزار یہی ہے۔ باقی تمام فرضی ہیں۔

تاریخی پس منظر حضرت امام حسینؓ کے سر مبارک کا مزار حقیقی ثابت کرنے کے لئے، مصری بہت سے دلائل رکھتے ہیں اور تاریخی حوالوں سے وہ ثابت

ان علاقوں میں سنی آبادی کا تناسب پانچ فی صد سے بھی کم ہے۔

۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق عراق میں ۲۲ لاکھ شیعہ ۲۴ لاکھ سنی اور ۴۰ لاکھ یزیدی بستے ہیں۔ یزیدی ایک فرقہ ہے۔ جس میں اکثریت کرد قبائل کی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حسینؓ اور یزید کے کردار خداوند کریم نے خود ادا کئے۔ یزید خدا کا دنیا میں مظہر تھا اور اس کی روح اب بھی کائنات پر حاوی ہے۔ یزیدیوں میں تبلیغ کا سلسلہ ہرگز نہیں۔ صرف وہی لوگ اس گروہ میں رہتے ہیں۔ جو نسلی طور پر اس گروہ سے ہوتے ہیں۔ دوسرے عقیدہ کو کوئی شخص ان کے عبادت خانوں میں نہیں جا سکتا یہ لوگ بھی کربلا کی یاد مناتے ہیں اور یزید کی فضیلت و بزرگی بیان کرتے ہیں۔

شیعہ مسلمانوں کے نکتہ نگاہ سے کاظمین کو مقدس شہر تصور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں حضرت موسیٰ کاظم کا مزار ہے۔ جس کی دنیا بھر میں شہرت ہے۔ یہ شہر بغداد سے صرف چھ میل دور ہے اور کربلا سے اس کا فاصلہ ۴۶ میل ہے۔

یہاں کے لوگ محرم کے دنوں میں کربلا جاتے ہیں۔ کاظمین و کربلا کے درمیان سات سے بارہ محرم تک سپیشل بسیں چلتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود دس محرم کو چھوٹے چھوٹے جلوس سیاہ نشان اٹھائے حضرت امام موسیٰ کاظم کے مزار پر آتے اور ماتم کرتے ہیں۔ مزار کے احاطہ میں بعد نماز ظہر مجلس ہوتی ہے اور قرآن مجید کی تلاوت قرأت سے کی جاتی ہے۔ جس سے ایک سماں سا پیدا ہو جاتا ہے اور ماحول کی پاکیزگی نمایاں نظر آتی ہے۔

بصرہ

یہ عراق کا مشہور تاریخی قدیمی شہر اور بہت بڑی بندرگاہ ہے اور دریائے دجلہ کے کنارے آباد ہے۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں نیا شہر بسایا گیا تھا۔ دارالحکومت

بغداد سے ۲۵۶ میل دور واقع ہے۔ یہاں کی آبادی کا ۳۵ فی صد شیعہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اس شہر میں اہم ترین مذہبی اور تاریخی مقامات حسب ذیل ہیں:

و مقام علی یہاں حضرت علیؓ نے جنگ جمل کے بعد قیام فرمایا تھا۔ یہ ایک مسجد ہے۔ جس کے دروازے مہناری سے سپے رہتے ہیں۔ عمارت کے لحاظ سے بہت بڑی ہے۔

و مزار طلحہؓ بصرہ شہر سے سولہ میل دور حضورؐ کے صحابی اور عشرہ مبشرہ میں شامل حضرت طلحہؓ کا مزار یہاں جنگل میں ہے۔ مزار کا گنبد شکستہ ہو چکا ہے۔

و مزار حضرت زبیرؓ۔ بصرہ سے ۳۰ میل کے فاصلے پر ایک چھوٹا قصبہ مدینۃ الزبیر آباد ہے۔ اس کی آبادی پندرہ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ شہر کی عظیم الشان جامع مسجد میں حضرت زبیر بن عوام کا مزار موجود ہے۔

و مدینۃ الزبیر سے تین میل کے فاصلہ پر حضرت رابعہ بصریؒ، حضرت حسن بصریؒ اور امام ابن سیرین کے مزارات ایک قبرستان میں موجود ہیں۔

محرم کا احترام

سرکاری طور پر محرم کے ابتدائی گیارہ دنوں میں ریڈیو ٹیلی ویژن پر راگ و رنگ کا سلسلہ بند کر دیا جاتا ہے۔ شہر کے مکانوں اور دوکانوں پر سرخ، سبز، سیاہ علم لہرائے جاتے ہیں۔ بازاروں میں لمبی لمبی سیاہ چادریں تان دی جاتی ہیں۔ جگہ جگہ مجالس کا اہتمام ہوتا ہے۔ عورتیں ان مجالس میں مردوں کے ساتھ شامل نہیں ہوتیں۔ ان کے لئے علیحدہ انتظام ہوتا ہے۔ محرم کے دنوں میں عورتیں بھی سیاہ لباس پہنتی اور ننگے پاؤں چلتی ہیں۔ ساتویں محرم کو بازار بند ہو جاتے ہیں لوگ ماتمی نشان جو عام طور پر کپڑے کے ہوتے ہیں۔ جھنڈوں کی شکل میں لے کر بازار میں آجاتے ہیں اور جلوس کی صورت میں چلنے لگتے ہیں۔ ایک شخص جلوس کے آگے گھنٹہ بجاتا جاتا ہے۔ ان کے پیچھے دوسرے لوگ مرثیے پڑھتے چلتے ہیں۔ ہر مجلس میں پہلے تلاوت قرآن پاک ہوتی

ہے۔عید کی طرح گھروں میں میٹھی چیزیں پکائی اور بانٹی جاتی ہیں۔مغربی تہذیب کے دلدادگان پکنک پارٹیاں مناتے اور خوب عیش لوٹتے ہیں۔لیکن سات محرم کو اس نوع کی تقریبات یکسر منسوخ کر دی جاتی ہیں اور پھر رنج و ملال ماحول پر طاری ہو جاتا ہے۔جامع ازہر کے میدان میں سیاہ پرچم لہرانے لگتے ہیں اور زائرین کی بیشتر بسیں عراق، اردن اور افریقی ممالک سے آنی شروع ہو جاتی ہیں۔قاہرہ اور اس کے پاس کے شہروں کے درمیان اس مقصد کے لئے ٹرانسپورٹ سروس کا اہتمام ہوتا ہے۔زائرین میں صرف مذہب پرست یا قدیم خیالات کے حامل ہی نہیں۔بلکہ تجدد پسند لوگ بھی شامل ہوتے ہیں۔

مزار پر حاضری

۸ محرم کی صبح کو مزار کی زیارت کے لئے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔حجرہ کے دونوں جانب وسیع و کشادہ برآمادوں میں ہزاروں کی تعداد میں قرآن مجید کے نسخے رکھے جاتے ہیں۔وضو کا وسیع تر انتظام ہے۔اس مقصد کے لئے ٹیوب ویل چلتا رہتا ہے۔زائر وضو کرنے کے بعد حسب طاقت قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے بعد مزار کی جالی کے قریب جاتے اور فاتحہ پڑھتے ہیں ایک طرف سے جا کر دوسری طرف سے باہر نکلنا پڑتا ہے تاکہ بھیڑ نہ ہو۔زائرین کی دور دور تک قطاریں انتظار میں کھڑی رہتی ہیں۔

پولیس کا انتظام

مزار پر متعین پولیس کے افراد ۸ سے ۱۰ محرم تک سیاہ وردی پہنتے ہیں۔عام زائرین بازو پر سیاہ پٹی باندھتے ہیں۔

رات دن میدان حسین میں مجالس اور تقریروں کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور جگہ جگہ لاؤڈ سپیکر لگا کر تلاوت سنائی جاتی ہے۔زائر عبادات اور وظائف میں مصروف رہتے ہیں۔ان تین روز میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مصر کی ساری آبادی اس میدان میں جمع ہو چکی ہے۔خیموں اور سٹ میانوں کی بستی فقط ریت دور تک نظر آتی ہیں۔

اُم کلثوم کے مراثی

مشہور مصری مغنیہ ام کلثومؒ نو دس کی رات کو قاہرہ ریڈیو سے مشہور عربی شاعر فرزدق اور شاعرِ رسولؐ حضرت حسانؓ بن ثابت کے اشعار ترنم سے سناتی ہے (اب کا علم نہیں) جسے لوگ ذوق و شوق سے سنتے ہیں۔ اس کے علاوہ مصر کے تمام ریڈیو سٹیشن شہادت عظمیٰ کے بارے میں علماء کی تقریریں نشر کرتے ہیں۔ ۱۰ محرم کو جلوس غلاف کو منظر بھی نشر کی جاتی ہے۔ جو لوگ بھیڑ کی وجہ سے جلوس میں شامل نہیں ہو سکتے وہ ریڈیو لگا کر پروگرام گھروں میں سنتے ہیں۔ اس کی ریل ٹیلی ویژن پر بھی دکھائی جاتی ہے۔

مزار کا غلاف

مصر کے لوگ جس طرح بیت اللہ شریف کا غلاف مصری کاریگروں سے ہر سال اہتمام سے تیار کرا کے عقیدت و احترام کے ساتھ مکہ بھجواتے تھے۔ اسی طرح مزارِ حسینؑ کا غلاف بھی انہی کاریگروں سے تیار کرایا جاتا ہے۔ یہ غلاف ۲۰ مربع گز کا ہوتا ہے۔ اس کے درمیان میں کلمہ طیبہ موٹے حرفوں میں طلائی کتابت کاری سے کندہ کیا جاتا ہے۔ چاروں طرف آیات قرآنی لکھی جاتی ہیں اور غلاف کا جلوس ازہر سے علماء کی قیادت میں محرم کی دسویں کو نکالا جاتا ہے۔ پھر یہ جلوس قاہرہ کے بازاروں سے گزرتا ہے۔ جہاں ہزاروں لوگ مکانوں اور دکانوں پر کھڑے پھول برساتے ہیں۔ یہ جلوس مزارِ حسینؑ میں داخل ہوتا ہے۔ علماء غلاف کو ایک بلند چبوترے پر رکھ دیتے ہیں

مزار کا غسل

اس وقت حکومت کے اکثر وزراء اعلیٰ حکام مختلف ممالک کے سفیر نمائندے افواج کے اعلیٰ افسر اور علماء جمع ہو گئے ہیں۔ اسی دوران زائرین میں ہلچل سی پیدا ہوئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ شاہ مصر فاروق آ رہے ہیں۔ چنانچہ ایک کار مزار کے باہر آ کر رکی۔ شاہ فاروق بغیر کسی حفاظتی دستے کے احاطہ مزار میں داخل ہوئے مزار کے خادم اعلیٰ نے آگے بڑھ کر اندرونی حصہ کے دروازے کی چابی پیش کی۔ شاہ فاروق نے دعا مانگی اور پھر خود جا کر دروازہ کھولا۔ سب سے پہلے شاہ فاروق داخل ہوئے پھر علماء وزراء گئے۔ اس وقت لاکھوں کا ہجوم تھا۔ علماء نے قبر مبارک کو کستوری و عنبر سے

کی صداقت پیش کرتے ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق روایت ہے کہ اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک جب تخت حکومت پر قابض ہوئے تو ابتدائی دنوں میں ہی ایک رات ان کو حضور نبیؐ کریم کی زیارت نصیب ہوئی۔ خواب میں حضورؐ کو آتے دیکھ کر سلیمان اٹھا اور پیشانی کا بوسہ لیا۔ جس کے بعد سلیمان خواب سے بیدار ہو گیا اس نے دوسرے روز اہل دربار سے خواب بیان کر کے تعبیر دریافت کی۔ ان کے دربار میں مشہور مورخ و محدث علامہ ابن سیرینؒ بھی موجود تھے۔ انہوں نے تعبیر بتائی کہ خلیفہ کے ہاتھ سے خاندان رسول اللہ کے حق میں کوئی اچھا کام ہونے والا ہے۔ جس کی وجہ سے حضور نبی کریم خوش ہوں گے۔ یہ تعبیر سننے کے بعد سلیمان مدت تک منتظر رہا اور اولاد علیؓ اور فاطمہؓ سے بہتر سلوک اختیار کر لیا۔

سر مبارک کی دستیابی ایک روز سلیمان دمشق میں یزید بن معاویہ کے عہد کے کاغذات اور بیت المال کا جائزہ لے رہا تھا کہ اس دوران اس کے سامنے ایک آہنی صندوق پیش کیا گیا جو مقفل تھا۔ اس نے صندوق توڑنے کا حکم دیا جب صندوق کھولا گیا تو اس سے ایک انسانی سر ملا جس پر متعدد غلاف لپٹے ہوئے تھے۔ سلیمان نے کھول کر دیکھا تو سیدنا امام حسینؓ کا سر مبارک تھا۔ سلیمان پر حسینؓ کے چہرہ کو دیکھ کر لرزا طاری ہو گیا اور اس نے دوبارہ سر مبارک کو غلافوں میں لپیٹ کر صندوق میں رکھ دیا۔ یہ خبر شام، عراق، اور مصر میں پھیل گئی تو مسلمان زیارت کے لئے آنے شروع ہوئے سلیمان نے اس معاملہ میں علماء سے رجوع کیا۔

علماء کا مشورہ علماء نے خلیفہ کو مشورہ دیا کہ سر مبارک کو غسل دیا جائے اور کسی بلند جگہ پر تین دن زیارت عام کے لئے رکھا جائے۔ تین روز کے بعد دوبارہ کفن دے کر مصر کے کسی مرکزی مقام پر دفن کر دیا جائے۔ شام میں دفن کرنے کی علماء نے مخالفت کی۔ چنانچہ علماء نے سر مبارک کو غسل دیا۔ تمام بلاد اسلامیہ کے گورنروں کے ذریعہ زیارت کی اطلاع مسلمانوں تک پہنچائی گئی۔ تین روز تک لاکھوں

مسلمان زیارت کے لئے آتے ہے اس کے بعد موجودہ جگہ پر دفن کر دیا گیا اور پھر اس جگہ پر ایک بہت بڑا دینی مدرسہ جاری ہوا۔ جو عہد بہ عہد ترقی کرتا ہوا جامعہ ازہر کے نام سے مشہور ہوا۔

کربلا معلےٰ کی حقیقت سے انکار

مصر کے مسلمان کربلا معلےٰ میں امام حسینؓ کے مزار کو حقیقی نہیں سمجھتے۔ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ واقعہ کربلا کے بعد شہدا کے سر کاٹ لئے گئے تھے اور جسم کے باقی حصوں پر گھوڑے دوڑا کر ریزہ ریزہ کر دیا گیا تھا۔ بعد میں بنو اسد غاضریہ نے تمام شہدا کی لاشوں کو یک جا کر کے ایک گڑھے میں دفن کر دیا تھا۔ لہٰذا یہ تخصیص نہ رہی کہ کون بزرگ کس جگہ دفن ہے اور پھر حجاج بن یوسف نے اپنے زمانہ اقتدار میں کربلا کے اس حصہ پر ہل چلوا دیئے تھے اور ایک سو سال تک کھیتی باڑی ہوتی رہی۔ اگر کچھ نشانات موجود بھی تھے۔ تو حجاج کے عہد میں ختم ہو گئے تھے۔ لہٰذا شہدائے کربلا کے موجودہ مزار حقیقی نہیں فرضی ہیں۔ جو عباسی دور حکومت میں تعمیر ہوئے امام حسینؓ کے مبارک کا مزار جو قاہرہ میں ہے۔ اسے حقیقی سمجھتے ہیں۔

حج اور زیارت مزار

مراکش۔ ٹیونس، الجزائر، سوڈان، افریقہ اور مصر کے مسلمان حج سے واپسی پر مزار کی زیارت اور محرم کی تقریب دیکھنے کے لئے عموماً قاہرہ ٹھہر جاتے ہیں۔ بلکہ بعض مسلمان تو حج کی طرح محرم میں اس مزار کی زیارت کو فرض سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت مصر کو اس موقع پر وسیع تر انتظامات کرنے پڑتے ہیں۔

ساتویں سے دسویں محرم تک میدان حسینؓ میں لاکھوں کا اجتماع ہوتا ہے اور بڑی گہما گہمی ہوتی ہے۔

آغاز محرم

محرم کا چاند نظر آجانے پر سارے مصر میں جشن نوروز منایا جاتا ہے ایک روز سرکاری دفاتر میں تعطیل رہتی ہے خوشی کا اظہار کیا جا

بیت المقدس

فلسطین

(اسرائیل)

فلسطین[1] کا علاقہ ۱۷ھ میں حضرت عمرؓ فاروق کے عہد میں فتح ہوا۔ بیت المقدس کا معاہدہ انھوں نے خود تحریر کیا تھا۔ یہ علاقہ تمام اہل کتاب کے لئے مقدس و متبرک ہے۔ یہی مسلمانوں کا پہلا قبلہ تھا۔ اور اس کی مسجد اقصیٰ سے حضورؐ نبی کریم معراج کو تشریف لے گئے تھے فلسطین کا یہ حصہ انتہائی مقدس اور متبرک ہے۔ ذیل کے اہم مقامات سیاحوں کی توجہ کا مرکز ہیں

- جبل طور:- اسی پہاڑی پر حضرت موسیٰؑ خدا سے ہمکلام ہوتے تھے۔ بیت المقدس سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔
- مزار حضرت مریم صدیقہ (والدہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام)
- غار عیسیٰ:- جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام چھپے تھے۔
- تخت رب العالمین[2]:- یہ ایک قدرتی پتھر ہے۔ جو ہوا میں معلق ہے۔ اس کے نیچے صرف لکڑی کا جنگلہ بنا ہوا ہے۔
  حیرت کن منظر ہے کہ اتنی بڑی چٹان کس طرح بغیر سہارے کے قائم ہے۔
- حرم شریف:- یہ وہ مسجد ہے جسے حضرت داؤد علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔

---

[1] ۱۹۶۷ء سے اسرائیل کا اس پر قبضہ ہے۔

[2] تخت رب العالمین کا رقبہ ۳۶ مربع فٹ پر مشتمل ہے (عام اندازے کے مطابق)

و مسجد اقصیٰ۔ جہاں حضورؐ نے تمام انبیاء کرام کی امامت فرمائی اور پھر معراج کو تشریف لے گئے۔ یہاں وہ مصلے ابھی موجود ہیں۔ جہاں حضورؐ نے امامت فرمائی۔
و نشانِ براق :۔ جہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے۔
و مزار حضرت مولانا محمد علی جوہر چار دیواری کے اندر ہے۔ ان کے ساتھ شاہ عبداللہ بانی شرق اردن کا مزار موجود ہے۔
و مقبرہ حضرت سلیمان علیہ السلام
و مسجد عمر فاروقؓ اس جگہ حضرت خلیفہ دوم نے معاہدہ بیت المقدس تحریر کیا اور پھر نماز پڑھی۔ خاصی وسیع ہے۔
و کمرہ حضرت سلیمان علیہ السلام۔
و مقام مریم :۔ وہ جگہ جہاں حضرت مریم کو دردِ زہ شروع ہوا اور حضرت عیسیٰ کی ولادت ہوئی۔
و گھوڑا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔
و الخلیل :۔ یہ بستی بیت المقدس سے ۲۶ میل دور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نام سے منسوب ہے۔ بستی کے بازار چھتے ہوئے ہیں۔
و حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا مزار۔
و حضرت عزیز علیہ السلام کا مزار
و چاہ یوسف :۔ وہ کنواں جس میں حضرت کو ان کے بھائی پھینک آئے تھے۔ اور پھر بھیڑیے کی کہانی گھڑی تھی۔
و حوض سلیمان :۔ جہاں ملکہ بلقیس شیشہ کا فرش دیکھ کر حیران ہوئی تھی کہ یہ پانی ہے
و حضرت رفقہ زوجہ حضرت اسحاق پیغمبر کا مزار۔
و مزارات حضرت یوسف پیغمبر، حضرت یعقوب پیغمبر، حضرت سارہ زوجہ حضرت

ے غسل دیا۔ پرانا غلاف اتار کر اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے جو عقیدتمندوں نے بطور
برک حاصل کئے اس کوشش میں متعدد زائر زخمی ہو گئے۔ غسل کے بعد عطر وغیرہ مزار
ی نالی سے باہر ٹپکنے لگا تو زائرین نے پھر ہجوم کیا جس شخص کے ہاتھ پہ ایک قطرہ گرا۔ دوسروں نے
س کا ہاتھ چومنے کی کوشش کی۔ نصف گھنٹہ تک شاہ فاروق اور دیگر سرکردہ اصحاب ہجوم میں
ھرے رہے۔ غسل کے بعد بلند آواز سے کلام پاک کی تلاوت شروع ہوئی۔ معلوم ہو کہ نیا
لاف قبر پر چڑھایا جا رہا ہے۔ چنانچہ غلاف چڑھانے کے بعد یہ سب لوگ باہر آ گئے۔ غسل کی
قریبات ختم ہوئیں۔

نماز خوف

باہر آنے پر نماز خوف کی ادائیگی کا اعلان ہوا۔ اسی میدان میں صفیں بنائی گئیں۔ لاکھوں مسلمان دوگانہ میں شامل ہوئے۔ نماز کے بعد
شیخ جامعہ نے خطبہ شہادت و یا واقعات کربلا مختصر طور پر سنائے۔ شیخ الجامعہ کی پرسوز
آواز نے اس قدر متاثر کیا کہ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جس میں پرنم نہ ہو۔ خطبہ کے بعد دعا ہوئی۔

اکیس توپوں کی سلامی

دعا ختم ہوئی تو مصری توپ خانہ کی ایک توپ سے اکیس گولے فضا میں چھوڑے گئے۔ فوج کے ایک دستہ نے
جن کی ٹوپیاں اور قمیص سیاہ تھے۔ مزار کو سلامی دی اور پھر مارچ کر کے میدان سے چلا
گیا۔ شاہ فاروق نے زیارت عام کی اجازت کا اعلان کیا اس کے بعد تو ہجوم کی یہ کیفیت
تھی کہ الامان والحفیظ، مزار تک پہنچنا ممکن نہ رہا۔ عقیدت مند قرآن مجید کی تلاوت کرتے
قبر پر حاضری دیتے اور پھر باہر نکل جاتے۔ قطاروں میں زائرین کو رکھنا پولیس کے لئے
مشکل ترین مسئلہ تھا۔ عصر تک بھیڑ کا یہی عالم رہا۔

واپسی

جوں جوں زائرین زیارت کر کے فارغ ہوتے میدان سے رخصت ہوتے چلے جاتے۔ عشاء تک میدان خالی ہو گیا تھا ویسے زیارت کا
سلسلہ دو روزہ ۲۳ محرم تک مسلسل رہا۔ اس کے علاوہ مصر میں جشن کے دوران کوئی تقریب نہیں ہوئی۔

ممکن ہے کچھ لوگ گھروں میں کچھ اور اہتمام کرتے ہوں۔

عشرہ محرم کے دوران میں نے کسی شخص کو ماتم کرتے ہوئے بھی نہیں دیکھا۔ البتہ یہ ضرور سنا تھا کہ حاضری دینے والوں میں کچھ لوگ ایک ہاتھ سے ماتم کر رہے تھے۔ تا ہم مجھے پہلی مرتبہ اس نوع کی تقریب دیکھنے اور اس میں شامل ہونے کا موقع ملا تو احساس ہوا کہ اس نوع کا ماحول اگر ہر تقریب میں پیدا ہو تو کسی بھی مکتب فکر کے شخص کو گراں نہیں گزرے گا۔

جنوبی افریقہ

(مڈغاسکر)

یہ علاقہ حضرت عثمان کے عہد میں فتح ہوا تھا اور اسلامی فوج میں امام حسینؓ، امام حسن، عبداللہ بن زبیر بھی شامل تھے۔ امام حسینؓ کے غلام آسم بھی اسی علاقہ کے باشندے تھے۔ جس زمانہ میں مجھے محرم دیکھنے کا اتفاق ہوا، یہاں انگریزوں کی حکومت تھی۔ سرکاری سطح پر محرم کا کوئی اہتمام نہ تھا۔

مڈغاسکر میں دس محرم کو زبردست ماتمی جلوس دیکھا۔ سب سے آگے قبائلی سردار تھے۔ جنہوں نے اپنے نشانات اور سیاہ علم اٹھا رکھے تھے۔ ماتمی ننگے بدن تھے۔ سیاہ پرچموں پر ان کی مقامی زبان میں کچھ کلمات لکھے ہوئے تھے۔ وقفہ وقفہ کے بعد نعرے بلند ہوتے اور "تلوار قسم کے ایک ہتھیار سے پرجوش ماتم کرتے تھے۔ کئی افراد زخمی ہوئے۔ یہ جلوس جامع مسجد کے پاس منتشر ہوا۔ ماتمی جلوسوں کی اجازت لینی پڑتی ہے۔

□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□

…ہیم۔ یہ تمام مزارات الخلیل میں ایک رقبہ میں واقع ہیں۔

• غار انبیاء :۔ یہ ایک لمبی اور گہری غار ہے۔ اس کی بالائی چھت پر مسجد ہے۔ اس غار میں متعدد مزار موجود ہیں۔

• مزار حضرت عذیر پیغمبر۔

• الخلیل اور بیت المقدس کے درمیان ایک بستی مقام خضر کے نام سے موجود ہے۔ یہاں حضرت خضر کی تصویر آویزاں ہے۔

• مزار حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ ایک غیر آباد پہاڑی پر واقع ہے۔

• آس پاس چھوٹے چھوٹے کنویں ہیں۔ مقام تعجب ہے کہ بلند پہاڑی پر موجود ان کنوؤں کا پانی چار پانچ فٹ پر مل جاتا ہے۔

• حضرت سلیمان کی بلّی :۔ کہتے ہیں کہ یہ سفید بلی حضرت سلیمان کے عہد کی ہے۔

بیت المقدس :۔ شہر کے پرانے بازار چھتے ہوئے ہیں۔

عشرہ محرّم کا آغاز

دیگر عرب ممالک کی طرح یہاں بھی اسلامی جشن نوروز محرم کا چاند نظر آنے پر شروع ہوتا ہے اور تین دن جشن جاری رہتا ہے۔ سرکاری طور پر یکم محرم کو دفاتر میں تعطیل رہتی ہے۔ تین محرم کے بعد سات محرم تک ماحول میں کسی قسم کی تبدیلی محسوس نہیں ہوتی۔ البتہ سات محرم کو بعد نماز مغرب مجلس عزا کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ شہر کے مختلف محلوں میں مجالس میں پڑھے جانے والے مرثیوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ لیکن شہر میں کوئی امام باڑہ نظر نہیں آیا۔ شاید یہاں کے لوگ اس نوعیت کی کسی شے کو جانتے بھی نہیں یا اس کی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے ہوں۔

وادی لوط

یہ وادی بیت المقدس سے ۲۲ میل دور جنوب مغرب میں واقع ہے۔ یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور چالیس فی صدی شیعہ

آباد ہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔ سات محرم کے بعد سیاہ لباس بہت کم نظر آیا۔ لیکن اکثر مسلمانوں نے دائیں بازو پر سیاہ پٹی باندھی ہوئی تھی۔ سات اور آٹھ محرم کی درمیانی رات کو بازار میں زبردست شور سن کر باہر نکلا تو معلوم ہوا کہ اہلِ تشیعہ نے علم کا جلوس نکال رکھا ہے۔ آٹھ فٹ لمبے بانس پر سیاہ پرچم جس کے وسط میں ہاتھ کا سفید نشان بنا ہوا تھا۔ ایک شخص علم تھامے جلوس میں سب سے آگے آگے چل رہا تھا اور بلند آواز سے یہ آیت تلاوت کرتا جاتا ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء اور دوسرے لوگ الحسین، الحسین، پکارتے چلے جاتے ہیں۔ یہ جلوس عشاء کے بعد شروع ہو کر نمازِ فجر سے قبل غار الانبیاء میں ختم ہو گیا۔ جلوس میں کوئی ماتم نہیں ہوا۔ جلوس کے خاتمہ پر علماء نے واقعات کربلا پر تقریریں کیں اور بعد میں نمازِ فجر ادا کی گئی۔

مسجد اقصیٰ

محرم کی آٹھویں سے گیارہویں تک مسجد اقصیٰ میں مجالس عزا کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی مسجد سے حضورؐ نے سفر معراج شروع کیا تھا۔ اس کے صحن میں مختلف اکابر حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، حسنؓ، حسینؓ کے نام کے مصلے موجود ہیں۔ مجالس عزا کا اہتمام مصلے علیؓ کے حصہ میں کیا جاتا ہے۔ اس مصلے کے سامنے کا دروازہ عیسائیوں کے معبدِ اعلیٰ کی طرف کھلتا ہے جس کے باہر دیوار گریہ ہے یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مختلف اذیتیں دی گئی تھیں۔ اس دیوار پر تصویروں کے ذریعہ ان اذیتوں کو واضح کیا گیا ہے۔ اس جگہ عیسائی دھاڑیں مار کر روتے ہیں اور اگر اس دوران کوئی عیسائی مر جائے تو اسے نجات دہندہ سمجھا جاتا ہے ۔۔۔۔ مصلی علیؓ پر مجالس عزا میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ مسلمان اس موقع پر پاکیزگی کا بڑا لحاظ رکھتے ہیں بغیر وضو کے نہیں بیٹھتے۔ مجلس سے اُٹھ کر نوافل بھی پڑھتے ہیں۔ مقررین اور علماء قرآن مجید کی تفسیر زیادہ بیان کرتے ہیں۔ یہاں سیاہ لباس پہنا جاتا ہے۔

دسویں محرم

نو اور دس محرم کی رات کو کسی جگہ مجالس نہیں ہوتیں البتہ دس محرم کو شیعان علی کا بہت بڑا عالم ایک خاموش جلوس کی قیادت کرتے ہوئے مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہوا۔ نمازِ فجر ادا کی اور پھر قرآن خوانی شروع ہوئی۔ اس دوران مختلف اطراف سے جلوس کی صورت میں لوگ شامل ہوتے رہے۔ جب کوئی نیا جلوس آتا۔ بلند آواز سے نعرے لگائے جاتے۔ چھوٹے چھوٹے تعزیئے اور سیاہ علم اٹھائے لوگ مسجد میں نمازِ ظہر تک آتے رہے اور اس وقت کئی ہزار کا اجتماع ہو گیا۔

نویں سے تیرھویں تک فلسطین میں سینما، شراب خانے اور ذبح خانے بند رہتے ہیں۔

مفتی اعظم کی آمد

نماز سے تھوڑی دیر قبل بازار سے نعروں کی گونج سنائی دی۔ تو ایک مقرر نے اُٹھ کر اعلان کیا کہ حضرت مفتی اعظم تشریف لا رہے ہیں میری طرح ہر شخص ان کا انتظار کرنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد حضرت سید امین الحسینی مفتی اعظم فلسطین مرحوم مختلف مکاتیب فکر کے علماء مثلاً مالکی حنبلی، شافعی، حنفی، جعفری کے [illegible] میں تشریف لائے۔ لیکن اجتماع میں سے کوئی شخص بھی تعظیماً کھڑا نہیں ہوا۔ بعد میں مجھے بتایا گیا کہ مسجد میں اس قسم کی تعظیم شرعاً جائز نہیں۔ مفتی اعظم اور دیگر علماء منبر کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ اس دوران سلطنت اردن کا وزیر اوقاف بھی بطور نمائندہ حکومت شامل ہوا۔ نمازِ ظہر مفتی اعظم کی اقتدا میں ادا کی۔ نماز کے بعد مختلف علماء نے تقریریں کیں۔ آخر میں مفتی اعظم نے فلسفہ شہادت بیان کیا اور پھر نمازِ خوف کی ادائیگی کا اعلان فرمایا۔

نمازِ خوف

یہ نماز بغیر امام کے انفرادی دو رکعت ادا ہوئی۔ لیکن صف بندی کی گئی۔ نماز کے بعد مفتی اعظم و دیگر علماء مجلس سے چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد فرزدق کے شعر ترنم سے سنانے کا سلسلہ شروع ہوا جو نماز عصر تک جاری رہا۔ عصر پڑھنے کے بعد یہاں سے ایک بہت بڑا ماتمی جلوس مرتب ہوا۔ اس میں چھوٹے چھوٹے سینکڑوں تعزیئے اور علم لوگوں نے اٹھا رکھے تھے ہر شخص نے اپنی جوتیاں اتار دی تھیں اور ننگے پاؤں مسجد سلیمان کی طرف چل پڑے میرے اندازے کے مطابق دس ہزار سے زائد مسلمان اس جلوس میں شامل تھے۔ جلوس میں ہاتھ کا ماتم بھی کچھ لوگوں نے کیا مگر حلقہ بنا کر نہیں بلکہ چلتے پھرتے! بعض کے رونے اور چیخنے کی آواز بھی بلند ہو جاتی تھی۔ سورج غروب ہونے والا تھا۔ جب جلوس مسجد سلیمان کے پاس پہنچا تو تعزیئے غار الانبیاء کے قریب جا کر دفن کئے گئے۔

تعزیوں کی اقسام یہاں پر ہر بزرگ کے نام پر علیحدہ تعزیہ بنایا جاتا ہے اور ہر بزرگ سے منسوب تعزیہ کی ہیئت دوسروں سے مختلف ہوتی ہے مثلاً حضرت علیؓ کے نام پر منسوب شدہ تعزیئے کے اگلے حصہ میں دو تلواریں لگی ہوئی تھیں۔ حضرت عباسؓ کے تعزیہ کی ٹوپی پر ہاتھ کا نشان تھا۔ حضرت امام حسنؓ کے تعزیہ پر مہندی ہی مہندی لگی ہوئی تھی۔ امام حسینؓ کے تعزیہ کا رنگ سرخ تھا۔ تعزیوں کی لمبائی پانچ فٹ اور چوڑائی تین فٹ سے زیادہ نہ تھی اور یہ لکڑی و کاغذ سے بنے ہوئے تھے۔ یہاں کے لوگ تعزیوں کے سامنے نہیں جھکتے اور نہ ہی منتیں مانتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ جس شخص نے اس سال تعزیہ بنایا ہے۔ آئندہ بھی بنائے اور نہ ہی یہاں تعزیہ بنانے یا جلوس میں لے کر چلنے پر کوئی پابندی ہے۔

خواتین کی مجلس جس جلوس یا مجالس میں شامل ہونے کا موقع ملا ان میں خواتین کو نہیں دیکھا۔ البتہ استفسار کرنے پر چند لوگوں نے بتایا کہ خواتین کی مجالس عزا مسجد عمر میں ہوتی ہے کیونکہ مجھے شمولیت کا موقع نہیں ملا۔ اس لئے ان کی کیفیت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

شام غریباں

مسجد اقصیٰ اور حضرت سلیمان کے درمیان وسیع میدان میں گیارھویں محرم کو بعد نماز عصر مجلس عزا شروع ہوئی جو نماز مغرب تک جاری رہی۔ نماز مغرب کے بعد مختلف صحرائی قبیلوں کے سردار اپنے مخصوص لباس میں آنے شروع ہوئے پھر حکومت کے وزراء اور حکام کی جماعت شامل ہوئی۔ عشاء سے قبل علماء نے مصائب بیان کئے۔ پھر فاتحہ خوانی کے بعد مجلس برخاست ہوگئی۔ یزیدیوں اور یہودیوں کے علاوہ دیگر تمام مسلمان وغیر مسلم فرقے شام غریباں کی مجلس میں شامل ہوتے ہیں۔

مقام امیرالمومنین (افغانستان)

دریا گردیز کے کنارے ایک خوبصورت عمارت مقام امیرالمومنین حضرت علیؓ کے نام سے منسوب ہے یہاں پر ہر سال ٢٣ مارچ کو جشن نوروز منایا جاتا ہے۔ ان دنوں پاکستان کے قبائل بھی بلا اجازت میلہ میں شامل ہوتے ہیں۔ یہاں کے لوگوں میں ایک حکایت مشہور ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک دیو قامت کافر کو اس جگہ قتل کیا تھا۔ مگر اس کی لاش پر زخم ہمیشہ رستے رہتے ہیں۔ بارش اس وقت ہوتی ہے۔ جب اس کے زخم بھر جائیں گو اس میں صداقت نہیں مگر حکایت مشہور ہے۔

طبروق

(لیبیا)

یہ واحد مسلم ریاست ہے جہاں یزیدی فرقہ باقاعدہ طور پر اپنے عقائد کے مطابق رسومات محرم ادا کرتا ہے اور عشرہ کو یوم فتح کی حیثیت سے مناتا ہے۔ لیبیا کا بیشتر علاقہ حضرت عثمان کے عہد میں فتح ہوا تھا لیکن مکمل قبضہ یزید بن معاویہ کی موت کے بعد اموی خلافت نے حاصل کیا اور پھر امویوں کا اقتدار ہی قائم رہا۔ لیبیا میں نیم سیاسی

حکومت قائم ہے۔ اس کے سربراہ ہمیشہ ایک ہی خاندان سے مقرر ہوتے ہیں۔ یہ سربراہ خود کو امام حسنؑ کی نسبت سے حسنی کہلاتے ہیں۔ ریاست کی آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ ہر فرقہ کے لوگ آباد ہیں۔ مجموعی تناسب کے لحاظ سے شیعہ اقلیت میں ہیں۔ اور معاشرتی اعتبار سے درمیانہ طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ محرم کی مجالس میں امراء یا رؤسا شامل ہوتے نہیں دیکھے گئے۔ اس کی ایک وجہ تو سیاسی ہے کہ سربراہ حکومت کے ذاتی عقائد و نظریات کی اطاعت امراء کی نظر میں ضروری ہے۔

محرم کا آغاز دیگر مسلمان ریاستوں کی طرح محرم کا چاند نظر آنے پر یہاں بھی جشن نوروز منایا جاتا ہے۔ لیکن ایک دن سے زیادہ ہنگامہ نہیں رہتا۔ ۹ محرم کو بڑے بڑے قصبات میں ماتمی جلوس نکلتے ہیں۔ ان میں طرابلس۔ پورٹ سنزو۔ پورٹ کیوزد مرسا مطروح، الدابہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ یہ جلوس کچھ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ایک شخص سیاہ پرچم اٹھائے آگے آگے چلتا اور بلند آواز سے الحسینؑ الحسینؑ پکارتا ہے۔ جس کے جواب میں دوسرے لوگ بھی پکارتے ہیں۔ بعض لوگ کلمہ طیبہ بھی بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ سیاہ لباس کسی جگہ نظر نہیں آیا۔ البتہ دس محرم کو طرابلس میں دو آدمیوں کو دیکھا۔ جنھوں نے سیاہ پٹی بازو پر باندھ رکھی تھی۔

ذوالجناح ساری ریاست میں کسی جگہ تعزیہ نہیں بنتا نہ اس کی اجازت ہے۔ البتہ ذوالجناح کے جلوس دسویں محرم کو مختلف شہروں میں نکلتے ہیں۔ گھوڑے کو خوب سجایا جاتا ہے اور عقیدت مند اس گھوڑے پر چڑھاوے بھی پیش کرتے ہیں۔ جن میں بعض قیمتی ہوتے ہیں۔

طرابلس میں عشرہ محرم طرابلس لیبیا کا مرکزی شہر ہے اور اس کی آبادی بھی خاصی ہے۔ محرم کی دسویں کو علی الصبح جب کہ ہوٹل کے کمرہ میں سویا ہوا تھا ایک شور میرے کانوں سے ٹکرایا۔ میں نے اٹھ کر بالکونی سے نیچے دیکھا تو

تو ایک ماتمی جلوس گزر رہا تھا۔ منہ دھو کر میں سڑک پر آ گیا۔ میری دلچسپی بڑھنے لگی۔ چنانچہ ناشتہ کئے بغیر میں جلوس سے ذرا پیچھے چلنے لگا۔ مجھے بتایا گیا کہ جلوس بیس میل دور ایک قصبہ سے ہر برس آتا ہے۔ یہ لوگ روزہ رکھ کر شہر کو چل پڑتے ہیں۔ سارا دن شہر میں چلتے ہیں اور سورج غروب ہونے کے بعد مجلس شام غریباں منا کر منتشر ہو جاتے ہیں۔ اس جلوس میں شیعوں کے علاوہ کسی دوسرے فرقہ کا کوئی شخص شامل نہیں ہوتا۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ کسی غیر شیعہ کو دلچسپی ہی نہیں ہوتی اور میرا معاملہ چونکہ مشاہداتی تھا۔ اس لئے جلوس کے ساتھ چلتا رہا۔ راستے میں چھوٹے چھوٹے جلوس اس میں شامل ہوتے گئے۔ بڑا جلوس تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ٹھہر جاتا۔ علماء کربلا کے واقعات بیان کرتے اور خوب نعرے لگاتے۔ ابھی جلوس جامع مسجد کے پاس نہیں پہنچا تھا کہ سورج غروب ہو گیا۔

شاہِ لیبیا کی آمد

ایک نئی چیز لیبیا میں دیکھی۔ جس سے میں بہت متاثر ہوا وہ یہ کہ ہر شہر یا قصبہ کا حاکم اس امر کا پابند ہے کہ وہ نماز جمعہ خود پڑھائے اور طبرق میں صرف ایک ہی مسجد میں جمعہ ہوتا ہے۔ جس کی امامت شاہ خود کرتا ہے۔ یا اس کا کوئی نمائندہ! چنانچہ اس روز جب کہ جلوس مسجد کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ یکایک شور ہوا اور شاہی فوج کا ایک دستہ مارچ کرتا ہوا مسجد کے پاس پہنچا تھوڑی دیر بعد شاہِ لیبیا ادریس السنوسی بھی آ گئے۔ شاہ نے اجتماع سے مختصر خطاب کیا اور پھر مغرب و عشاء کی نمازیں ملا کر پڑھیں۔ نماز پڑھنے کے بعد شاہ واپس چلے گئے۔ بعد میں مجلس شام غریباں برپا ہوئی جس میں شامل نہ ہو سکا کیونکہ مجھے زیدی فرقہ کی تقریب دیکھنے کا شوق تھا۔

۱؎: لیبیا کے موجودہ صدر کرنل قذافی ہیں۔ جو یکم ستمبر ۱۹۶۹ء کو لیبیا کے شاہ ادریس السنوسی کے تختہ اُلٹ کر آئندہ حکومت پر قابض ہو گئے۔

یوم فتح یزیدی ایک باقاعدہ فرقہ ہے۔ جو یزید بن معاویہ کو خدا کا مظہر سمجھتا ہے۔ اور واقعہ کربلا میں امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کو "دجل کی عبرت ناک شکست" تصور کرتا ہے۔

لیبیا کے اکثر شہروں اور صحرائی علاقوں میں ان کی آبادی ہے۔ بڑے مال دار لوگ ہیں اور عقائد کے لحاظ سے سخت متعصب بھی۔ یہ دس محرم کو یوم فتح مناتے ہیں اور یزید کی صفت وثنا بیان کرتے ہیں۔

طروق میں رات کے وقت ان کی تقریب میں شامل ہونے کا اتفاق ہوا۔ کم و بیش تین چار ہزار آدمی اجتماع میں موجود ہوں گے۔ کرسیوں پر علماء اور امراء بیٹھے تھے۔ ایک ہی قسم کی ڈاڑھیاں اور ایک ہی قسم کا لباس تھا۔ تیز سرخ رنگ کے جبے پہنے ہوئے تھے۔ اور سر پر گاندھی ٹاپ کی ٹوپیاں تھیں۔ آہستہ آہستہ عربی کلمات ادا کر رہے تھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یزید پر صلوٰۃ بھیج رہے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد فوجی قسم کے بینڈ کی آواز آئی۔ سب لوگ چوکنا ہو گئے۔ بینڈ کی آواز نزدیک آتی گئی۔ میں نے ایک طرف ہٹ کر دیکھا کہ ایک جلوس آرہا ہے۔ اس میں سب سے آگے ایک وجیہہ قسم کا عالم سرخ جبہ اور سفید عمامہ پہنے چل رہا ہے۔ جونہی یہ جلوس اجتماع کے قریب پہنچا۔ تمام لوگ تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ یہ عالم ایک بڑی کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ پھر دیر تک نعرے گونجتے رہے اور پھر تلاوت کلام پاک ہوئی۔ تلاوت کے بعد ایک شخص نے مناقب یزید بیان کئے۔ پھر اس عالم نے یزید کی سیرت و کردار پر تقریر کی اور معرکہ کربلا میں حسینؓ بن علی کی شہادت کو شکست اور یزید کی فتح کے طور پر بیان کیا۔

تجدید عہد ہر سال کی طرح اس سال بھی اجتماع سے اس عہد کی تجدید کرائی گئی کہ وہ حلقہ یزید سے ہرگز باہر نہیں جائیں گے اور اپنے عقائد پہ قائم رہیں گے۔ دو ڈھائی گھنٹے بعد یوم فتح کی تقریب ختم ہو گئی۔

دیگر شہروں میں

سنا گیا ہے کہ لیبیا کے دیگر شہروں میں بھی اسی طرح شیعہ حضرات یوم شہادت مناتے ہیں ۔ مجالس برپا کرنے اور غم و رنج کا اظہار کرتے ہیں اور یزیدی یوم فتح مناتے ہیں ۔ اس بنیادی تضاد فکر کے باوجود ریاست میں کسی جگہ مذہبی نوع کے فسادات نہیں ہوتے ۔ حکومت نے ہر فرقہ کو اس کے عقائد کے مطابق تقریبات انجام دینے کی محدود اجازت دے رکھی ہے ۔

جھنگ میں مزار رسول

جھنگ شہر کے نزدیک قبرستان شہیداں میں ایک عمارت موجود ہے ۔ جس میں پانچ متوازی قبریں خوبصورت چبوترہ کی شکل میں بنی ہوئی ہیں ۔ یہ پانچ تن حضرت محمد رسول اللہ حضرت علیؓ ، جناب فاطمہؓ و سیدنا حسینؓ و حسنؓ کے نام سے منسوب ہیں ۔

کوہ شہر بانو

(ایران)

ایران میں تہران، آبادان، زاہدان، مشہد، قم، شیراز وغیرہ تاریخی مذہبی اور سیاسی لحاظ سے مشہور شہر ہیں اور ان شہروں میں عہد اسلامی کی بعض مقدس یادگاریں بھی موجود ہیں۔ لیکن شیعوں کے مخصوص عقائد کے اعتبار سے مشہد مقدس۔ قم اور کوہ شہر بانو خاص شہرت کے حامل ہیں۔ کوہ شہر بانو تہران کا ایک حصہ ہے۔ تہران سے صرف ۸ میل دور ایک پہاڑی ہے۔ جس کی بلندی پر جناب شہر بانو زوجہ سیدنا امام حسینؓ کا مزار واقع ہے۔ اکثر شیعہ محرم کی ابتدائی دس دنوں میں اور ۲۰ صفر کو مزار پر حاضری دینا سعادت سمجھتے ہیں۔ دسویں محرم کو اس مقصد کے لئے سپیشل ٹرانسپورٹ سروس بھی چلتی ہے۔ جو روضہ شاہ عبدالعظیمؒ، روضہ جناب حمزہ ابو القاسم، ابن امام موسیٰ کاظم، روضہ امام زادہ طاہر شاہ، روضہ امام زادہ موسیٰ کاظم، روضہ امام زادہ صالح ابن موسیٰ کاظم اور مزار بی بی شہر بانو کی زیارت کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔

تاریخی اعتبار سے یہ معاملہ مشکوک ہے کہ جناب شہر بانو کا انتقال ولادت جناب سید زین العابدین کے بعد مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔ مگر ان کا جسد مبارک کب لایا گیا اور لایا بھی کہ نہیں۔ کیونکہ مدینہ منورہ کے قبرستان میں جہاں دیگر بزرگوں کے مزارات کے نشان موجود ہیں۔ ان میں بی بی شہر بانو کا مزار شامل نہیں۔ لیکن کسی بھی مورخ نے اس پہلو پر تحقیق نہیں کی کہ ان کا حقیقی مزار کہاں ہے؟ جب کہ ان کی وفات یقینی طور پر مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں ہوئی تھی۔

قطع نظر اس کے زائرین اور عقیدت مند کوہ شہر بانو کی زیارت مقدم سمجھتے ہیں۔ دسویں محرم کو سیدہ شہر بانو کے مزار پر مجلس بھی ہوتی ہے اور ماتم بھی ہوتا ہے۔ تعزیہ اور ذوالجناح کے جلوس بھی نکلتے ہیں۔ لیکن اجتماع کثیر نہیں ہوتا اور نہ ہی شدت کا ماتم ہوتا ہے۔

مشہد مقدس

یہ مقدس و تاریخی شہر حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار کی وجہ سے زیادہ مشہور ہے۔ بڑا خوبصورت شہر ہے۔ اس کے نو بازار ہیں اور ہر بازار مزار کے پاس جاکر ختم ہوتا ہے۔ جس بازار میں جائیں سامنے مزار نظر آتا ہے۔ اس شہر کی تمام اراضی حضرت امام رضا کی ذاتی ملکیت تھی۔ اس شہر میں کوئی دکان یا مکان کسی شخص کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ یہاں کا ہر باشندہ امام صاحب کا کرایہ دار ہے۔

حکومت ایران نے شہر اور مزار کے لئے ایک وقف بورڈ قائم کیا ہے۔ جس کے چیئرمین شاہ ایران ہوتے ہیں۔ جائیداد اور مزار کی تمام آمدنی دینی تعلیم، غربا پروری اور مسافروں کی آسائش پر صرف کی جاتی ہے۔ اس وقف کی سالانہ آمدنی تیس کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔ مزار کے پاس بہت بڑا مسافر خانہ ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار مسافر بیک وقت رہ سکتے ہیں اور ان کے کھانے پینے کا سارا انتظام وقف کے ذمہ ہوتا ہے۔ سارا سال زائرین کا ہجوم ہوتا ہے۔ لیکن محرم کے علاوہ صفر کے دنوں میں بھی زائرین کی تعداد میں بے اندازہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

ایران میں خونی ماتم کی ممانعت

ایران ۹۵ فی صد شیعہ آبادی کا ملک ہے۔ حکومت کا آئین شیعہ فقہ کی بنیاد پر مرتب ہوا ہے۔ تمام شہروں میں بڑے بڑے امام باڑے ہیں۔ ان میں کچھ لوگوں نے ذاتی سرمایہ سے بنائے اور کچھ حکومت نے تعمیر کرائے ہیں۔

محرم کے دنوں میں مساجد اور امام باڑوں میں مجالس ہوتی ہیں۔ بازاروں میں جلوس بھی نکلتے ہیں۔ جلوسوں میں تعزیہ، ذوالجناح، علم وغیرہ کی شبیہہ بھی بنائی جاتی ہیں۔ ماتم بھی ہوتا ہے۔ مگر تیز دھار آلات سے ماتم کرنے کی اجازت نہیں۔ خاص طور پر جسم سے خون نکالنے کی سخت

ممانعت ہے اور اس کی نگرانی خفیہ پولیس کے ذریعہ ہوتی ہے۔ خونی ماتم کرنے والوں کو گرفتار کرکے سزا دی جاتی ہے۔ اس لیے ایران کا کوئی شخص یا زائر خونی ماتم نہیں کرتا۔ البتہ دسویں محرم کو مشہد میں زنجیر کا ہلکا ماتم ہوتا ہے۔ اس زنجیر کے ساتھ تیز دھار پھل نہیں ہوتا۔ اس سے ماتم کرنے والا شخص خون نہیں نکالتا۔ مگر اس کی پیٹھ کی جلد سوج کر نیلی اور سیاہ ہو جاتی ہے۔

ایران سے کے اکثر لوگ محرم کے دنوں میں کربلا چلے جاتے ہیں یا پھر مشہد آتے ہیں۔ جو کسی وجہ سے سفر نہیں کر سکتے وہ اپنے علاقوں میں محرم مناتے ہیں۔ ایران کی شیعہ آبادی مذہب کے معاملہ میں خاصی متعصب اور پرجوش ہے۔

خرطوم سے ٹریپولی تک

سوڈان سے بلاد روم تک اور مراکش، ٹیونس، الجزائر ترکی وغیرہ میں اکثریت آبادی حنبلیؒ۔ مالکیؒ۔ شافعیؒ فقہ کی حامل ہے۔ حنفی مسلک کے لوگ تھوڑے آباد ہیں۔ البتہ جعفری مسلک یعنی اثناعشری عقیدہ کے لوگوں کی معقول اقلیت ہے۔ لیبیا اور ٹیونس کی سرحد پر ود رنا، ایک بہت بڑا شہر ہے۔ جو تمام چھتا ہوا ہے۔ شہر کا کوئی حصہ بغیر چھت کے نہیں۔ اس میں ایک بہت بڑا امام باڑہ ہے۔ جس میں محرم کی مجالس ہوتی ہیں اور یاد حسینؑ منائی جاتی ہے۔ اسی طرح ٹیونس کے دارالحکومت بن غازی میں آپ جب داخل ہوں گے تو سب سے پہلی شیعہ جامع مسجد اور امام باڑہ کی عمارت نظر آئے گی۔ جو بہت بڑی ہے اور اس کی دیواروں پر واقعہ کربلا کی پوری تاریخ عربی میں کندہ ہے۔ گو یہاں ماتمی جلسے جلوسوں کا رواج نہیں۔ مگر مساجد کے اعتبار سے شیعہ مسلک کی مساجد آباد نظر آتی ہے اور یہی حال ٹریپول کا ہے۔ اس شہر میں تین امام باڑے ہیں۔ جہاں تعزیئے مستقل نصب ہیں۔ چونکہ یہاں پر تعزیئے وغیرہ کے جلوس نہیں نکالے جاتے۔ اس

اس لئے انہیں امام باڑوں میں رکھا جاتا ہے۔

دمشق

(شام)

دمشق کا علاقہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں فتح ہوا۔ اس پر چالیس برس حضرت معاویہؓ نے اور قریباً ساڑھے تین برس یزید نے حکومت کی۔ اموی اقتدار کا مرکز یہی تھا۔ یہاں کے تاریخی اور مقدس مقامات حسب ذیل ہیں

- روضہ سیدہ زینبؓ بنت حضرت علیؓ (قاہرہ میں بھی ان کا ایک مزار موجود ہے اور بعض دیگر علاقوں میں بھی بنے ہوئے ہیں۔ تاریخی نقطۂ نظر سے کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ حقیقی مزار کون سا ہے)
- قبرستان غریباں (اس کی وجہ تسمیہ معلوم نہیں ہو سکی)
- مزار سیدہ سکینہؓ بنت امام حسینؓ۔
- مزار سیدہ رقیہؓ بنت امام حسینؓ۔
- مزار جناب ام کلثوم بنت حضرت علیؓ۔
- مزار حضرت یحییٰ علیہ السلام۔
- مزار ام المومنین ام حبیبہ رضؓ۔
- یزید بن معاویہ کا رہائشی مکان۔
- مزار جناب فضہ کنیز سیدہ فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ
- روضہ جناب حجرؓ بن عدی صحابی رسول۔
- مزار حضرت معاویہؓ بن ابو سفیان۔
- مزار جناب مقداد بن اسود صحابی رسول۔

- روضہ ابی بن کعب شوہر جناب حلیمہ سعدیہ (دائی رسول اللہ)
- روضہ جناب عبداللہ بن جعفر طیار۔
- حضرت صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس۔
- مزار حضرت بلالؓ مؤذن اسلام۔
- جامع مسجد نور الدین زنگی۔
- مزار حضرت عبداللہؓ بن مکتوم
- مسجد حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح۔
- مزار عبداللہ بن امام جعفر صادق۔
- غار اصحاب کہف۔
- روضہ مبارک سیدہ فاطمہ صغرا بنت امام حسینؓ۔
- گنج سرہائے شہدائے کربلا (اس احاطہ میں تقریباً ۹۲ شہداء کے سر دفن ہیں۔
- مسجد امیہ (اس عالیشان مسجد میں گمان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک دفن ہے)۔
- خزانہ یزید (جہاں امام حسینؓ کا سر مبارک واقعہ کربلا کے بعد رکھا گیا تھا)
- قید خانہ (جہاں اسیران اہل بیت رکھے گئے تھے۔ بصورت مکان موجود ہے)
- محراب منبر، جہاں سید زین العابدین نے نماز پڑھی اور خطبہ دیا۔
- حضرت ہود (پیغمبر زمانہ کا کنواں جہاں وہ وضو کرتے تھے۔
- مینارہ مسیح، یہ دراصل جامع مسجد اموی کا مینار ہے۔ اس کے بارے میں روایت ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے اترتے وقت اس مینار پر آئیں گے، اسی مسجد کا غربی کنارہ امام غزالی کی عبادت گاہ رہا ہے۔
- مقابر صحابہ، اس احاطہ میں حضرت ابو دردا، اویس ثقفیؓ۔ سعید بن خالد بن ولید کے مزارات ہیں۔

- احاطہ مسجد میں بعض پیغمبروں کے مصلے۔
- ہابیل کی قتل گاہ۔

دمشق کی آبادی ۵ لاکھ سے زائد نفوس پر مشتمل ہے اور ۹۵ فی صد مسلمان ہیں۔

شام کی شہری زندگی مذہب سے کوسوں دور ہے۔ کیونکہ حکومت سوشلسٹ طرز نظام پر قائم ہے اور اس کے اثرات بہرحال عوام کے ہر طبقہ پر پڑتے ہیں محرم کی تقریبات کے سلسلہ میں اس زمانہ میں حکومت کے نظام کا بھی خاصہ دخل ہے اور دوسری بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ شام اموی دور حکومت کا مرکز رہا ہے اور بقول مولانا عبیداللہ سندھی،

حضرت علیؓ حکومت اسلامی میں غیر عرب کو بھی شامل کارو دیکھنا چاہتے تھے۔
جب کہ حضرت معاویہؓ حکومت کو صرف عربوں تک محدود رکھنے کے قائل تھے۔

یہ بھی ایک بنیادی وجہ تھی۔ جسے واقعہ کربلا کے دیگر اسباب میں ایک سبب بیان کیا جاتا ہے۔ تاہم اس کے باوجود شام میں شیعہ فرقہ کے لوگ آباد ہیں اور محرم کی رسومات اپنے اپنے گھروں میں مناتے ہیں۔

یہاں تعزیہ داری بھی ہوتی ہے اور سینہ کوبی و ماتم بھی کیا جاتا ہے۔ مگر ان رسومات کا دائرہ محدود ہے۔ شام کے کسی شہر میں ماتمی جلوس نہیں نکلتا۔

مدینہ

وہ مقدس شہر جہاں مولائے کائنات حضرت محمد مصطفٰے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم محو استراحت ہیں۔ اس شہر کا گوشہ گوشہ اور ذرہ ذرہ سرمہ چشم ہے یہاں عقیدت مندوں کی نگاہیں از خود ان مقدس مقامات کی تدریس میں معروف رہتی ہیں۔

(۱) روضۂ نبویؐ (۲) مسجد نبوی (۳) مقام جبرائیل (۴) حجرہ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ (۵) اصحاب صفہ[1] (۶) جنت البقیع[2] مقام اُحد (۸) مقام بدر۔

حکومت سعودیہ نے جو حنبلی عقائد کے مطابق دستور چلا رہی ہے۔ اس قسم کی رسومات کی سخت مخالف ہے۔ یہاں تک کہ مزارات بھی سلطان عبدالعزیز بانئ سلطنت نے گرا دیئے تھے۔

جنت البقیع قبرستان میں اب بزرگوں کے مزارات کی جگہ قبروں کے نشان ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی تختیاں آویزاں ہیں جن سے صاحب قبر کی شناخت ہو سکتی ہے۔ لیکن سنا گیا ہے کہ محلہ بنو ہاشم میں چند گھرانے محرم کی مجالس کا اہتمام اپنے گھروں میں کرتے ہیں۔ دسویں محرم کو نیاز بھی تقسیم ہوتی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ سارے حجاز میں محرم کی کوئی تقریب نہیں منائی جاتی۔ البتہ مدینہ سے بنو ہاشم کا ایک قافلہ ہر سال محرم میں کربلا جاتا ہے۔

مکّہ معظّمہ

مسلمانوں کا قبلۂ مقصود یہ شہر پہاڑی پر واقع ہے۔ اس کی موجودہ آبادی ۱½ لاکھ کے قریب ہے۔ مگر حج کے موسم میں بیس لاکھ سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ مکہ سے مدینہ ۳۰۰ میل۔ جدہ ۴۶ میل

---

[1] گنبد خضرا کے سامنے واقع ہے۔

[2] اس قبرستان میں حضرت عثمان غنیؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراؓ، امام حسنؓ، امام زین العابدینؓ، امام محمد باقرؓ، امام جعفر صادقؓ، حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت ابراہیم ابن رسول کریمؐ، حضرت ام البنینؓ زوجہ حضرت علیؓ، حضرت عاتکہ، حضرت صفیہؓ، حضرت فاطمہؓ بنت علیؓ، حضرت جعفر طیارؓ، حضرت عقیلؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت فاطمہؓ بنت اسد والدہ حضرت علیؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ کے مزارات موجود ہیں۔

طائف ۵۰ میل۔ منا ۳ میل۔ عرفات ۱۳ میل پر واقع ہے۔ مکہ کے مقدس ترین اور تاریخی مقامات حسب ذیل ہیں۔

خانہ کعبہ۔ حرم محترم۔ مولد حضرت علیؓ۔ حجرِ اسود۔ حطیم[1]۔ مقام ابراہیم۔ چاہِ زم زم۔ جنت معلیٰ[2]۔ غار حرا[3]۔ مکان حضرت ابراہیم۔ غار ثور[4]۔ مولد حضرت سرورِ کائنات۔ مکان۔ مکان حضرت ابوطالب۔ وہ مکان جہاں سیدہ فاطمۃ الزہرا کی ولادت ہوئی۔ جبل الرحمت۔ مسجد امام حسن۔ مسجد حضرت بلالؓ۔ مسجد حمزہ۔ مسجد کوثر۔ مسجد خیف۔

اس شہر میں حجاز کے دیگر علاقوں کی طرح محرم کے دنوں کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔ بلکہ نئے قمری سال کی خوشی میں نئے نئے دیدہ زیب کپڑے زیبِ تن کئے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کچھ لوگ اپنے گھروں میں نذر و نیاز کا سلسلہ کرتے ہوں مگر نمایاں اور اجتماعی طور پر کچھ نہیں ہوتا۔ یہاں کی ۹۹ فی صد آبادی حنبلی عقیدہ کی پیرو ہے اور حکومت سعودیہ اس قسم کی رسومات کی اجازت دے ہی نہیں سکتی۔

طائف

حجاز کا یہ شہر موسمِ گرما میں ٹھنڈا اور معتدل فضا سے معمور رہتا ہے جس کی وجہ سے حکومت کے سرکاری دفاتر گرمیوں میں یہاں منتقل ہو جاتے ہیں۔

---

[1] جہاں حضرت ہاجرہؓ اور اسمٰعیلؑ کے مزار ہیں۔

[2] جس میں حضرت خدیجۃ الکبرا، حضرت آمنہ والدہ ماجدہ حضور صلعم، حضرت ابوطالبؑ، حضرت عبد المطلب، حضرت ہاشم، حضرت عبداللہ کے مزارات واقع ہیں۔

[3] جہاں حضور صلعم پر پہلی وحی اتری۔

[4] جہاں حضور صلعم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہجرت مدینہ کے وقت پناہ لی۔

اس شہر کی آبادی ایک لاکھ کے قریب ہے۔ یہ تمام علاقہ حضورؐ کے عہد میں حلقۂ بگوشِ اسلام ہوا تھا۔ مدینہ اور طائف کے درمیان ہی خیبر اور فدک کی آبادی ہے۔ طائف میں مندرجہ ذیل اہم تاریخی مقامات ہیں۔

- وہ جگہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خشت باری کی گئی۔
- جامع مسجد جناب عبداللہ بن عباسؓ۔
- مزار حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔

مکہ معظمہ کی طرح اس شہر میں بھی قطعاً محرم نہیں منایا جاتا۔ بلکہ یہاں کے لوگوں کو احساس ہی نہیں ہوتا کہ محرم میں کچھ ہوا بھی تھا۔ البتہ سنا گیا ہے کہ چند گھرانے اپنے طور پر نیاز تقسیم کرتے ہیں۔ لیکن مشاہدہ نہیں ہے۔

عسقلان

مملکت شام کا یہ شہر علمی لحاظ سے مشہور ہے۔ حافظ ابنؒ حجر اسی شہر کے رہنے والے تھے۔ جنگ جمل کے بعد امیر معاویہؓ کے حامی کثیر تعداد میں بصرہ سے عسقلان آباد ہو گئے تھے۔ ایک مدت دراز تک ان لوگوں نے جنگ جمل کی یاد ہر سال منانے کا سلسلہ قائم رکھا۔ اس میں محمل عائشہ کا جلوس نکالتے تھے۔ اونٹ سجاتے۔ اس پر محمل باندھتے عقیدتمند اس کے گرد حلقہ بنا کر ام المؤمنین جناب عائشہ صدیقہؓ۔ حضرت سیدنا زبیرؓ اور طلحہؓ کے نام کے نعرے بلند کرتے اور ان بزرگوں کو خراج عقیدت پیش کیا کرتے تھے یہ جلوس شہر کے بڑے بڑے بازاروں سے گزرتا تھا۔ لیکن ترکی خلافت کے زمانہ میں اسے ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔

استنبول
(ترکی)

خلافت اسلامیہ کی آخری یادگار ترکی جہاں سلطان عبدالمجید عثمانی کے بعد غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے جدید ترکی کی بنیاد رکھی۔ اس علاقہ میں سب سے پہلا لشکر حضرت معاویہ کے زمانہ ۵۱ھ میں حملہ آور ہوا۔ اس لشکر کے سالار سفیان بن عوف تھے۔

مشہور اموی مؤرخ علامہ ابن خلدون نے اس مہم کے سلسلہ میں جو عبارت لکھی ہے اُسے من وعن درج کیا جا رہا ہے۔

پھر امیر معاویہؓ نے ۵۰ھ میں ایک بہت بڑا لشکر سفیان بن عوف کی قیادت میں بلاد روم کی طرف روانہ کیا اور اپنے لڑکے یزید کو بھی ان کے ہمراہ جانے کا حکم دیا لیکن یزید نے جانا پسند نہ کیا اور معذرت کی۔ اس پر امیر معاویہؓ نے اس کی روانگی ملتوی کر دی۔ اتفاق سے مجاہدین کو اس لڑائی میں اکثر مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ غذا کی کمی، مرض کی زیادتی سے بہت سے لوگ مر گئے۔ جب یزید کو اس مہم کی ناکامی کی خبر ملی تو وہ بے ساختہ اشعار پڑھنے لگا۔

ترجمہ :- مجھ کو اس کی مطلق پروا نہیں کہ ان کے لشکر کو فرقدونہ میں سختی و بدبختی کا سامنا ہوا۔ جب کہ میں نے بلند ہو کر رنگ برنگے قالین پر تکیہ لگا بادر مروان میں اور "میرے پاس ام کلثوم ہے"۔

امیر معاویہؓ کے کانوں تک ان اشعار کی آواز پہنچ گئی۔ یزید کو بھیجنے کی قسم کھائی۔ چنانچہ یزید کو جمعیت کثیرہ کے ساتھ جس میں عبد اللہ بن عباسؓ، ابن عامرؓ، ابن زبیرؓ اور ایوب انصاریؓ بھی تھے روانہ کیا۔ ان لوگوں نے بڑھتی ہوئی لڑائی کی اور قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچ گئے۔

حضرت ایوب انصاریؓ نے شہادت پائی۔ یزید اور شامی سپاہ واپس لوٹ گئے۔

(تاریخ ابن خلدون حصہ دوم صفحہ ۳۸ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں یزید اور لشکر قسطنطنیہ کے بارے میں صرف یہی کچھ لکھا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ جب پہلی بار مہم روانہ ہوئی تو یزید با وجود اپنے باپ کے حکم کے شامل نہ ہوا۔ پھر جب معاویہؓ نے اسے دوبارہ قسم کھا کر بھیجا تو حضرت ابوب انصاری کی شہادت کے بعد فوراً شام کو واپس چلا گیا اور تیسری بار پھر شامل نہیں ہوا۔

علامہ ابن خلدون نے حضرت حسین بن علیؓ کی شرکت یزید کی اقتدا میں، ایوب انصاری کی نماز جنازہ پڑھانے یا یزید کا امیر لشکر ہونے کے بارے میں کوئی اشارہ تک نہیں کیا۔

حضرت ایوبؓ انصاری کا مزار

رسول اللہ کے مدینہ میں پہلے میزبان اور مقرب صحابی حضرت ایوبؓ انصاری کا مزار استنبول کی فصیل کے نیچے موجود ہے۔ اسی مہم کے دوران میں یہاں اسلام کا پیغام پہنچا اور پھر دنیائے اسلام کی مرکزیت کا اعزاز بھی اس علاقہ کو حاصل ہوا۔

محرم کی تقریبات

مولانا شبلی نعمانی اپنے سفرنامہ حجاز و روم میں رقمطراز ہیں کہ ...... استنبول میں زیادہ آبادی اہل سنت کی ہے۔ ساری ریاست میں خال خال شیعہ آباد ہیں۔ جن کی درسگاہیں مساجد وغیرہ علیحدہ نہیں ہیں۔ تاہم استنبول کا ایک محلہ (خالدہ خانم) میں شیعان علیؓ کی آبادی ہے۔ جو عشرہ محرم میں اپنے گھروں میں ماتمی تقریبات منعقد کرتے ہیں۔ محلہ کے وسط میں ایک حویلی ہے۔ جہاں مجلس عزا برپا ہوتی ہے۔ علم اٹھائے جاتے ہیں۔ ماتم ہوتا ہے اور نوحے پڑھے جاتے ہیں۔ عورتوں اور مردوں کے اجتماعات مشترکہ ہوتے ہیں۔ دسویں محرم کو دوپہر کے بعد خوب ماتم ہوتا ہے۔ زنجیر کا استعمال بھی دیکھا گیا۔

شیعہ لوگ سیاہ لباس پہنتے ہیں۔ پانی کی سبیلیں بھی لگائی جاتی ہیں اور صدقات

خیرات کا سلسلہ بھی ہوتا ہے۔

"اس محلہ کے علاوہ شہر کے کسی حصہ میں ایامِ محرم کا احساس نہیں ہوتا۔"

پاراچنار

(پاکستان)

صوبہ سرحد اور افغانستان کے درمیان ایک وادی جسے پاراچنار سے موسوم کیا جاتا ہے، میں محرم کی تقریبات دیگر علاقوں کی نسبت انفرادیت کی حامل ہیں۔ پاراچنار کا امام بارگاہ پاکستان میں اپنی مثال آپ ہے۔ یہ علاقہ پہلے بنگش قبیلہ کی سرداری میں تھا۔ اور توری قبیلہ کے لوگ موسم کے اعتبار سے یہاں آنے جانے تھے، لیکن توری اور بنگش قبیلوں کے درمیان ایک عورت پر جھگڑا ہوگیا۔ جس کی وجہ سے توری قبیلہ نے پاراچنار پر قبضہ کرلیا اور اس طرح علاقہ کی سربراہی ان کو مل گئی۔ بنگش قبیلہ کی اکثریت اہل سنت ہے مگر توری قبیلہ اثنا عشری عقائد رکھتا ہے۔ چونکہ اس قبیلہ کے لوگ روسی ترکستان کے حکمرانوں کی نسل سے سمجھے ہیں۔ اس لئے ان کے رسم و رواج میں بھی قدرے انفرادیت نمایاں ہے۔ پاراچنار کے ایک طرف خوس اور دوسری طرف تیرہ کا علاقہ ہے۔ اب یہ کرم ایجنسی کے ماتحت ہے۔

محرم کے ایام ماتمی ماحول میں گزرتے ہیں۔ خاص پاراچنار میں بڑے بڑے علما آتے ہیں اور وعظ و مجالس برپا کرتے ہیں۔ اس علاقہ میں جلوس نکالنے کے لئے کوئی اجازت نہیں لینی پڑتی اور نہ ہی جلوسوں کے اوقات یا راستے متعین ہیں عام طور پر دسویں محرم کو بڑے امام بارگاہ سے ذوالجناح کا بہت بڑا جلوس نکلتا ہے۔ اس میں خنجر تلوار اور زنجیر کا زبردست ماتم ہوتا ہے۔ نوحے اور مرثیے پڑھے جاتے ہیں۔ اہل بیت کرام کے مناقب

فضائل اور مصائب بیان ہوتے ہیں۔ پاراچنار کا محرم پاکستان کے دیگر علاقوں کے محرم سے قطعاً مختلف نہیں ہے۔

آگ کھانے کا مظاہرہ

البتہ یہاں "ملنگی" نام کا ایک مخصوص طبقہ موجود ہے جن کا طریق کار دوسروں سے مختلف ہے "ملنگی" بننے کے لئے زبردست مجاہدہ اور ریاضت کی ضرورت ہے اس گروہ کے سربراہ نے مخصوص عبادت و ریاضت کے لئے علاقہ میں چند مقامات مخصوص کئے ہوئے ہیں۔ جہاں ملنگی بننے والے چالیس روز قیام کرتے ہیں۔ اس عرصہ میں وہ مشکل اور دقت طلب کام کرتے ہیں۔ مثلاً آگ پر سونا، انگارے کو اپنے دامن میں آگ بھرنا، آگ کے الاؤ کے گرد ناچنا وغیرہ اور جب یہ لوگ اس میں ماہر ہو جاتے ہیں۔ تو پھر ان کی کیفیت وجدانی ہو جاتی ہے اور جب بھی ان پر وجد طاری ہوتا ہے۔ تو یہ لوگ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر وہ سب کچھ کر گزرتے ہیں۔ جو عام حالات میں عام انسان کے بس میں نہیں ہوتا۔ یہ لوگ یادِ حسینؓ اپنی ہر شادی اور غمی کے موقع پر مناتے ہیں۔ ان کے ہاں دنوں اور مہینوں کی یا وقت اور موسم کی کوئی تخصیص نہیں۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مجلس عزا برپا کرتے ہیں اور اس میں ذکر حسینؓ ہوتا ہے۔ مجلس کے بعد رباب، بین اور اسی نوع کے دیگر آلات غنا کے ذریعہ ماتمی دھنیں شروع کی جاتی ہیں۔ جوں جوں ساز کی آواز گونجتی ہے "ملنگی" لوگوں پر وجد و مستی طاری ہونے لگتی ہے اور ان کی زبان پر حزنیہ الفاظ غیر ارادی طور پر آنے لگتے ہیں۔ ساز و آواز سے پوری مجلس پر المیہ طاری ہو جاتا ہے۔ عام لوگ صرف روتے ہیں۔ مگر ملنگی لوگوں کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ جذب و مستی کے عالم میں آگ کے زبردست الاؤ میں کود جاتے ہیں۔ کچھ ملنگی آگ پر ناچ کرتے ہیں۔ کچھ آگ پر لیٹتے اور اضطراب کی حالت میں تڑپتے ہیں بعض موٹے موٹے انگارے اٹھا کر کھانے لگ جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ مستی کے عالم ہوتا ہے اور پھر جیسے جیسے ساز و آواز کی دھنیں مدھم ہوتی جاتی ہیں۔ ملنگی وجدان سے

باہر آنے لگتے ہیں اور ماحول پھر نارمل ہو جاتا ہے۔

میرے ایک دوست کو ان مجالس میں شامل ہونے کا موقع ملا ہے۔ ان روایات کی پھر ہیں نے بار اجبار کسے گروہ اصحاب سے تصدیق کی۔ حیران کن اور تعجب خیز و منظر ہوتے ہیں جن کا پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ اس ضمن میں ملنگی اور دیگر اثنا عشری لوگوں کے درمیان زبردست اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہر ایک مجلس کے انعقاد کے وقت آگ کا الاؤ روشن کیا جاتا ہے۔ جس کے شعلے چٹانوں سے بلند ہوتے ہیں اور ملنگی جذب و مستی کے عالم میں اس میں کود کر بے داغ نکل آتے ہیں۔

ہنزہ اور نگر

یہ دونوں پاکستان کی سرحدی ریاستیں ہیں گلگت ایجنسی سے اور چینی سرحد پر واقع ہیں۔ یہاں عام معاشرتی ماحول چین سے متاثر ہے۔ مذہبی اعتبار سے ۹۰ فی صد آبادی اسمٰعیلی عقائد کی حامل ہے۔ ہنزہ کے حکمران خود بھی بہت بڑے اسمٰعیلی ہیں۔ چونکہ عام اصول ہے کہ جیسا حکمران ہوگا۔ ویسی رعایا ہوگی۔ اس لحاظ سے دونوں ریاستوں میں مسلمانوں کی کثرت اسمٰعیلی شیعہ ہے۔ تاہم کچھ اہل سنت اور کچھ اثنا عشری بھی آباد ہیں۔ فدایان نامی قصبہ میں عشرہ محرم کی درمیانی رات کو ذوالجناح کا مشعل بردار جلوس نکلا۔ جن میں ماتمیوں کے بجائے نوحہ خواں زیادہ تھے۔ یہ جلوس ایک مسجد کے قریب ختم ہوا عاشورہ کے روز اسی مسجد میں مجلس عزا ہوئی۔ ہنزہ کی زبان فارسی، پشتو اور چینی آمیزہ ہے۔ یاحسین کے نعروں کے سوا کچھ سمجھ ہی نہیں آتا۔

یزیدیت کیا ہے!!

کئی مسلمان اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ یزیدیت محض حسینؓ دشمنی کا نام ہے۔ صرف وہ لوگ یزید پرست ہیں جو حضرت حسین بن علی کو باطل پر اور یزید بن معاویہ کو حق پر سمجھتے ہیں۔ کربلا میں امام حسین کا جہاد حریت ان لوگوں کی نظر میں یزید کی برحق خلافت

چھین لینے یا اقتدار حکومت پر قبضہ کرنے کی خاطر تھا۔ جو لوگ یزید کو برحق سمجھتے ہیں۔ بیشتر مسلمان انہی کو یزید پرست یزیدی ٹولہ کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ پر قائم ہے۔ مسلمان معاشرہ میں یہ گروہ بلاشبہ موجود ہے۔ بلکہ اس گروہ کا تعلق بھی انہی خوارج سے ہے۔ جنھوں نے جنگِ صفین میں حضرت علی کی طرف سے ثالثی کا فیصلہ تسلیم کرنے کے خلاف احتجاج کیا اور پھر ان کی جماعت سے خروج کر کے بغاوت اور جنگیں کیں۔ خوارج کا ایک گروہ حضرت علی کو نعوذ باللہ کافر تک کہتا ہے۔ ان خوارج نے بعد میں اپنے مذہبی عقائد مرتب کئے۔ اپنی تاریخ اور دینیات مدون کی۔ جو اب تک ان کے ہاں رائج ہیں اور گذشتہ کئی سالوں سے انہی کی کتب تاریخ کے حوالوں سے پاکستان میں ایک گروہ یزید کو حق پر ثابت کرنے کے لئے لٹریچر شائع کر رہا ہے اور حسین ابنِ علی بلکہ ان کے تمام خاندان کے خلاف زبردست مخالفانہ پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس گروہ کے بیشتر ارکان کا ردِّ عمل نام نہاد شیعانِ علی کے حضرات شیخین کے خلاف مسلسل معاندانہ عمل کے ردِعمل کے طور پر سامنے آیا ہے۔

اگر نام نہاد شیعانِ علی صحابہ رسول حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق اعظم حضرت عثمان غنی، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں بے جا تعصب اور مخالفانہ رُخ اختیار نہ کرتے ان پر سب و شتم کا سلسلہ روا نہ کرتے تو اس گروہ کو کبھی ایسے شدید ردِعمل کی نوبت نہ آتی اور وہ خوارج کی تاریخ سے یزید پرستی کی روایات چن چن کر نہ لاتے۔ میری نظر میں حضرات شیخین کے خلاف تعصب رکھنے والے اور خاندان علی کے خلاف تعصب رکھنے والے دونوں گروہ مجرم ہیں اور امت میں انتشار و تفریق کا موجب ہیں۔ ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ رسول اللہ کے صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ عظام دونوں کی عزت و توقیر برحق سمجھی جائے اور دونوں کی محبت کو جزوِ ایمان کا درجہ دیا جائے۔ جہاں تک یزیدیت کا تعلق ہے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ شیعان علی کے اس عمل کا شدید

رد عمل ہے۔ جو انہوں نے صحابہ رسول کے خلاف بنا رکھا ہے۔ جس طرح شیعان علی حضرت علی ابن ابی طالب کو خدا اور رسول کے برابر سمجھنے اور کائنات پر ان کے وجود کو حاوی حاضر و ناظر ملجا و ماوا اور مشکل کشا مان کر شریعت کی تمام حدیں پھلانگ چکے ہیں۔ یزیدی گروہ بھی اسی طرح تمام حدیں پھاند کر اپنے متبعین کو ایک ایسی راہ پر بالآخر لے جانا چاہتے ہیں۔ جہاں یزید کو مظہر خدا سمجھنے کی منزل شروع ہوتی ہے۔ اگر یزیدی گروہ کی خفیہ تبلیغ اور تنظیم کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ اس گروہ کا تعلق کسی ایسی تنظیم سے ہے۔ جو عام مسلمانوں سے قطعی مختلف ہے اور یہودیوں کے فری میسن کی طرح اندر ہی اندر کام کر رہی ہے اور اس تنظیم کا تعلق عراق کے یزیدی فرقہ سے ملا ہوا نظر آتا ہے۔ جو یزید کو کائنات کا مالک اور خدا کا مظہر مانتے اور سمجھتے ہیں۔ گذشتہ دنوں یزیدی فرقہ کے بارے میں مجھے اہم دستاویزی مواد مطالعہ کرنے کا موقع ملا جس سے میرے شبہات یقین میں بدل گئے کہ واقعی یزید پرستی کی ابتدا حسین کی مخالفت اور یزید کی حق پرستی سے ہوئی۔ مگر اس کی انتہا یزید کی خدائی پر پہنچتی ہے۔

اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ کتاب کے آخر میں یزیدی فرقہ کی تنظیم نظریات اور عقائد کے بارے میں وہ تمام معلومات شامل کر دوں۔ جو مختلف مسلمان اور یورپی مورخین نے اس ضمن میں فراہم کی ہیں۔

کرنل ایگزنڈر کی ڈائری

۱۹۱۴-۱۷ء کی پہلی عالمگیر جنگ کے دنوں میں بھارتی فوج کے کرنل ایگزنڈر ہندی فوج کے نگران تھے۔ اور فوج کی ضرورت کے لئے عراق سے گھوڑے خریدتے تھے۔ گھوڑوں کی خرید کے سلسلے میں ان کو اکثر عراق کے مختلف علاقوں میں جانے کا موقع ملا اور مختلف قبائل کے مذہبی و سیاسی کوائف جمع کئے۔ کرنل ایگزنڈر نے اپنی یادداشتوں کو ۱۹۲۶ء میں لندن سے کتابی صورت میں شائع کیا۔

اس کے بعد فرقہ کے بارے میں مزید معلومات ڈاکٹر کرنل خواجہ عبدالرشید نے فراہم کیں جو

ہندوستانی فوج کی پنجاب رجمنٹ میں شامل تھے۔ اس رجمنٹ نے ۴۲-۱۹۳۹ء
کی دوسری عالمگیر جنگ کے دوران عراق میں خدمات انجام دیں۔ خواجہ عبدالرشید
کی کتاب بھی لندن سے شائع ہوئی۔ ان دو فوجی افسروں کی معلومات کے علاوہ اردو کے
مشہور مزاح نگار حاجی لق لق مرحوم نے جو روزنامہ زمیندار کے ایڈیٹر تھے نے اپنی عراق
کی فوجی زندگی کے بارے میں ایک طویل ڈائری روزنامہ زمیندار، روزنامہ امروز،
ہفت روزہ نقاش میں شائع کی۔ اس ڈائری میں بھی ان واقعات کی تصدیق و توثیق
کی جو کرنل ایگزینڈر اور کرنل عبدالرشید نے قلمبند کی تھیں۔ ۱۹۶۹ء میں راقم الحروف
نے عراقی سفارت خانہ مقیم پاکستان سے رابطہ قائم کر کے یزیدیوں کے بارے میں مزید
معلومات حاصل کیں۔ ان تمام دستاویزات کی روشنی میں یہ مضمون قلمبند کیا گیا۔

یزیدیت کا ماخذ عراق واحد ملک ہے جس کی سرحدات پر کرد قبائل اس طرح
آباد ہیں کہ وہ جب چاہیں ملک کے خلاف بغاوت کر سکتے ہیں۔
ان کردوں کی کئی مذہبی اقسام ہیں۔ بعض شیعہ ہیں بعض خارجی اور بعض یزیدی۔ آکسفورڈ
یونیورسٹی کے استاد پروفیسر ایچ اے آر جب نے دنیائے عرب کے نام سے جو کتاب شائع کی
اس کے صفحہ ۱۶۷ پر وہ لکھتے ہیں کہ یزیدی فرقہ کے لوگ آج تک کسی بھی حکومت کے وفادار نہیں
رہے۔ اس کی وجہ ان کے عقائد ہیں۔ یزیدی فرقہ کے لوگ سلیمانیہ اور موصل میں آباد ہیں اور
ان کی تعداد پچیس ہزار کے قریب ہے۔ ان کا پہلا نام "بزداری" تھا لیکن ۶۱ھ میں واقعہ
کربلا کے بعد یہ "یزیدیہ" کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے
ان کے بیشتر عقائد قدیم یونانیوں سے ملتے جلتے ہیں۔ بعض رسومات بھی یونانی ہیں۔

ابتدائی حالات مورخین کے مطابق ۶۱ھ میں جب حسین بن علی نے یزید
کی بیعت فسخ کرنے کی مہم شروع کی اور یزید کے سالار عمر بن
سعد نے حسین بن علی کے خاندان کو نرغہ میں لے کر زمین کربلا پر اترنے کے لئے مجبور کیا

اور قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو یہ لشکری حسین کو قتل کرنے پر آمادہ نہ ہوئے عمر بن سعد نے بزداری قبیلہ کے لوگوں کو رشوت کا لالچ دے کر اس کام کے لئے آمادہ کر لیا اور انہوں نے حسین بن علی کو خاندان سمیت قتل کر دیا جس کے بعد اس قبیلہ کا نام بزداری کے بجائے یزیدی مشہور ہو گیا۔ اصل میں یہ مسلمان نہیں تھے بلکہ شیطان پرست تھے اور مسلم معاشرہ میں شامل ہونے کے بعد انہوں نے قتل حسین کو مبنی بر حق بنانے کے لئے تاویلیں اختیار کیں۔ خود کو مسلمان کہلانے کے باوجود ایسے عقائد اپنائے۔ جو صریحاً کفر تھے۔

عقائد

یزیدیوں کے مذہبی اور سیاسی مرکز کا نام "شیخ عدی" ہے۔ جو موصل سے ۹۰ میل جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ پہاڑوں میں گھرے ہوئے اس شہر میں ان کی مقدس عبادت گاہ ہے۔ جس کے پاس ایک مزار واقع ہے۔ جہاں یہ لوگ حج کرتے ہیں۔ ان کا اپنا حجر اسود ہے اور اپنا زمزم ہے۔

عباسی عہد میں ان کی سرکشی اور بغاوت فرو کرنے کے لئے شیخ عدی نام کا ایک حاکم موصل آیا تھا جس نے لشکر کشی کے بجائے ان کے دل موہ لئے۔ ان کو حکومت کا وفادار بنا لیا۔ یزیدی اس کے اتنے معترف ہوئے کہ اسے اپنا مرشد ماننے لگے۔ یہاں تک کہ اسے حج پر جانے سے بھی روک دیا اور شیخ عدی کی موت پر اس کا مقبرہ تیار کر کے اسے عبادت گاہ بنا لیا۔

توحید کی نفی

یزیدیوں کا عقیدہ ہے کہ دنیا کی تخلیق کرنے والے دو خدا تھے ایک خدا کا نام اللہ تھا دوسرے کا نام ملک طاؤس (شیطان) خدا اور شیطان نے مل کر کائنات تخلیق کی نسل آدم جب ترویج کی تو خدا کی نیت میں فتور آ گیا اور اپنے برابر کے ساتھی شیطان کو مجبور کیا کہ وہ آدم کے سامنے سجدہ کرے۔ مگر شیطان نے انکار کر دیا اور کہا کہ اپنی ہی تخلیق کردہ شے کے سامنے میں کیوں سجدہ کروں یا ہم دونوں سجدہ کریں۔ یا مجھے سجدہ پر مجبور نہ کیا جائے لیکن خدا نے شیطان کو باغی قرار دے کر آسمان

---

[1] یہ دانتہ مستند تاریخی روایات کے خلاف ہے۔

سے اتار دیا۔ اس سارے واقعہ میں خدا مجرم ہے اور مجرم کی اطاعت فرض نہیں لہذا شیطان عرف ملک طاؤس اصل خدا ہے اور اس کی اطاعت فرض ہے۔ چنانچہ ان کے ہاں سانپ مقدس جانور ہے۔ یونانی تصورات میں سانپ شیطان کی مانند ہے۔ اس لئے یزیدی سانپ کی تصویر کی پرستش کرتے ہیں۔ اپنی عبادت گاہ پر سانپ کی تصویر ہمیشہ آویزاں کرتے ہیں اور جو شخص سانپ کو ان کے سامنے مارے یا گالی دے اسے یہ لوگ قتل کر دیتے ہیں۔ بلکہ ابلیس یا شیطان کے الفاظ بولنے والا بھی قتل کر دیا جاتا ہے سانپ کی تصویریں گھروں میں برکت کے لئے لٹکاتے ہیں۔ اپنے عقیدہ میں اس قدر پختہ ہیں کہ کوئی اجنبی شخص بھی شیطان کی شان میں بھولے سے کوئی کلمہ کہہ بیٹھے۔ تو اسے قتل کر کے اس کی نعش جلا دیتے ہیں اور نعش کی راکھ عبادت کے راستے پر بھیلا دیتے ہیں۔

عبادت کا انکار

یہ لوگ پانچ نمازیں فرض نہیں سمجھتے بلکہ صرف تین نمازیں پڑھتے ہیں۔ ان کی نماز میں رکوع اور سجود نہیں ہوتا۔ کیوں کہ شیطان نے سجدہ نہیں کیا تھا۔ لہٰذا وہ کسی کے سامنے جھکنا اور سجدہ کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ ان کی نماز میں صرف ایک رکعت ہوتی ہے جو کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں اور اس میں قرآن کی آیات تلاوت نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی مذہبی کتاب کے کچھ حصے جو عربی زبان میں قلمی موجود ہے پڑھتے ہیں۔ ان کی پہلی نماز صبح کو اس وقت ہوتی ہے۔ جب سورج طلوع ہو رہا ہو۔ نصف اندر نصف باہر ہو۔ دوسری نماز عین دوپہر کے وقت جب سورج سر پر ہو اور سایہ نہ ڈھلا ہو۔ تیسری نماز مغرب کے وقت جب سورج نصف اندر نصف باہر ہو ادا کرتے ہیں۔ اور یہ رکعت اتنی مختصر ہوتی ہے کہ سورج ڈھلنے کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ نماز کے بعد کوئی دعا نہیں مانگتے۔ صرف ملک طاؤس کی کبریائی کا نعرہ لگاتے ہیں۔

ان کی عورتوں اور چالیس برس سے کم عمر مردوں پر نماز فرض نہیں۔

و روزہ کے قائل نہیں۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ دنیا عارضی اور انسان مسافر ہے۔ مسافر کے لئے روزہ فرض نہیں۔

و حج کے لئے مکہ معظمہ نہیں جاتے، بلکہ مقبرہ شیخ عدی پر حاضری دیتے ہیں۔
ان کا حج ہر سال ماہ اگست کے آخری جمعہ کو ہوتا ہے۔ حج کے تین روز قبل اس کے
مراسم شروع ہوتے ہیں۔ یزیدی اپنے گھروں میں صاف ستھرا لباس پہن کر "عین سفنی"
کی طرف چلتے ہیں۔ یہ ایک صاف ستھرا قدرتی چشمہ ہے۔ اسی سے ایک چھوٹی سی نہر کاٹ
کر مقبرہ شیخ عدی میں پانی پہنچایا گیا ہے۔ جہاں ایک بہت بڑا تالاب بنا ہوا ہے۔ یہ
لوگ تا فاؤس کی صورت میں چلتے ہیں۔ ان کا امیر قافلہ سانپ کی بڑی تصویر سے منقش جھنڈا
اٹھائے آگے چلتا ہے اور شیطان و یزید کی توصیف بیان کرتا ہے۔ دوسرے لوگ بلند
آواز سے امام کی تصدیق و توثیق کرتے ہیں۔ اگر کسی قافلہ کا جھنڈا گم ہو جائے یا گر
جائے تو اہل قافلہ سمجھ لیتے ہیں کہ شیطان ناراض ہے اور "عین سفنی" پہنچ کر بڑی
عاجزی سے معافیاں مانگتے اور روتے ہیں۔

و "عین سفنی" کے تالاب کے کنارے ایک بہت بڑا پتھر رکھا ہوا ہے جسے وہ
حجر اسود سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ مکہ معظمہ میں حقیقی حجر اسود نہیں بلکہ یہ
اصل ہے۔ ہر یزیدی حجر اسود کو بوسہ دینا اور چومنا باعث برکت سمجھتا ہے اور اس تالاب
سے پانی بھر کر لے جاتے ہیں اور اسے مریضوں کے لئے شفا سمجھتے ہیں۔

و یہ لوگ حج کے روز آفتاب طلوع ہونے سے قبل میدان میں جمع ہو کر خدا اور
شیطان کے درمیان گزری ہوئی واردات دہراتے اور شیطان کی مکمل اطاعت کا عہد
کرتے ہیں۔

و ان کا سب سے بڑا عالم جو "فول" کے نام سے پکارا جاتا ہے سرخ لباس
زیب تن کئے قرآن مجید سے مشابہ چند عربی فقرے بطور خطبہ پڑھتا ہے
جس کے بعد تمام لوگ ملک طاؤس کی تصویر کے سامنے جھک جاتے ہیں۔

و حج سے ایک روز قبل مقبرہ شیخ عدی پر چراغاں کیا جاتا ہے مقبرے کے اندر، تالاب

درختوں، پہاڑیوں غرض کہ ہر جگہ چراغ جلائے جاتے ہیں اور حج سے فارغ ہونے کے بعد ہر امیر قافلہ اپنی چراغوں سے اپنا چراغ جلاکر واپسی سفر شروع کرتا ہے۔

• مقبرہ شیخ عدی پر ہر وقت چراغ جلتا رہتا ہے۔ جسے کبھی نہیں بجھنے دیتے اور مقبرہ جانے کا راستہ اس قدر تنگ و تاریک ہے کہ دو آدمی بھی ایک ساتھ نہیں جا سکتے۔ کسی غیر یزیدی کو اندر جانے کی اجازت نہیں جب تک ان کا بڑا ،، قوال ،، اجازت نہ دے۔

• یہ لوگ عید الفطر یا عید الضحیٰ نہیں مناتے بلکہ ان کی اور دو مستقل عیدیں ہیں جو منائی جاتی ہیں۔

• پہلی عید ماہ ربیع الاوّل کی ۱۵ تاریخ کو عید یزید کے نام پر مناتے ہیں۔ ان کے خیال میں اس روز یزید بن معاویہ پیدا ہوا تھا۔ اس روز گھروں کو صاف ستھرا کرتے اور لوبان اور صندل جلاتے، شیرینی تقسیم کرتے اور عزیز و اقارب کے ہاں جاتے ہیں اور نماز شکرانہ ادا کرتے ہیں۔

• ان کے ہاں دوسری "عید فتح" کہلاتی ہے۔ یہ عید ہر سال ۱۰ محرم کو منائی جاتی ہے جہاں ان کے عقیدہ کے مطابق یزید کو حسین بن علی پر فتح ہوئی۔ اس روز بڑا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ملک طاؤس کی پرانی تصویریں اتار کر نئی لگائی جاتی ہیں، عورتیں سرخ لباس پہنتی ہیں۔ مرد سرخ عمامے زیب تن کرتے ہیں۔ یزید کی مدح اور حسین بن علی کی قدح بیان کرتے ہیں۔

• یزید کو شیطان یعنی ملک طاؤس (خدا) کا مظہر سمجھتے اور خدا یعنی شیطان کو یزید کے جسم میں حلول مانتے ہیں کہ وہ انسان کے روپ میں آیا ہے اور باطل کو شکست دے کر حق کی فتح کی۔ (حسین باطل اور یزید حق)۔

• ان کے علماء یعنی "قوالوں" کا انتخاب ان کے سرداروں کی ایک مجلس کرتی ہے اور پھر تمام لوگ اپنے قوالوں کی اطاعت کرتے ہیں۔

و ان کی عورتیں بڑی جفاکش اور پردہ کی پابند ہیں۔ اگر پانچ سات سال کی کسی لڑکی پر بھی کسی غیر محرم کی نظر پڑ جائے۔ تو اس لڑکی سنگسار کر دیتے ہیں۔

و ان میں تبلیغ قطعاً نہیں۔ نسلی طور پر جو لوگ آ رہے ہیں۔ وہی ہیں۔ بلکہ کوئی شخص ان کے عقیدہ کو ترک کر دے تو اسے اپنے ہاں نہیں رکھتے بلکہ جلاوطن کر دیتے ہیں۔ ان کی عورت کسی غیر مذہب کے ساتھ بھاگ جائے تو اس کا تعاقب بھی نہیں کرتے (تاہم ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔

اس فرقہ کے بنیادی عقائد بتانے کے بعد لیفٹیننٹ کرنل الیگزنڈر لکھتا ہے کہ چونکہ یہ فرقہ مسلمانوں کے مشہور شیعہ اور سنی فرقوں سے قطعی مختلف ہے۔ مورخین نے محض اسی وجہ سے ان کے حالات وکوائف پر تحقیق نہیں کی۔ بیشتر کتب میں ضمناً ذکر آیا ہے۔ حالانکہ مذہبی عقیدہ کے علاوہ بھی اس فرقہ کی کئی خوبیاں ہیں۔ ان کی بہادری جفاکشی ہے یہی وجہ ہے کہ بڑی سے بڑی حکومتیں بھی ان کو زیر کرنے یا اپنے قوانین ان پر لاگو کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ ان کے اپنے طور طریقے ہیں۔ جو نسلوں سے جاری ہیں اور انہی کے تحت یہ لوگ اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بلکہ تجارتی لحاظ سے دور تک ان کی آمد و رفت ہے۔ مگر یہ لوگ اپنا عقیدہ کسی پر واضح نہیں کرتے۔ کرنل الیگزنڈر لکھتا ہے کہ میں نے تمام معلومات انہی کے ایک سردار قائم آفندی سے حاصل کیں۔

شاہجہان و اورنگ زیب کے عہد کی داستان، سعد اللہ خاں کے خاندانی حالات، علمی و سیاسی خدمات کے مکمل جائزہ پر مشتمل بلال زبیری کی دوسری انعام یافتہ کتاب، قیمت صرف 5 روپے

فاران سے کربلا تک

عہد نبوی سے ملوکیت یزید تک کی تاریخ اسلام پر مختصر مگر جامع کتاب خلفائے راشدین کے عہد کے سیاسی، عسکری اور فکری کارنامے اور شہدائے کربلا کے مکمل کوائف۔

قیمت صرف 10 روپے

فرقے اور مسالک

مسلمانوں میں فرقہ بندی کب شروع ہوئی؟ ہر فرقہ کے بنیادی عقائد، معمولات، بانیوں کے کوائف ان کی سیاسی تاریخ پر واحد تحقیقی کتاب۔ ۲۰۰ فرقوں سے زائد فرقوں کے حالات

قیمت صرف 12 روپے

شب گزیدہ سحر

شادی سے قبل جسم میں غیر محرم کے خون کی شرکت کا شرعی جواز کیا ہے؟ مسلم ممالک کے اخبارات، علماء میں بحث و مباحثہ، بلال زبیری کے انفرادی افسانوں کا مجموعہ

اسلامی حکومت اور سوشلزم

سوشلزم پر بہت کچھ لکھا گیا اور بہت کچھ لکھا جائے گا، دیکھئے بلال زبیری نے کیا کہا ہے۔ سوشلسٹ نظام اور اسلامی معاشیات پر محققانہ انداز تحریر